UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232217

UNIVERSAL
LIBRARY

سلسلۂ انتشارات دارالترجمہ سررشتۂ تعلیم حضور نظام مدظلہ العالی خلد اللہ ملکہ ۱۷

کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم

نامِ ایں نامہ والاست قِران السّعدین

کز بلندیش بسعدین سپہرست قِراں

مثنوی

قِران السعدین

حضرت امیر خسروؒ دہلوی

بہ تنقید

جناب خاں صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مسٹر سید حسن بی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیات خسروؒ

و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بمطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت علیحضرت بندگان عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
وسلطانہ وادام اقبالہ کے نام نامی و اسم سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قرانُ السعدین

مختصر فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تمہید	
۱	یادِ رفتگان، اعتراف و شکریہ	۱
۲	خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قرانُ السعدین کی خصوصیات	۶
۳	قرانُ السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق معلومات	۴۰
۴	قرانُ السعدین کا سلسلۂ تواریخ، شہور و سنین	۵۱
۵	قرانُ السعدین میں مدحِ شیخ کے موجود نہ ہونے کی وجہ	۵۶
۶	ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قرانُ السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷
	مقدمہ	
۱	تقریبِ نظم و وجہِ تسمیہ	۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲	واقعات	۲
۳	خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال	۴۷
۴	فرمایش نظم اور تصنیف مثنوی قران السعدین	۵۵
۵	وصف نگاری	۵۹
۶	تضمینِ غزل	۷۱
۷	مقامات مثنوی	۹۵
۸	صنایع و بدایع	۱۳۵
۹	قبول عام	۱۶۳
۱۰	خاتمہ	۱۶۵

متن

۱	حمد، نعت، مدحتِ شاہ	۱
۲	صفتِ دہلی و متعلقات	۲۸
۳	ابتدائی واقعات (یکقباد کے اودھ پہونچنے تک)	۴۸
۴	ملاقات پسر و پدر (آغاز نامہ و پیام)	۱۱۴
۵	ختم کتاب	۲۴۴

تمہید

مثنوی قِران السّعدین خسرو

نوشتہ

سیّد حسن بُرنی بی اے

ایں سخنِ چند کہ بخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السّعدین)

فہرست مضامین

تمہید

قِران السعدین

مضمون	صفحہ
(۱) یادِ رفتگاں، اعتراف و شکریہ	۱-۵
یادِ رفتگاں بسلسلۂ خسروی	۱
مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی خدمات متعلق سلسلۂ خسروی	۲
مولٰنا کی ادبی خدمات	〃
مولٰنا کے مختصر حالات	۳
مولٰنا کی تعلیمی خدمات	〃
اعتراف و شکریہ بسلسلۂ ترتیبِ کلّیات خسرو	〃
راقم کی مولٰنا سے ملاقات بسلسلۂ مذکورہ	۵
قران السعدین کی تنقید مولٰنا کی اخیر تصنیف ہے	〃
(۲) خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات	۶-۴۰
مثنویاتِ خسرو کی دو قسمیں "اتباعی" اور "طبعزاد"	۶
"اتباع" کے صحیح معنی	〃
طبعزاد مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی	۷

مضمون	صفحہ
(۱) پہلی خصوصیت "تاریخی اہمیت"	
خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پنجاہ سالہ معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں	۸
قران السعدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں	۹
ان واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسرو کے بیانات	″
(۱) خط از غرۃ الکمال مشتمل بر حالات روانگی و رسیدن بادودہ و کیفیت ہجر و مفارقت	۱۰
(۲) خط از اعجاز خسروی مشتمل بر حالات ملاقات کیقباد با پدر خود و ملاقاتِ خسرو شمس دبیر و انیر و رفتن خسرو بادودہ	۱۳
مختصر حالات شمس دبیر و انیر الدین	۲۰
(ب) دوسری خصوصیت "واقعیت"	
واقعیت کے معنی اور اُس کے دو پہلو، انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو الف	۲۲
قران السعدین میں واقعیت کا کمال	″
وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق	۲۳
انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو الف کی مثال قران السعدین سے	″
مناظرِ فطرت کی مصوری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے	۲۴
مثنوی قران السعدین میں مناظرِ فطرت کا بیان	″
(ج) تیسری خصوصیت "ادراکِ نفسانیات و حفظ و تفریقِ شخصیات"	
تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور دقت	۲۵
"وصف نگاری" اور "ادراکِ نفسانیات" دراصل واقعیت کے خارجی اور داخلی پہلو ہیں	″
داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اُس کا احساس	۲۶
قران السعدین کے اشخاصِ قصہ	″

مضمون	صفحہ
کیقباد	۲۰
خسرو کی مثنویاں اس عہد کی تاریخ کا آئینہ ہیں	〃
قران السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں	〃
یہ غزلیات مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کر دیتی ہیں	۲۸
غزل پر لفظِ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے	۳۰
شاعری کے معیار پر قران السعدین کی غزلیات پوری اُترتی ہیں	〃
خسرو کی غزل سرائی خاص رنگ رکھتی ہے	〃
قران السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پر لطف تنوع پیدا کر دیتی ہیں	۳۱
(د) چوتھی خصوصیت "جدت"	
خسرو کی طبیعت جدت پسند اور طرفہ آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے	۳۱
مثنوی قران السعدین جدت کا نمونہ ہے	۳۲
جدتِ شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت	۳۳
خسرو کے تخیل کی کیفیت	〃
تخیل کی مثال مغلوں کی بجو سے	〃
(ہ) پانچویں خصوصیت "تناسب"	
فنونِ لطیفہ میں تناسب کے معنی	۳۸
مثنوی میں تناسب قایم رکھنے کی دشواری	۳۹
قران السعدین اور تناسب	〃
(۳) قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات	۴۰-۵۱

مضمون	صفحہ
قران السعدین کے بعض نسخوں میں اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" کیوں لکھا یا جاتا ہے	۴۰
دہلی کے متعلق معلومات	〃
اس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا	〃
شہر پہاڑی پر آباد تھا	〃
دہلی کے تین حصار تھے	۴۱
قصر معزی واقع کیلوکھڑی	〃
"شہرِ نو" (کیلوکھڑی) کی بنیاد کیقباد سے بہت پہلے پڑ چکی تھی	۴۴
دہلی کی عمارات	۴۵
مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "دروں" کا سلسلہ غیر مسقف تھا	۴۶
منارۂ ماذنہ اور اس کے اوپر کے دریچے کی کیفیت	۴۷
حوض سلطاں	〃
مضافات دہلی	۴۹
سیری اس وقت سبزہ زار تھا	〃
اندپت	〃
تلپت	۵۰
بہاپور	〃
افغان پور	〃
دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ	مقابل صفحہ ۵۱
(۴) قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین	۵۱-۵۵
قران السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے	۵۱

مضمون	صفحہ
واقعات کا سلسلہ قایم کرنے سے قران السعدین کے اصل واقعہ یعنی ملاقات کی تاریخ اخیر جمادی الاوّل ۶۸۸ھ قرار پاتی ہے	۵۳
جلوس کیقباد کی تاریخ اوائل ۶۸۶ھ قرار پائی ہے	״
خسرو کے قیام اودھ کی صحیح مدت کیا ہی اور بظاہر جو اختلاف خسرو کے بیانات میں پایا جاتا ہی وہ کس طرح رفع ہوتا ہی	۵۴
(۵) قران السعدین میں مدح شیخ کے موجود نہونے کی وجہ	۵۶-۵۷
مدح شیخ کا التزام خمسہ اور بعد کی مثنویوں میں	۵۶
قران السعدین اور خمسہ سے پہلے کی دوسری مثنویوں میں مدح شیخ کا نہ پایا جانا عدم تعلقات کو ظاہر نہیں کرتا	״
(۱) خود خسرو کے ابتدائی دیوانوں میں مدح شیخ موجود ہے	״
(۲) معتبر ترین تواریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ شیخ کے ساتھ خسرو کا تعلق عنفوان شباب سے پیدا ہو گیا تھا	״
اس فروگزاشت کی وجہ	۵۷
(۶) ہندوستان کا خسرو پر اور خسرو کا ہندوستان پر اثر اور مثنوی قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۵۷-۶۱
مثنوی قران السعدین کا ایک قصہ طلب شعر جسمیں ایک ہندی لفظ سے لطیفہ پیدا کیا گیا ہی	۵۷
ہندی الفاظ کا خسرو کے یہاں آزادانہ استعمال	۵۸
خسرو کی شاعری کی اہم اور سبق آموز خصوصیت "ہندوستانی"	״
خسرو ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں	۵۹
خسرو اُس عہد کے صحیح نمایندہ ہیں	״
خسرو کا ہندوستان کی تاریخ پر گہرا اثر پڑا ہی	״
خسرو کا ملک کی مشترک تہذیب کی ترقی میں خاص حصہ ہی	۶۰
قران السعدین کا اخلاقی نتیجہ	۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اللہ آج سے چار برس پہلے جب کلیاتِ امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالی، شبلی اور اسمٰعیل اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولنا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پابرکاب تھے۔ مولنا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولنا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہپیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو تین دَور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولٰنا لبّیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تندِ مرگ ۔۔۔ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدید

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولٰنا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معزالدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولٰنا کے ہاتھوں سرانجام پاجاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتّر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

مولٰنا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربّیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولٰنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ر نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہوگئی۔ سررشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں، لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہوسکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور قلم، قدم، درم سے ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کردی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کرلی تھی) تعلیم نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفید عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور رشیدِ علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمائش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولٰنا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمائشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولٰنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولٰنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولٰنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے ملکر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسرو کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اِس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیوٰۃ سے "خان شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سُنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرائے سبز ہمچو صورتہا کہ در دیبائے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ "امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہے، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہے" مثال کے طور پر قِران السّعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر (صفحہ ۴۸)

قران السّعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہے مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمّل تصنیف ہے۔ اِس کے لکھنے میں مولٰنا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہے۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سُلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہے۔

اس تنقید کے بعد قِران السّعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہے یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہے۔

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السّعدین، عشیقہ، نُہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جُدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدّن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی متبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیّت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متاثر کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جُدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السّعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

ع۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی در صفت بنگالہ لکھی ہی جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کئے جاتے ہیں:

نہ کشتی بل کمان دل نشینے + بہر گوشہ در و چلہ گزینے + ندانم تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار
کمانش گفتم والحق ہمانست + سیہ ملّاح او زاغ کمانست + اگر سہراب باشد در بہ سیمن + نیارد ایں کماں تنہا کشیدن
نہ آنست ایں کمانہا ایں کماں ہ + ولی ہر گز نہ شد شایستہ زہ + کرا اندیشۂ امن و امان ست + کہ طوفان چاشنی ایں کمان ست
بود چنگے کنار آب جایش + زفیض رود ہا سازد نوائش + مگر ایں چنگ رود ہا گشتہ خوشحال + کہ کف بر کف زند ہر دم چو قوال
ازاں ماند بچنگ نغمہ پرداز + کہ باشد باد بانش بر دہ باز + شبیہ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہل ہندش نائے گویند
بود پیر کہن سالیش زیباست + زشوق آب جانش نائے گویاست + محاسن از قطاشش گشتہ پیدا + بر و ہم پیر و ہم برناست شیدا
بروں آورد ریش دلپسندی + بچندیں گونہ دارد رشتہ بندی + کند با موج بحر آہنگ آشوب + تراشد دست و پای خویش از چوب
بیاید تا سراغ آشنائی + زند ہر دم بدریا دست و پائے + گزارش تا سوا آب افتادہ + عنانِ خود بدست باد دادہ
دمادم علم دریا کردہ تکرار + معلم تختہ او شستہ صد بار + پرستارش بر غم چرخ پیر + پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ
نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آبش از شکم بروں کشیدند + بود او را سبک رفتاری این + رود دہ با ہزاراں پائے چوبین
سبک پائیست بار او گرانست + ولی پایش بہ بند دیگرانست + ازاں دریا بدوسر کردہ آبست + کہ دریا را گرفتہ در تہ چوبست

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السّعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ اِن مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہے۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہے۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچّی اور دردناک داستان ہے جس میں عہد علائی اور بعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نُہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے تغلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہے۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷) بلائے دوسوئے او سیاہاں
نشستہ چوں دو سوئے چشم مژگاں

قران السّعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۴ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ ..... ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے ؎ ماہ نخے کاصلِ وے از سال خاست + گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل نیر کا شعر ہے ؎ بود پیر کہن سالیش زیاست + زشوق آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرعِ اولیٰ اور مصرعِ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہے وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہے جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں انھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔

دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَودھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قران السّعدین سے براہِ راست تعلّق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند زمن خراب سینہ — خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ
می گوید دی نہد شغبناک — چوں قطرۂ اشک دے بخاک
کانروز کہ گشتم از برت دور — محروم شدم چو سایہ از نور
برعزمِ سفر عنان کشادم — خونابہ ز دیدگاں کشادم
با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ — در گوہیمی شدم ہر کوچ
تا بعد دو ماہ از رہِ دور — آمد با ودھ سپاہِ منصور
سلطاں نظرے بلطف بگشاد — واقطاعِ اودھ بجانِ ما داد
شد شہر اودھ حوالۂ خاں — شد دہرِ ابد نوالۂ جان
با آں کہ نداشتم صبوری — اُفتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اودھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں) کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے بتربیت نو — از چشمِ کرم بکارِ خسرو

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم — کز تن بلب آمدست جانم
شبہا من و دل بغم نوازی — بایاد تو در خیال بازی
دل سوختہ چون چراغ گشتہ — صد جا ے در و نہ داغ گشتہ
دردے و ہزار آہِ جانسوز — آہے و ہزار تیرِ دل دوز
دل رفتہ و تن بخاک ماندہ — جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ
با آں کہ ازیں ولایت خوش — یارے و سہ اند نغز و دلکش
از حالتِ من دراز دیت — عاشق شدہ ہمچو من بریت
با من بموانست شب و روز — دل سوختہ را قناعت آموز
نے قاصدِ تو رسد بسویم — نے باد رساند از تو بویم
کو آں بوفا ہم نشستن — دل در طرب و نشاط بستن
گہ دادنِ در نظم چوں نوش — از درجِ دہن بحلقۂ گوش
گاہے ببدیہہ دل آویز — سفتن گہرے بخامۂ تیز
گاہے غزلے بجواب گفتن — گاہے سخنِ شراب گفتن
گہ جامِ نشاط نوش کردن — گہ زمزمۂ تر بگوش کردن
گہ گردِ گشت سوے بستار — گاہے بطوافِ حوضِ سلطار
ہر شب منم و دلے و دردے — غم را بدو چشمِ آب خوردے

*

شبے دوزکنم زآہِ جانسوز — زیں گونہ بود شبِ مرا روز
یکشب منِ دل چراغ دریش — جانے بہزار داغ دریش
بودیم ہم بگفت و گویت ۱۰ — محرم نہ کسے جز آرزویت
گفتم کہ ازیں اسیر بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد
تا حال بدانیم کہ چونم — وز دیدہ چگونہ غرقِ خونم
روشن کندت زبانِ خامہ — حالِ من ازیں فراق نامہ
ماہِ رجب و شبِ سہ شنبہ — یک ہفتہ حساب رفتہ برنہ
تاریخ ز ہجرتت رکنم یاد — بر ششصد و ہفت و نود و ہشتاد
غدار شبے ز ابر تاریک — بارندہ بقطرہائے باریک
عین بشگال وقتِ باراں — خیمہ زدہ ابر را سوارال
بگشادہ بنالہ عدرا کام — بردہ دہلِ خروش بر بام
می گفت ترانہ ابر سرمست — بود آب برقص و برق می جست
باراں بہوا بقطرہ سازی — قطرہ بزمیں بحلقہ بازی
گریہ زمن و ز ابر ہم یاد — بیرون و درون خانہ نم باد
تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی ہمی زدہ مشت
چوں نیست تکلفے بدردم — در نامہ تکلفے نکردم
صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصہ نماند از غرض باز

چوں رنگ پذیرشد مقالت　　صنعت بود آں نہ حسب حالت
یک بیت ز گفتۂ نظامی　　تضمیں کنم اندریں تمامی
کارالیش کردنی زحدیش　　زسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۷ھ کا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اَودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہی، برسات کا موسم تھا، اَودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہی۔ خسرو محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اَودھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اَودھ سے روانہ ہو کر ذوالقعدہ ۶۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجاز خسروی رسالۂ غرا)

دوستدارِ یگانہ خسرو سلطانی ..... برآں رائے انور .....
مصوّر می گرداند کہ ..... خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الممالک
اختیار الحق والدین ..... علی ایبک سلطانی..... ازاوج ارتفاع بچشم سعادت
درکار بندہ ناظر ست لیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق رہ ہوائے

دوستان ذرّہ ذرّہ شدہ است۔ نہ در آسمان ست نے در زمیں۔

..... مقرر و آں ضمیر مستنیر می گردانند کہ اندر انچہ سلطان مشرق ناصر الدین والدنیا... از مقام محمود چوں نیر اعظم بر عزم کشور کشائی تیغ زناں راہ قطع کردہ با قطاع اوذہ در رسید ہلال رامش در آب سرد چوں ماہ از برج سرطان رویت نمود..... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب معز الدنیا والدین کیقباد..... چتر خورشید تاب ظل الٰہی را ہم بر لب آب مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز خنبید نش ۔۔۔ زلزلہ در چار ارکان در گرفت
لرزۂ بیرق ز بند نیزہ ہا ۔۔۔ گوئی آتش در نیستاں در گرفت
پائے در گل ماند خیل آسماں ۔۔۔ گرد کاندر چرخ گرداں در گرفت

روز اوّل ایں دو بحر ز اخر بوجہ توجہ اگرچہ آئینۂ آب دو رمیان بود مواجہہ نمودند۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روز دیگر قران السعدین و اجتماع نیرین گردش دوراں را ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر عالمیاں مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نمیست کہ بواسطۂ مباینت بینہما دیدار رقیبے متعذر افتادہ بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویت آخرت ہم بقیہ اولی در حساب آمد۔ مگر یوم النشور بود کہ آں دو آسمان رفعت آیت اذا الکواکب انتثرت باقلام جاریۂ مرغکاں بر صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلایق بدیں باعثہ دراں محشر حشر کردہ دراں

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منوّرِ شمس الدین دبیر نور اللہ الیٰ یوم الدین چوں آفتاب قیامت برسرِ ایں ذرّہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر برخود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آں نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگردد چو بنی خورشید خاصہ خورشیدے کش خانہ بتو دادند ازچشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالیش آوردم۔ لختی بسکایت از دورانِ روزگار درمیان آورد کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی آنست کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویش بزبانِ حال لابلسان المقال بلیاسے ہرچہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ درچہ از انچہ بود عالی شدہ بود، و از برآمدِ دولتِ خویش اَلشمسُ لَا یَخفیٰ فِی کُلِّ مکان گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحاب را یاد کردے علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارۂ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر بہوائے اثیر الدین محمد محمد آثارہ از بس کہ اثیر حرقت در باطن
ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم و گذانہ عزم گذارا کردم
حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سر اسیمہ وار در ہوائے اثیر مُعَلَّقٌ بَیْنَ
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں باراں محیط آتش طبیعت
گرم ہنگامِ نماز خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں توئی یا بخواب می بینم
کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدارِ آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بہ دیدارِ عزیزاں
پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و
بندہ خسرو کہ قایم مقام تیرست در آں کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ؎

کرد بر چشمِ خیالِ یارِ من کشتی رواں
آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گزشت

شک نیست کہ آں ذاتِ جیحوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحری گزشت و بحر را
کہ خراج گذارِ جود او ست از جود او غیرت بجا صل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می‌سایند، برسید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب بر کنار اُمیدِ آشنایان بایستانند۔ تا مگر آشنائے بر روئے آب می‌آید که آشنائی آشنائے گزشته بر آبِ خویش باز آورد۔ و بیشترے راندنِ کشتی از برائے آں نجم علا بود۔ چوں زمانے برآمد و بعد از زمانے چوں ستارۂ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونہ رانم کشتی ستارہ پیدا نیست
مگر ستارہ نہاں شد در ابرِ دیدۂ من

از ہنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نہار بر کرانۂ نہر آں مردم دیدہ را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے ہم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستارہ دیدن در روز

بر روئے من بارقۂ از مہر بارقتِ تمام روشن می کرد و در معاینہ ایں سرد مغاینہ می گفت ؎

من کہ شمسم ہمہ تن مہر شدم از سرِ سوز
ذوقِ آں دست نہاں ماندہ چو سیارہ ز مہر

بعد از انتظارِ بسیار بندہ را وداع کرد و آیت العوذ خیرًا برخواند۔ و دیوانِ خاص کہ نظمش از نثرہ و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود بمقرِ دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیرِ خدائے علیم حوالہ کرد۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ بندۂ ما قلبہ الکبیر

وقلبِ بے سکون ازاں میثاق بوثاق آمد.....

تمامت روز دریں تحیری بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجم علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیرِ مملکت را از حضیضِ مشرقی باوجِ ارتفاع رجعت افتادہ و داوِ اعلامِ اعلیٰ بسمتِ دارالملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل با آں نجم مقابلۂ سعادت میسر نگشت کہ سوختگیِ شمس و اثیر دیدہ بر روے آب آورد ؎

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے
در خدمتِ تو بروے آب آرد چشم

ہم در اثنائے راہ مخدومِ بندہ بمنزلتِ اقطاعِ اودھ شرفِ دست بوسی یافت بندہ کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست تواند کہ بخانۂ خویش راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف اضافہ داد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت بر موافقت رکابِ فرقدسائے اعلیٰ منطقۂ جوزا برمیان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایونِ چتر کہ نسرِ طائرِ سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ و بندہ را کہ بلبلِ حدیقۂ حداقت است باز گردانید۔ باشارت رائے مختار اختیارے از اتصالات کوکبۂ اصحابِ لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیم زحل ست ہبوط کردہ شد۔

موسمِ باراں بود و چشمۂ خورشید با سرطان آشنائی درآمد و سرطان منقلب آبی گشته۔ درعینِ باران و بارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اَوَدھ رواں کردہ شد

ابری بارد من می شوم از یار جدا + چوں کنم دل بچنیں وقت زدلدار جدا

ابر و باران و من و یار ستادہ بوداع + من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیتِ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً دبانگِ بلندی خواند، و باد واضح فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ بر صحیفۂ آب مُسَلسل رواں رواں نقش می کرد و سبزہ بخطِ ترتفسیر لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامنِ خطِ مُسَلسلِ سبزہ جدولِ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ می کشید با چنداں آب و رسوادِ بستاں ترگشت خطِ سبزہ و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشحے متیراوید و ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پانے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز
حبابِ شیشہ گری را کشادہ کردہ دکاں

تقاطرِ قطرات از عبراتِ من عبارتی می نمود، و بارقۂ برق از احتراقِ من حرقتے ..... تا بریں طریق ایں خراب از معمورۂ اَوَدھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رفع کرد فی العزۃ من شہر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ۔ انتظارِ قطرہ ازاں دائرہ دوات آں کہ قلمِ شہاب

۶۸۷ھ

سیر بجاری احوال جاری دارد، و اخبار متواتر را کہ موجب علم قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرد فرستد، و از درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارج
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۷ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہے جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہے ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچا زاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریف مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہو گئے۔ جس وقت مہم طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن ان کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اودھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت بارک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہے تو شمس الدین دبیر کو ایلچی متعین کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

تیغ زن مشرق از آنسوی آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
جست رسولے کہ گزارد پیام — ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ زنیرو مرد
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر — درخور ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور ادبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمس دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہے۔ بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونتہً درج کیا ہے۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہے کہ ان میں واقعیت

کا سررشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جا بجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو ائف پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور اِن معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کے اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصرالدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سُنکر مٹیا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہر اَودھ کے قریب سرحوندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہوجاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصّے کی بے مائیگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود نہ ہوں۔

جس وقت ناصرالدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیقباد دارالسلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلوکھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دارالسلطنت کی سیر کرچکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہوچکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکارگاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جمنا کے قریب

واقع ہے اس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، منہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہ وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوری بھی (اگرچہ ایک جُدا گانہ خصوصیت قرار دی جا سکتی ہے) اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیاز خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السّعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

ہیں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے، انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابُد ہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانے میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہو یہ میدان پے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السّعدین میں لکھتے ہیں۔

ایں سخنِ چند کہ بیخ است ست	شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نفت	"راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمام تر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورخ کی طرح عیب جوئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچے شاعر کا قلب کیفیاتِ ذاتی و حالاتِ ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آجاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح نہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پیتہ دیتی ہیں۔

اسی خصوصیت کے تحت میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہی کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:-

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ زدہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزمِ حج دارد خسرو زپے توبۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسم بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۷۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خاست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بمن دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پیل مال ہوتے ہیں۔

تیغ بر گیر تا زِ سر برہم
تیر بجثاے کز نظر برہم (صفحہ ۹۹)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ
ازیں سپس من و جانان و خواب در سایہ (صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خُرم آں لحظہ کہ مشتاق بیائے برسد
آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد (صفحہ ۱۵۲)

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔ *

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چون بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
باکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش (صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دار السّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابرِ تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۳۰)

بادشاہ دار السلطنت پہونچتا ہے۔

عمرِ نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد — پیغام کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہے وہ صنف غزل ہے۔ مل نے کیا خوب کہا ہے کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نوا سنج ہوتا ہے اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنّم کرتا ہے جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود مہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور واردِ رفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہے اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہے۔

اس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے متبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہے۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذبات کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہیں لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے قران السّعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولٰنا اسمٰعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے، جس سے "تازہ بتازہ نو بنو" کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدّت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی نثر تمامتر اُن کی جدّت آفرینی کا نتیجہ ہے[۱]۔ رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں[۲]۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حرّیتِ ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدّت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں[۳]۔

[۱] دیکھو اعجازِ خسروی [۲] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [۳] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

مثنوی قران السّعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

چند گہم بود بدل ایں خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال
بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آلبش دہم — مجمعِ اوصاف خطالبش دہم
طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکّۂ ایں ملک بجسرو دہم
نو کنم انداز رسمِ کہن — پس ردیِ پیش روانِ کہن (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

آنچہ ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بمولیش بہ ہنر بختیم — پختہ و سنجیدہ در و ریختیم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برد — کاں دیگرے را بدل آید کہ چوں
ہر صفتے را کہ بر انگیختیم — شعبدۂ تازہ در و ریختیم
نیست زکس لولوے لالائے من — ژرف بہ بیں دُرتۂ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست — زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دُزد نیم خانہ بُرِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
مایۂ ہر دُزد کہ در عالم ست — گرچہ فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

آن کہ شناسندۂ ایں گوہر ست — گر ہمہ نفریں کندم در خور ست

واں کہ بہ تقلید نشست اندریں　　نشنوم از خود کنم آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہے، لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہے جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح رواں ہے۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کے الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معین رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہے۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جُدا جُدا محفوظ ہے۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کر کے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہے (دیکھو صفحہ ۹۲-۹۵) یہ مثنوی اُن کے مربی سلطان محمد کی شہادت اور خود امیر کے

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین (۶۸۸ھ)	مثنوی (۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)	مثنوی (جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرِ تاتار بروں از ہزار	در تگا پو چوں سگِ لقمہ ربا	قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
کردہ دگرگونہ باشتر سوار	آفتِ نان و بلائے شوربا	چوں گرگ درندہ آدمی خوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	بہر نانے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ وار نا وفا جوے
ہر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بروے
اصل ز سگ لیک بزرگ استخواں		چوں سگ ہمہ رد و ال ماندہ
گربۂ یخنی شدہ بر روئے خواں		چوں بوزنہ در جوال ماندہ
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را گشت بردن
دو گلہ بر۔ لیک[1] بر پشت دگل		مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
گندگی را جاے کردہ در بغل		قربو قربو زناں و جوشاں

[1] یہ لفظ نسخہ مرفقول عنہ میں مشکوک ہے ۱۲

پوستیں پوشیدۂ و بے پوست رُوے
در گریز از غازیانِ دوست رُوے

گشت یلے گو ہمہ بر بانگِ نے
ہمچو زناں نوحہ کناں پئے بہ پئے

نالۂ ناخوش ہمی در داشتہ
مست و آوازِ یلے بر داشتہ
زیں یلہ گردانِ نا فرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوازِ یلے

گویاں سخنے بسگ زبانی
لافش ز بزرگ استخوانی

سر تراشیدہ زہیبتِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِ بوم را بالائے سر
سر تراشیدہ چو ببغیہ زیر سر

از سنگ و سپش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در رُوے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ رُوے شاں شیدا شدہ
دیدہ ہائے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ ہست اندر گردہ باک

چوں شیشہ و چشمِ ازرق و تنگ
در سختی اگر صفت کنم سنگ

از رُخ تا رُخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لب تا لب دہن

بینی پست و خیش از وی دواں
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفان آب

موئے زبنی شدہ برلب فراز ریش نے در روئے شاں جملہ زنخ یک مونہ بر ریشِ تا بخندند

سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز آمدہ بہر زدن از کوہ و شخ گوئی کہ یگاں یگاں بکندند

ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ کرشنادہ سبلتانِ کندہ را سبلت عیان در ریش کندہ

سبزہ کجا بر دمد از روئے سنخ دام دادہ ریشِ اہلِ خندہ را مخصوص برائے ریش خندہ

کرد زنخ شاں ز محاسن کنار

اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار

سبلتِ چوں سیخ چو تمّاج روئے

رشتہ بہیں نعمتِ شاں در گلوئے

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں چہرۂ شاں اسپرِ غوری پہن

پست تر از پشت شدہ روئے شاں ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن

چہرۂ شاں دبّۂ نم یافتہ

جائے بجا کنجلک و خم یافتہ

روئے چو آتش کلہ از پشم میش روئے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ تفسیدہ زخشم ہمچو تا بہ

آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش ماندہ از مردار خواراں مردہ ریگ رُخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ

آتش دیانِ سرد چوں آب

سوزان وجہاں چو کرم شتاب

روسرخ و حدیثِ زشت در کام

چوں طشت کہ آں بیفتد از بام

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — رو ترش چوں سرکہ تمساح شوے
ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد — وز ترش خوئی ہمہ تمساح روے
(صفحہ ۶۳ - ۶۵)

موش خوارانِ دوندہ موش وار
گشتہ صحرائیِ زمشتے موش خوار

مائدہ شاں از خورشِ زشتے — ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست — گندہ دہنان و گندگی دوست
واں کہ بیند قیش آید بہ پے — تے کند در ساعتے بوئے زشت — خوکی و سگی کشیدہ در پوست

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مُغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلہ پشم سر پر رکھی، پر بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے، غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھکر ان کی ریشخند کے لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہے۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہے فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہے) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیدینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حُسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہے۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزائے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہے۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہے۔ بت تراش مجسمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہے۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصّوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہے۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کرکے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح

ادب کے شعبہائے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہے اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہے اور شاعر کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہے اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہوسکتا ہے۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہوسکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حُسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی جو نقش و نگار

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنون لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۳)

قران السّعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسّلطنت اور اُس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبتہ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبتہ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبتہ ہفت آسماں"
(صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریاے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما — بحر دے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیم عدو سنگسار (صفحہ ۳۲)

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش　　روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۳)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر دبغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ برونیش ز عالم بروں　　عالمِ بیرونش بحصن اندروں

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر　　چرخ بزیرست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر　　کاے فلکِ نو بکمن دار مہر

ملک زدر وازۂ او فتح باب　　سیزدہ دروازۂ او مفتتح باب

ہر دم ازاں قلعۂ مینو سرشت　　قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہی اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہی۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلی کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہی۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہی ؎

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۵

رفت بکلو کھری و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون

قصر شد از فرِ شہِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر گویم کہ بہشتے فراخ — رو فتہ طوبیٰ در او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ ز گچِ صاف خشت — دید در او صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

جون کز و گشت جہانے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب در و عکس نما او در آب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہائے راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و لبے زد و سویش بلاغ

شاخ بہر بارگہِ کردن راہ — جائگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نو جمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا۔ اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں۔ ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے۔ معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرّۃ الکمال میں بھی قصر معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے — کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بروئے آب فردوسِ جہاں تاب — کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت و لون — زمیں پوشیدہ در پیشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب — فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محالست — مگر در آب بینی واں خیالست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر — مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

معزالدیں کہ دنیا را بپاراست　　زبامش دین و دنیا را بپاراست

شہنشاہ کیقباد آں افسرِ ملک　　کہ چوں افسر برآمد بر سرِ ملک

خدا دادت درایامِ جوانی　　ہمیں ملکے چو ملکِ جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معزالدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوسِ ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصرالدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کئے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیانِ دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصرِ شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہر نو سے جانب دارالسلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدرِ دو لک پیادہ تمام بحضرت آمدہ و بقدرِ پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستواں و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوامِ شہر از معارف و اوساط و ارذال چنداں مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہر نو" کیلوکھری تا دروں شہر کہ قصر سلطنت بود بہیبت صفِ مردِ پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ ..... چوں رسولِ ترکستاں از "شہر نو" برنشستند الخ"

اِس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معزالدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذوالحجہ ۶۸۶ھ تک جبکہ بادشاہ دارالسّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصرِ معزی کو گیا ہی کسی طرح نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دارالسّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دارالسّلطنت بنا لینے میں کوئی دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس مقام کو اپنا دارالسّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں مسجدِ جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دارالسلطنت کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[1]

[1] مثلاً دیکھو مثنوی تحفۃ الصغر خطاب غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آوَدھ"

مسجد جامع کے متعلق حسب ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد در و ں — رفتہ زنہ گنبدِ والا بروں

گنبدِ او سلسلہ پیوند راز — سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

درتہ سقفش زسما تا زمیں — نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جا بجا ستون قایم تھے ؎

درتہ سقفش زسما تا زمیں — نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھورا کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محل وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

آں کہ زرِ بر سرش افسر شدہ است — سنگ زنزدیکیِ خورزر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود — زد زرِ خورشید عیارے نمود

سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر — آمدہ از مہر بشدہ ہم بمہر

از پئے برر فتنِ ہفت آسماں — کرد زمیں تا بفلک نردباں

گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ عیسے گذشت

موذنش آں جا کہ اقامت کشید — قامت موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۱)

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہی۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہی۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبّہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسب ذیل عبارت ہی:

"یہ مینار سُرخ پتھر کا بنا ہوا ہی۔ حالانکہ مسجد سفید پتھر کی ہی۔ مینار کے پتھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہی اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہی کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہی خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایتہً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ۵

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ	آبِ گہر صفوت دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات	در سرِ کوہ آئینہ از آبِ حیات
شہر گر از وے نبود آب کش	کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
درتہِ آبش ز صفا ریگِ خرد	کور تواند بدلِ شب شمرد
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد	کوہ تبر دامنے اقرار کرد
چوں مدو جزرش ز نشیب و فراز	زآب ز کوہ آمدہ رفتہ باز
چوترہ و قصر بلندش در آب	گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جوں	جوں زپئے آب از و جستہ عوں
گرد وے از اہلِ تماشا گروہ	دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲-۳۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (سنہ ۶۲۷ھ سنہ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی مغربی دامان کوہ سے ٹکرائی تھیں تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریاے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اس گنبد سے پہلے

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات وحوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار — رفت بروں با علمِ شہریار
نصب شد اعلامِ مبارک اصول — کرد سراپردہ بسیری نزول
بارگہ شاہ دراں بوستاں — روے نظر داشت بہ ہندوستاں (صفحہ ۵۱)

یا گہ خاص بسیری رسید — سبزہ تر بر سرِ سبزی رسید
دائرۂ خیمہ بسیری قطار — ابر فرود آمن در مرغزار
بس کہ دراں گلشنِ میمونشاں — شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں
ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت — قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین کیقباد نے حصار و عمارات سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں حوالی شہر میں تلپٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

میمنہ بر تلپتہ زد یکسرہ　　بود میان اندپتہ میسرہ

پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود　　قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بہاپور بقربت دو سہ میل　　سنگ گراں سرشدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

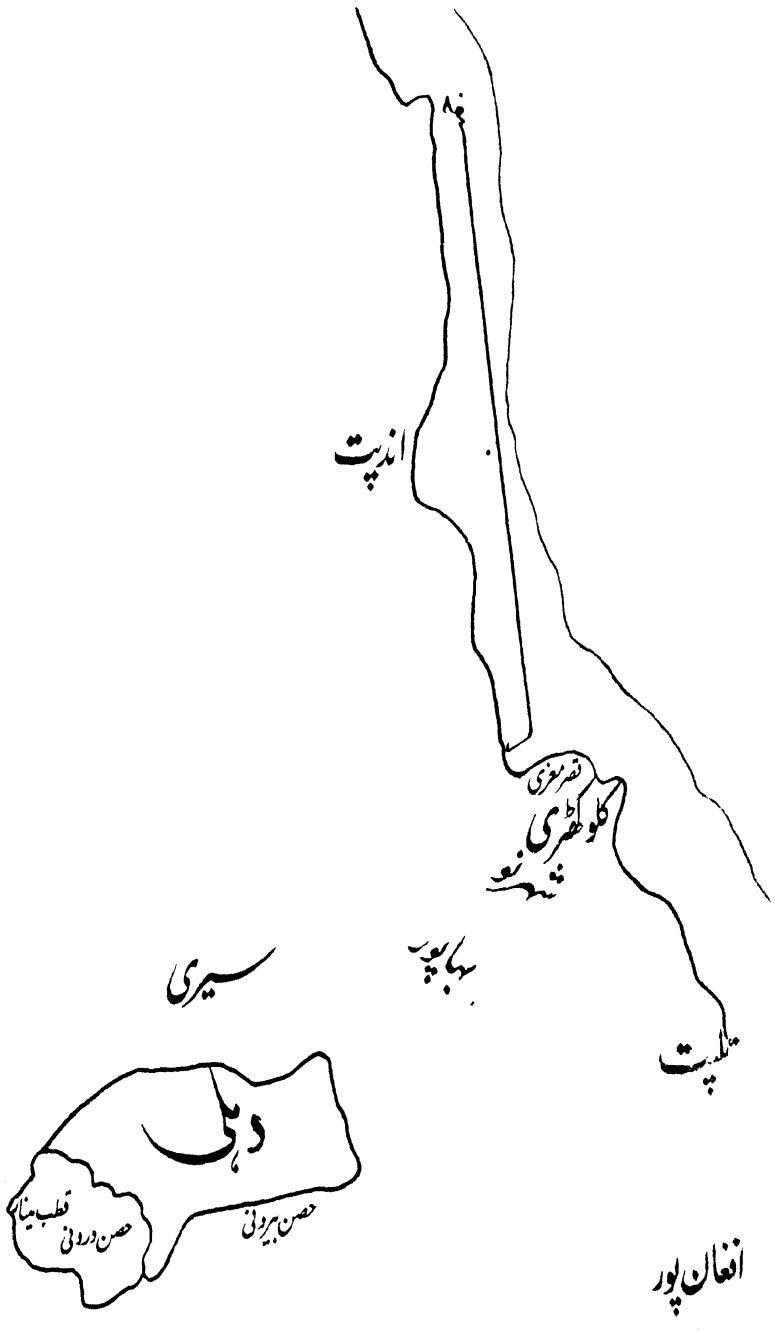
لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپٹ میں اور الٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندر پرست یا اندر پرست) کا محل وقوع دہلی کہنہ سے ساڑھے ۹ میل شمال مشرق کی طرف ہے جہاں فی زمانہ پرانا قلعہ یا قلعہ دین پناہ ہمایوں بنا ہوا ہے۔

تلپٹ کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپٹ دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے" اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپٹ اور تلپٹ کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہار پور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظر بند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپٹ و افغان پور

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (۶۸۶-۶۸۹ھ)



میں کی ؎

کوچ سپہ کردشہ از شہرِ نو　　دادجہاں را ز ظفر بہرِ نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور　　بود حدِ پلپٹ و افغان پور

یافت سراپردہ در آن جا مقام　　دشت در آمد ز سرِ سنہا بدام　(صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محلِ وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے۔ یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محلِ وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اسوقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہذا)

(۴)

قران السّعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السّعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جابجا تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

تک بیان کر دیتے ہیں۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز دو مقامات کے اُنھوں نے کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامۂ — از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام — یافت قراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ زہجرت گزشت — بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت (صفحہ ۲۳۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قایم ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دہلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہِ عید نوش دلشاد بہر
(صفحہ ۲۲۲)
در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۶ھ مقصود ہے۔

(۳) بنا بریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذ د القعدہ ۶۸۷ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانب اَودھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دار السلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اَودھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۱۶۷) حسب ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے و مہ گردوں بخواب
ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اِس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہی وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بجدِ کنتپور

خان جہاں حاتمِ مُفلس نواز — گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز

من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم زانچہ بدہ بیشِ ازاں

در اَوَدھم بردبہ لطفے چناں — کیست کہ از لطف بتابد عناں

غربت از احسانش خانہم گزشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت

در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال — ہیچ غم و نالہ نبود از منال

من نہ پئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہر ایہی مترشح ہوتا ہی کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہی۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہی ذی الحجہ ۶۸۷ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولی ۶۸۷ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اَودھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہ کامل بہ کشیدم عناں
راہ چنیں بود و کشش آں چناں (صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ ہی میں اَودھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو اُن کے قیام اَودھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہے۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہے۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہے کیقباد کی تخت نشینی کے وقت اُنھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جس وقت کیقباد نے اَودھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَودھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَودھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَودھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَودھ رہنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہے کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے (ممکن ہے کہ محض چند روز کے) دہلی آئے ہوئے تھے۔

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور غرّۃ الکمال اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قران السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیا کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فرید الدین کے مرید ہو کر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راؤ عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)۔ یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے "طرز صفا ہائیاں" پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدمِ تعلقات کا اظہار کرتا ہے لیکن اس فروگزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السّعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہے ؎

ماہِ نو کا اصلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر اُنھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ :-

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنّف کہتا ہے کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہے جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہے۔[1]

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہے اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مفید ایہام نکالے ہیں۔[2]

یہ قصّہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہے جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالنے اور

[1] یہ تمام قصّہ ہفت آسمان میں لکھا ہے (دیکھو صفحہ ۲۰) [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسما اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہے۔ ۱۲

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی قومی اور ملکی اثرات سے ملکر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مُسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی۔ لیکن خسرو کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصّہ ہے۔ وہ وطن کی محبّت کو ایمان سمجھتے تھے۔ اس حق کو اُنھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصّہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر پھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِاعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میرؔ اور غالبؔ، دردؔ اور سوداؔ، انیسؔ اور میر حسنؔ کے چھپے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبّت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آواز بازگشت کے طور پر حالیؔ اور اقبالؔ کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور اُن کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبّت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبت سے یکجا ہوسکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمید" سُن رکھنی چاہیئے۔ جن سچے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہوسکتی ہے جب ہم اُن سے اخوت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیدیں وابستہ ہیں ؎

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزومند نگارے بہ نگارے برسد

دیدہ بر رُوے چو گُل بندد و نبود خبرش — گرچہ در دیدہ ز نوکِ مژہ خارے برسد

لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند — جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد

گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غباریں نبود — ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد

لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختہ — کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسرو ایار تو گر می نرسد خود می پرسے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد

(صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

(مکاتیب میں سید محمد اشرف کے نام)

مُقدّمہ

مثنوی قران السّعدین خسروؒ

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب ترین
مردمکِ چشمِ معانی نگین
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع
لیک گزشتہ زسمواتِ سبع
(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تقریب نظم و وجہ تسمیہ	۱	اسیرانِ مغل کا قتل	۱۸
کچھ ابتدائی کیفیت	۲	باربک کی روانگی بطور ہراول	۱۸
سلطان ناصرالدین محمود	۳	ناصرالدین کا پیام باربک کو	۱۹
بغرا خاں	۳	باربک کا جواب سلطان ناصرالدین کو	۲۱
تخت نشینی کیقباد	۶	سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہنچا	۲۲
کیقباد کی عیاشی	۷	ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ سے	۲۴
ملک نظام الدین کا اقتدار	۸	باپ بیٹوں کے سلام و پیام	۲۵
ناصرالدین کی فوج کشی	۹	ناصرالدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا	۲۸
دلّی میں ترتیب لشکر	۱۲	کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا	۳۱
ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ	۱۴	ناصرالدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ	۳۲
کیقباد کی بزم آرائیاں	۱۵	کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں	۳۲
کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانبِ اودھ	۱۶	ناصرالدین کا آنا اور ملاقات	۳۳
مہمِ مغل سے باربک کی مراجعت	۱۷	ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا	۳۴

مضمون	صفحہ
مراسمِ اتحاد اور خانگی ملاقاتیں	۳۶
ناصرالدین کی نصیحتیں فرزندِ دلبند کو	۳۷
وداعی ملاقات	۴۰
کیقباد کی مراجعت دلّی کو	۴۴
سلطان کیقباد دلّی پہنچا	۴۵
ملک نظام الدین کا انجام	۴۶
خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیلِ اجمال	۴۷
خانِ جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی	۴۹
خسرو کی رخصت دربارِ خانِ جہاں سے	۵۰
خسرو کی روانگی اور دلّی پہونچنا	۵۱
خسرو دربارِ معزی میں	۵۳
کیقباد کی فرمایش	۵۵
تصنیفِ مثنوی	۵۶
خاتمۂ مثنوی	۵۸
اپنی محنت	۵۸
تعدادِ اشعارِ مثنوی	۵۸
وصف نگاری	۵۹
صلۂ مثنوی سے استغنا	۶۰
دزدانِ معنی کی شکایت	۶۱
معارضین کا ذکر	۶۲

مضمون	صفحہ
حسّاد کا ذکر	۶۳
مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت	۶۳
مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت	۶۵
غزلِ سعدی کی ثنا و صفت	۶۶
اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ	۶۶
کیقباد کا انجام	۶۸ ۶۹
خصائصِ مثنوی	۶۹
نظمِ عنوان	۶۹
تضمینِ غزل	۷۱
مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند	۷۹
وصفِ اشیاء	۸۰
وصف نگاری کا نقص	۸۳
مقاماتِ مثنوی	۹۵
متفرق مقامات	۱۱۱
جوش و اثر	۱۱۱
سوز و گداز	۱۱۶
اعجاز	۱۱۶
تشبیہ و تمثیل	۱۱۶
صوفیانہ خیالات	۱۲۳
حکمت و اخلاق	۱۲۵

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
خطاب بہ نفس	۱۲۶	ضلع جگت کا اعتراض	۱۶۳
تخیّل	۱۲۷	قبولِ عام	۱۶۳
اسالیبِ بیان کی تازگی	۱۲۹	خاتمہ	۱۶۵
صنایع بدایع	۱۳۵		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

تقریبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قِران السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہی اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کرکے قصہ یوں شروع کیا ہی کہ:۔

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہی کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہٰذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بُن سمجھ میں آجائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کرکے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہوگیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدّت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:۔

(۱) سلطان رُکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۰ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے:-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ و سنام کی حکومت پر متعین تھا۔

قرآن السعدین کے دو سیاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہد بلبنی میں لکھنوتی دار الصدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

۱؎ سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش اور قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

۲؎ فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقہ شرح صدر شامل ہیں ۱۲ ۳؎ شرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کرکے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغراخاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغراخاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصرالدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصرالدین بغراخاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔

چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اِس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دل ٹھنڈا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصرالدین بغراخاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغراخاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلّی کی دربارداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہوجانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغراخاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہید[1] کے داغ سے بھی زیادہ پُرالم تھا۔

گو بغراخاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہے کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کرلیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغراخاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اَب ہم قِران السّعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:۔

---

[1] لقب ہے شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیّت کو طاق نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد — تا جورِ پاک گہر کیقباد
کرد چو در شش صد و ہشتاد و شش ق — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج براں گونہ بصحرا فگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ باقرش — اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت — خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاث الامم — حاکمِ فرماں زعرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیّاشی بلبن جیسے دین دار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہوا پرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرد اگرد شاہد و ساقی، مُطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندر سبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ مُلوک و امراء سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرتِ خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! و اے بتانِ سادہ پگ[1] بستہ و ریش کج نہادہ

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے۔ ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

خوں خوردنِ شاں آشکارست — گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں برند زاں کہ ہستند — از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچہ و مدگلِ پیادہ[1]
آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال — خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ بادِ حسن در سر — وینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں — زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ

بر بستۂ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؒ نے مقطعِ غزل میں ابنائے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک رانی کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین دبک دار کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مدبّر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بد باطن بھی تھا۔

---

[1] وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کر دی کہ اِس مست نوجوان کا کام تمام کر کے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مَلِک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دار سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کر کے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کر کے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھُلی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھاتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات وکنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش وبدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو برو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرخین کا ہے[1]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو اِن قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش ونشاط کا ذکر کرکے ناصرالدین کی لشکرکشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ناصرالدین دلّی کے تخت وتاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

[1] تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[1]:۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ — ناصرِ حق۔ وارثِ ایں تخت گاہ
کافسرِ اورا پسر انباز گشت — ویں شرف از وے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و عَلَم برکشید — ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخا — از پئے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پائے — باد ہمی ماند ز سیرش بجائے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد — غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
ویں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے اورا ند سپہ در سپاہ

جب ناصرالدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت برآہنگِ مے — رخشِ طرب کرد رواں پے بہ پے
بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم — عیش ہمی کرد و نمی کرد کم
ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام — مے زلبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفاے جہاں ست — قاعدۂ دولتِ شاہنشاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق — تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین و شہ کشور کشاے — تیغ برآورد و بکیں کرد رائے

---

[1] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد بر آرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود — کآبِ فرومیل ببالا نمود

قوتِ سیلے نبود تا برود — آب ببالا نرود از فرود

سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند ہزارش ز سواران کار — تیغ زن و کینہ کش و نامدار

آمد اقصاے اودھ در گرفت — واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت

نیست جزیں در شب و روزش سخن — کیں منم اسکندر دارا شکن

مردِ مکِ دیدۂ من کیقباد — کافسر جد فرّ بزرگیش داد

گرچہ جہانگیر شد و تاجدار — نیست جہاندیدہ تر از من بکار

تختِ پدر کرز پیِ پاے من ست — ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست

حاصل ازیں حادثہ کآمد پدید — شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر

ناصرالدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[۱] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

---

[۱] نواح دہلی میں ایک گانون تھا (از شرح نورالعین)۔

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔ چنانچہ خسرو کہتے ہیں:۔

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
جمع شدند از اُمرائے دیار — از ملک و خان و شہ و شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند
روزِ دوشنبہ۔ بگہِ چاشت گاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ
رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ[۵۱] علم سر بہ ثریا کشید
نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری[۵۲] نزول
میمنہ بر تلپٹہ[۵۳] زدیک سرہ — بود میاں اندپٹہ[۵۴] میسرہ
داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کناں تا بگہِ نیمروز
رفت بکیلوکھڑی و داد عون — از مددِ دست چو دریائے جون[۵۵]
قصر شد از فرّ شہِ ارجمند — چون فلک از منزلت خود بلند

---

۵۱ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ۵۲ نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۰
۵۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲
۵۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲
۵۵ دریائے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[1] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:-

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکان زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم
لشکرِ انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش برآورد چو آبے بدیگ
مردمِ آں خطّہ فرو شد بخاک — گرد برآورد از یشاں ہلاک
شہ کہ ز گمراہیِ آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود دستی[3] ہزار
بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خان جہاں چابک و لشکر شکن

---

[1] باربک کا نام سلطان شاہک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ — کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ برناحیہ راندند تند — بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد — نام و نشانے ز عمارت نداد
از حد سامانہ تا لاہور (لاہور ۱۳) — ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[۱]
لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ۔ کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش
تن ز غنیمت بہزیمت سپرد — برزنِ جاں را بغنیمت شمرد
باریک اندر پئے شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خونریز پُر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت — فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بداں چند شتر دل مہار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمّے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور رہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[۱] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسم نوروز و ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
بادہ ہمی خورد و ہمی بود شاد — شادہمی کرد جہاں را زداد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر — برد بسے دامنِ پرسیم و زر
نغمہ زنش زہرہ پردہ شناس — نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے — این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپ گل — ستادہ سروزاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنون — بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار — بنام ایزد چو ماہے بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو — برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے درست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمائے کہ خود بدولت

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیر دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زرائے درست — ہرچہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار — یا زپئے رزم فرستد سوار
کارشناسے کہ درآں راز بود — پرد زتدبیر بینداخت زود
گفت زچندیں سپہ کینہ خواہ — آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

دروسطِ ماہِ ربیعِ نخست — عزمِ سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زدرِ شہریار — لرزہ درآورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو — داد جہاں را ظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور — بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سرا پردہ درآں جا مقام — دشت درآمد زرسنا بدام

مہم مغل سے باریک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باریک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکرِ کافر کُشِ بالا ورد — از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل — بستہ گلوہائے مغل را بہ غل
شاہ براں مژدۂ دولت کہ یافت — بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خورد مے و گنج بہ محتاج داد — بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیران مغل کا قتل

دوسرے دن اسیران مغل اور مال غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیران صدہ[۱] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دور ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ — دست اجل داد بدام و ددہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر — کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام — جام فرو برد ز دورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت — شہ زمے و مے زلبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[۲] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریائے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[۱] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[۲] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاہ — طبل زناں پیش گرفتند راہ
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ — لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآب سرُو در رسید — در سرُو رفت و عناں درکشید
(دریائے سرجو ۱۲ جلد ۱۲)
پیش درآمد زبزرگانِ پیش — چند ملک باسپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشور کشائے — کز لبِ خاناں کرہ بستے بپائے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ — کرد بیک جائے فراواں سپاہ
باربک وشاں ہمہ یک جا شدند — ساختۂ کار مہیّا شدند
لشکرِ شاں پر زصفِ باشکوہ — برلبِ آبِ سرُو شد گروہ

ناصرالدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ماشاد و چشمِ ما روشن"

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا موہنہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبت ہے۔

تیغ زن مشرق ازاں سوے آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ بابر و گرہ — وز پئے کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست زبرنا و پیر — در خورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف زکشی کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری زنمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر بسپارز غیبت من ملک یافت — روے نخواہد زپدر باز تافت
ہم تو کزیں راز ترا آگہی ست — وارثِ ایں ملک ندانی کہ کیست؟
گر دگرے در محلِ من بُدے — تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور بُرد | چشم خود از خود نتواں دور بُرد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است | بندۂ موروثِ درایں شہ است
گر سپہم بر تو رساند گزند | جانِ من ست آنکہ بماند بزند
ورز تو در قلبِ من آید غبار | ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہرِ مرا بیند و ماند خموش

باریک کا جواب سلطان ناصرالدین کو

اس پیام کا جواب باریک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصرالدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باریکِ تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخورِ آں داد جواب سزہ | سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم | بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او راند ہم زینہار
گر دگرے پیشِ من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ

ورز تو از دور بہ بینم حضور — گر نہ گریزم۔ شوم از راہ دور
عطف کنم۔ لیک نہ از بیم کس — از پئے تعظیم شکوہ تو بس
رفت فرستادہ ز راہِ نہفت — ہر چہ کہ بشنید ز شہ باز گفت
شہ چو خلافے ز مخالف ندید — زانچہ ہمی گفت۔ زباں در کشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی۔ ناز پروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد و سخت آمد۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجوز اگرفت — رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

تافتہ از گرمی خود آفتاب — تابشِ او کرد جہاں را بتاب
شب شدہ چوں روز دمی اندرگداز — روز چو شب ہائے زمستاں دراز
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ — خوے شد و از پوست بروں آمدہ
شہ بگہِ کوچ ہمی شد چو شیر — چتر بسر کردہ و تو سن بزیر
لشکر ازیں گونہ جہاں نخی شت — ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علم شہ باودھ در رسید — از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلامِ شہنشاہِ دہر — بر لبِ گھگرّہ بحوالیِ شہر
گھگرّہ ازیں سو بسر و زاں طرف — از تفِ لشکر بلب آوردہ کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روزِ دگر شاہ برآئینِ گشت — آمد و زاں سوے اودھ برگذشت
کردِ صفے بر لبِ آبِ رواں — سودہ بہم پہلوے ہر پہلواں
تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — کردِ چو روشن کہ رسید آفتاب
بر لبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پرِ جگر
دید چو شہ سیلِ مژہ بیکراں — حاجبِ خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشمِ تر — مردمکِ چشمِ مرا دہ خبر
حاجبِ فرزانہ از آنجا شتاب — شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرُود در رسید — پورِ مُعزّی ز کرانش بدید
تیر برآوردہ زکیشِ خدنگ — از سرِ کیں کرد کماں را بچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد — از سرِ کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز — پیشِ شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصّہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغواسے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہرنوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کردی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید — نالہ چوں تیر ز دل برکشید
خشم ہمی گفت ز کینش سخن — مہر ہمی گفت کہ ہے ہے! مکن
آنکہ چنیں ست نویدم ازو — بہتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را ز جوانی و ناز — عزم برآں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ — با پسرِ خویش کہ کردہ است جنگ؟

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد وزِ دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد و شد جاری رہی۔

پیامِ پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام وآخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از راہِ مخالف بتاب تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد ایں فن بتو؟ از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ور ز بد آموز شد ایں رہ پدید گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعوی و آتش دلیک نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی بے ادبی با چو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم تو شۂ یاد نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بجا جب کہ بشہ باز پوے خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
بامنت از بہرِ تمنائے ملک خام بود پختنِ سودائے ملک

پختۂ آخر! دمِ خاماں مزن — من زتو زادم۔ نہ تو زادنی من
ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغِ ملکم بلاغت درست
حرد مخوانم کہ زدورِ زمن — داد خدا دورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے — سر زنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک تو ئی چوں بہ پئے ایں سریر — من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیام پدر

اے سراز آئین وفا تافتہ! — وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدۂ کینہ توز — رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
باچو منے دور کن از سر منی — چوں بصفت من توام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست — تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار — پیشِ تو بیش از تو درآیم بکار
در بدر اکشد ایں گفت و گوی — نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من — جائے پدر گیرم و تو جائے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ — تعبیہ ہائے عجب آمیختہ

کاے برخم چشمِ جفا کردہ باز! دیدۂ مہر تو بر دیم فراز
باہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ نیستم اندر پئے آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیرِ تو گر خواست بجانم رسید من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام عیب مکن گو ہرِ کانِ توام
تختِ جہاں بہرِ تو برپا کرد لیک برآں تخت مرا جا کرد
خواست یکے خواستہ لیکن نیافت آنکہ نمی خواست۔ بر خود شتافت
در بقیس در دلِ تو آں ہواست بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ سا ے برسرم آ۔ تا کنمت زیر پاے

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیام پدر

اے زنسب گشتہ نزاے سریر! ور پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے از پئے ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش ببامم کہ بنامِ توام زندہ و نازندہ ببامِ توام
دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست دیدہ و نادیدہ گرفتارِ تست

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم — بیشتر از دور لئے تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے — روئے مگردان و بترس از خدائے

جوابِ پسر

اے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — دز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہِ پائے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنہ نیا جوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برائے — من بسیمِ اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوئے و من بغرب — حربہ خورد کافی ہاں ہر کہ درآید بحرب
در بملاقات رہی رائے تست — افسرِ من خدمتِ پائے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ — کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
در فگند رائے تو بر بندہ تاب — ذرہ شوم پیشِ چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصرالدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام واکرام دے کر شاد کیا۔

ناصرالدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

باد شہِ شرق کہ آں مژدہ یافت — روش (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کردنشاطِ مے درامش گراں — مجلسے آراست کراں تا کراں
ہر کہ درآں بزم سخن ساز گشت — دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت
روی بہ کاؤس کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت
سوے برادر شود آراستہ — با سپہ و کوکبۂ و خواستہ
جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فروزِ ہمہ قیمت گراں
جامۂ[1] ہندی کہ ندانند نام — آنرنگے تن بنماید تمام
مانَدِ[2] پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں
عود بخروار ز قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن
عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت
سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہِ گراں را بقیامت دلیل
داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسروا ں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا :-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو ز من و حالتِ من بے خبر
صبر من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بسانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — وائے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[1] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲
[2] لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

آمدنم نز پئے ایں کار بود — کافسر و اقلیم تو انم ربود
تشنۂ دیدارِ تو ام روز و شب — شربتِ خود باز گیرم ز لب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را — روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دلِ ریشم بخواں — یا بمن آ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:۔

شاہ بر دیش چو نظر کرد چست — دید در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تختِ بلند — کرد بآغوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر — سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش بر اورنگ بُرد — تختِ کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ زدیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پرسش از اندازہ زغایت گزشت — حدِ نوازش ز نہایت گزشت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف و ہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش — سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ رواروزدند — سکۂ نو بر درمِ نوزدند
رفت خراماں ملکِ ارجمند — تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں — گشت زمیں پُرسمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ — داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای — گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پای
عارض از آئینِ ادب پروری — بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت — خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست — رائے مرا نیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز — تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن — کآمدن از خود طلبی۔ یا زمن؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں — چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر — چشمہ کند برلبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں — بر سرِ ایں چشمہ شود درفشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصر الدین نے خوش ہوکر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ — جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت — مجمعِ بحرین شود روے تخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ — باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور[1] خواست ز دریا گذشت
تا جورِ شرق بر آہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب
کشتیِ شہ تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست کہ شد بر لبِ دریا رسید — گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

---

[1] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

خواست کہ از سوزِ دل بہ پیرا ہر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست۔ نمی آمدش گریہ نمی خواست۔ ہمی آمدش
بود بریں سوے معزّ جہاں ساختہ بر جائے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل تشنہ واز دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ بآغوش تنگ ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر جائے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر کز پسر افسر بر باید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام کز تو بر د پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار! تخت ترا بہ کہ تو ئی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے روبرو کھڑا ہوگیا۔

خسرو نے اِس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اِس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کرکے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُتر آیا اور اُمرائے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید زاندازہ بیش
گفت کہ یک آرزو یم در دل ست — منّتہ للہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت! — دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر — من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر این نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست — ماندزاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود — خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف — کردہ طبقہا ے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند — بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہوگیا اور سلطان ناصرالدین جس کشتی

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہو کر خوش و خرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آ گیا:۔

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد ۔۔۔ زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر ۔۔۔ روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر

زیں نمط از کام چو دمساز گشت ۔۔۔ فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئینِ شاہانہ کے بموجب اِس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے۔ دوسرے روز تحف و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزمِ مغزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:۔

گفت بخاصاں نیکے شاہِ شرق ۔۔۔ تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص ۔۔۔ تخت زر و تاجِ زر و پیلِ خاص

رفت شتابندہ باورنگ گاہ — کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت — تا کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش — روے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل و گاہ — بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازیں پنج چیز — تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اِس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخورِ شاہ — چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
تا جو رآن چتر و کلاہِ سیاہ — کرد بمیعاد رواں سوے شاہ
ہر دو فرستاد بحکم شہی — بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں تخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز — خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسروِ شعرا نے کمال سخن گستری

کی داد دی ہے :-

چوں لبخن رفت بسے داوری — دَور در آمد بہ نصیحت گری
داد نخستش بدعاے پناہ — کایزدت از حادثہ دار دنگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام — داروے تلخش زنصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک وجوانی مناز — نازبدوکن کہ شداو بے نیاز
خشم بہر جرم میاور بکس — زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکوتر زسیاست بسے
درحقِ آں کش برخود داشتی — دیرخصومت شود زود آشتی
ہر کہ زند درہ اخلاص گام — کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ برآرد بخلافت سرے — سربزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بدزہرہ را — آب دہ از زہرۂ اژدہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد — در تہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہواخواہِ تست — ہم بکن آں خار کہ درراہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را — گوش مکن گفتِ بدآموز را
خاص کن آں راکہ خردہست بیش — راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس — گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوے مهمیت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے
گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید کہ کشی از نیام
حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتنت خرد بباید شمرد
جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش دکم از وے نہ کمی و نہ بیش
بیش کن آنہا کہ زیزداں بود — کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود
چشمِ رعایت زرعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر
عدل بود مایۂ امن و اماں — بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں
دادگری کن کہ زتاثیرِ داد — بس درِ دولت کہ توانی کشاد
تا بزمانے کہ تو با داد بسے — نشنود آوازِ تظلّم کسے
دولتِ دنیا کہ مسلّم ترا ست — جانبِ دیں کوش کہ آں ہم ترا ست
دولتِ جاوید نبردہ است کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس
پیشہ نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نے - ز بدِ خود بترس
نیت خیرت اگر امروز خاست — وعدہ بفردا مفگن - کاں خطاست
یافتی از کشتِ ازل خوشۂ — راست کن از بہرِ ابد توشۂ
ترسِ خداوندِ جہان کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل
کارچناں کن کہ بہنگامِ کار — از درِ یزداں نشوی شرمسار
چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خوابِ شبان ست بلائے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کا فور بو — پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقویٰ است پسندیدہ فر — از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند — ہر چہ ز سلطاں نگر ند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب — تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصرالدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہوگئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہوگیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصرالدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمربستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہو گیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد — صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر — گریہ کناں کرد زدریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چوترہ بایستۂ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود — ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار[1] تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہنموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد — دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پسِ آں۔ ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پرخون وریش — دست درآورد بدلبندِ خویش

نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من — جاں نہ ازآنِ دگرے زانِ من

چوں تو شدی۔ دل زکہ جوید ترا — دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا

بے خبرم بہرِ تو۔ شب تا بروز — گر خبرت نیست چنینم مسوز

سوختہ شد جانِ غمم اندوختہ — تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ

کاش نبودی۔ دو سہ روزی وصال — تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال

اے زتو در دیدۂ تاریک نور! — مردمیِ کن مشو از دیدہ دور

صبرِ منِ ما کہ صبوریم نیست — دور زتو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست — آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یک دمے از سوختگاں در متاب

با تو اگر ہمرہِ ہیم مشکل ست — اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

خامۂ من زیں پس و تحریرِ درد — اشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

---

[1] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

آه! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود
چون شغبِ نالہ ز غایت گذشت — گریہ و زاری ز نہایت گذشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت
واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر
اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک
ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر
روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخِ خوں شدہ عنّاب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ برآورد ببانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست — وآمد و شد را ز میاں راہ بست

جامہ بفشیار و فغاں می درید　　جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چورہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ بالا کشید　　سبزہ صف خویش بصحرا کشید

تندیِ سیلاب ز بالاے کوہ　　از شغب آورد زمیں را ستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر　　دشت بہر جوے بآبے دگر

شالی سرسبز ندانم ز چیست　　کآب گذشتش ز سر آنگاہ زیست

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے　　از سر طوفاں شدہ پایاب[1] جوے

آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ　　یافتہ از میوہ زمیں مایۂ

ابر دُرافشاں بشہِ دریا نوال　　ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ　　آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[1] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جویندہ ۱۲

پائے ستوراں بزمیں در شدہ　　گاوِ زمیں را سُمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ　　تنگی جو بود و فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دھوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر و جواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک بادکا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہو گیا۔ بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام و اکرام اور خیرات و مبرّات میں خزانے لٹائے۔

رخشِ طلب کردشہِ کام گار　　شد بگرِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں　　سر بسرِ اندامِ زمیں شد گراں
صفِ سیاہ از عَلَمِ سرخ و زرد　　نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود دبیک جاے صفِ تیغ و تیر — ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ رو دارو کہ برآمد بلند — غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبۂ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت — داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثارِ فرنگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب زگلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پاے کوب — گشتہ بمو ازرہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ — نرم ترین راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید — تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند زہر سو نثار — فرشِ زمیں شد زدرِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم — تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج — خواستہ می داد و ہمی بُرد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے۔ مگر تواریخ[1] سے ثابت ہی کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

کے بعد سلطان ناصرالدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ ایں تو بکرم رہنموں واں دگرے را بزمیں ریزخوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع بَرن (بلند شہر) سپرد کئے گئے۔[1]

مَلک نظام الدین اقطاع ملتان کے لئے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیّر کی لِم سمجھ گیا جانے میں لیت ولعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔

یہ شخص بڑا مدبّر اور کار داں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک وخوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجّو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغراخاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے بعد ازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائدِ خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِّ حریفاں زدو جانب قطار ہر یک ازایشاں ملک نامدار

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا　　بازرسانیدہ سخن برسما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطی ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد　　زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد

دو چتر از دو سو سر برآور دا ز در　　زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد

پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں　　کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

زہے جہاں داری و بادشاہی　　جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد

یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں　　کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد

دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے　　کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

بدیو و پری گوے اے باد! کاینک　　دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد

کنوں روے در چیں نیارند ترکاں　　بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد

بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو　　کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

بصد میہمانی صلا داد عالم　　چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی | امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعَلَمِ فتح دراں راہِ دور — سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
از کفِ جود و کرم حق شناس — کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تا زچناں بخششِ خاطر فریب — بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
دراو دم بُردز لطفے چناں — کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
درا[1] اودھ از بخششِ او تا دو سال — کرد[2] ہیچ غم و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[1] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۱۲۸۶ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج — ماندہ بدہلی زفراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم — نامہ نویساں زپئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش — چند گہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ زغایت گذشت — باعثۂ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ اُمیدوار — باز نمودم بخداوند گار
داد اجازت برضائے تمام — تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خرجِ رہم زاں کفِ دریا نثار — گرم رواں کردد و کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناہ — شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمر ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم ہادِ زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

میں دلّی پہونچے وطن کے در و دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من — گریہ زدہ دست بدامانِ من
حاملِ خوں کرد غمِ مادرم — زادہمیں بود براہ اندرم
قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز — بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز
یک مہِ کامل بکشیدم عناں — راہ چنیں بود دگر شش آنچناں
ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر — در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر
خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں — چشم کشادم برخِ دوستاں
مرغِ خزاں دیدہ بہ بستاں رسید — تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید
مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش — زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیدہ نہادم بہزاران نیاز — بر قدمِ مادرِ آزرم ساز

مہربان ۱۲

مادرِ من خستۂ تیمارِ من — ق — چوں نظرش گند بدیدارِ من
پردہ زروئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں ببرم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را — کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فوراً حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلئے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی روا روی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالائے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد را کہ شہ بر تختِ سلطانی نشست — در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدّنیا کہ از دیوانِ غیب — نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ — باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟ — تاج زرنیش کہ بر بالائے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والائے خویش — تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟

بر سرش چوں سائباں شہپر همی گفت آسماں — سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب — چوں زچترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہر گردوں در خیال افتادہ اند — مہر او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

تا غبار با دپایش چشمِ جاں را سرمہ داد — خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سر ہا شانہ ساخت — در سرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست
روز ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکان او — نیستانی در دلِ شیر نیستانی نشست
در دلِ بد خواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت — گویا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب — تا غبارِ کافر از راہ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل — تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمر ہاے مرصع کز تو بر بستند خلق — ہر بزرگے تا کمر در گو ہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت — پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست
بر درِ قصرِ تو فردوسِ رضوانِ بہشت — شاخِ طوبیٰ را عصا کردہ بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با بُرجِ جوزا ہم کمر — بندۂ خسرو چوں عطارد در ثناخوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعرائے دربار اُس کی نظر میں ہیچ پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا اور دو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ — زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابِ بندگی — داد نویدم بصفِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم — محمدتے تازہ بپرداختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک — تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ کشادم زبند — کردمش انشا (قصیدہ مدحیہ) بآوازِ بلند
شہ چو دُرِ چیدۂ من دیدہ تر — مُہرہ بچید از نُدماے دگر
داد باحسان رہی بردرم — جایگی خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو اِن کے کمالِ سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا آناصلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ سلطان نے کہا "میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں"۔

اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ "اے ختمِ سخن پروراں! ق ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست — ہمت ما را طلبے در سرست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست — از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم ز گنج — کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! — بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بُوم داعی مدحت طراز — تا چو توے را بمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے — ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست — نیست مگر پارسیِ نادُرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں — دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! — کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی — شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں — قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگر ہجر درآرد ز پاے — آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود — از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد — مُہرِ زر و خلعت شاہیم داد

تصنیفِ مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہو کر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجاآوری فرض ہو گئی۔

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی	آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شدہ از بارِ گہر گردنم	فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم
گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست	عقل سراسیمہ و اندیشہ مست
روے نہاں کردم از ابناے جنس	نے غلطم بلکہ خود از جنّ و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود	آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج	سینۂ خاکیم بروں داد گنج
ہمّت مردانہ بہ بستم بکار	ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلمم تا سہ ماہ	روز و شب از نقش سپید و سیاہ
تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست	راست شد این چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامۂ	از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضان شد بسعادت تمام	یافت قِراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت	بود سنہ شش صد و ہشتاد و ہشت

سالِ من امروز اگر بر رسی ۳۶ راست بگویم ہمہ شش بود وسی
زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ باد قبول دلِ داناے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خون جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام کایں گہر از حقہ برآوردہ ام
ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر از خوے پیشانی و خونِ جگر
تا نہم از فکرتِ پنہانیش گہ بجگرگاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

تین ہزار ۳۹۴۴ نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ نساخین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فسہ زند گم ہو جاتا ہے:۔

من چو نکردم عدد ش از نخست — گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند! — بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار — نہ صدو چار و چہل ۳۹۴۴ دسہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں — آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود — آہ کسے! کش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کر کے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرزِ سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہو گی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اِس مضمون پر قلم اُٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز تمامِ صفتِ ہرچہ ہست — شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست
طرزِ سخن رارو شِ نو دہم — سکۂ ایں ملک بخسرو دہم
آنچہ زسرجوشِ دلِ نقشبند — ق — معنی نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہنر بیختم — پختہ و سنجیدہ درو ریختم
زیں پس اگر عمر بود چند گاہ — ق — کم ہوس آید بسفید و سیاہ
رنگِ زیادت ندہم خامہ را — سادہ ترین نقش کنم نامہ را
کانچہ ہمی شد بدلم خار خار — یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ "بادشاہ نے صلہ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجاے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ نہ دے گا تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چند کرکے مستحقین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔"

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں و جمشید کا ساخزانہ بھی عطا فرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہوگا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھے گا مجکو یاد کریگا۔

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامہ داد مرا گرمی ہنگامہ

نز پے آں شد قلمم سحر سنج کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج

من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک

گر دہدم تاجورِ سربلند دُرِ نتواں باز بدریا فگند

ور ندہد زانِ خودم رائگاں رنجہ نکردم چو تہی مائگاں

یک جو ازیں فن چو بداماں نہم دہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج از پئے یاراں برم نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ایں ہمہ شربت نہ بداں کژدہام کآب ز دریائے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر

ور دہدم گنجِ فریدوں و جم ہدیۂ یک حرف بود۔ بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمّت کا زہر نہیں اُگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی فکر سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنیٰ کی شکایت

پھر کہتے ہیں کہ "وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کئے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے "

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ بُرِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
ہر چہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم — زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں — ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک — حاجب کالامن و من شرمناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند — جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس — بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ — چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

آنکہ وراو رسخن آوازہ بیش — زخم زناں بروے زاندازہ خویش
ہرگل وخارے کہ رسد زیں خزاں — لے خوش ازاں گردم ونی رنجہ زاں
ہرچہ ستایش کندم مرد ہوش — گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بعنبر وراوفتم — ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم
چرب زبانی نبود سود مند — طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہرست — گر ہمہ نفریں کندم درخورست

حسّاد کا ذکر

خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

بازکسے راکہ حسد رہ زند — زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر بمثل صد ہنر آرم زغیب — ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ — یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش — عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ورکم ازیں مایہ رسیدش زغیب — طفلِ رہِ ماست نہ طفلانِ حیِ عیب!

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت

خسرو شعرا نے دورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النّفس اُمرا

و ملوک غزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم — بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے — خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بزرانند و دہ ناقص عیار
کور دل از دولت و کوتہ نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے — سفلہ وشے دوں صفتے تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیازند پیش — بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

ایں سخن چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست — زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیّت آں دارم ازیں پس بہ راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

پشت بخویم نہ پناہے زکس　　چوں بخداوند کنم روے وبس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنف مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اِن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

در ہوسِ مثنویت در دل ست　　حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو　　گفتِ بدم مثنو و نیکو مثنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر　　وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ از و شد چو معانی تمام　　خام بود پختنِ سودائے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست　　ویں رہِ باریک بہ پائے تو نیست

گفتۂ او را شنو و گوش باش　　گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورائے کہ در و دیدہ اند　　خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی او راست ثنائے بگو　　بشنوش از در و دعائے بگو

در ہوست می نگذارد عناں　　می کشدت دل بخیالِ چناں

کوششِ آن کن کہ دریں راہِ تنگ　　زاں گلِ تر بوے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب　　پختگیش ہم ز نظامی طلب

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست　　چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد و مدّاح اور مقلّد ہیں۔

و غزلیات یادِ جوانی دہد　　و ز خوشیِ طبع نشانی دہد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند　　ہر چہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن!　　شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنّف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہ ہی خیال کیا جاے گا کہ خاتمۂ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس ۴۰ سے گذر کر پچاس تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش — مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شدہ در پنجہت آمد نشست — پیش مبیں پیش کہ اُفتی بہ شست
نوبتِ تو بہ ست گرانی مکن — روے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اُس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر اُلجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! منِ غافل بہ راز — ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آں را کہ نمائے نیست — توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں ز تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز — ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند — بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش — در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام — بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے۔ تو یہ اُسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

اِن اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثنائے سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1]۔

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شرابِ خوارمن　　یار گرا دوست کے بود توبہ و زہد یارمن

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کردیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی۔

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہے۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہے یہ کام اب شروع کرتی ہیں و ما توفیقی الا باللہ

خصائصِ مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہے کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہے۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہے اور جب مضمون طویل ہوتا ہے تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہے اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہے۔ یہ قدیم دستور ہے۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہے۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۳۰ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہے اور بحر ایسی اختیار کی ہے جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے چند

اشعار عنوان بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں — برسر نامہ زحید نوشتم عنواں
نام ایں نامہ والاست قران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں
در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را — داد باران گنہ شوے زعین غفراں
نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش — پردہ داریست نشستہ زپس شاہ دواں
وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد — سرّ اسرا[1] اش زز لف سیہ مشک فشاں
مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ — نقشِ آں داغ شدہ ننگِ فلک را بر راں
در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش — آیم و این گہر چند فشانم زز باں
صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم — ہست منشور وے از حرسہا اللہ نشاں
صفتِ مسجد جامع کہ چناں ست و رود — شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبی بجناں
صفتِ شکل منارہ کہ زرفعت سنگش — از پئے خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں
صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی — ریختہ دستِ فلک آب خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہے جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہے۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصر الدین کی لشکر کشی اودھ پر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہے کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[1] اشارہ ہے اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الخ لفظ اسری جو اس آیت میں آیا ہے فعل ماضی ہے جس کا مصدر اسرا ہے جس کے معنی ہیں شب راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا"

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ :-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں :-

۱- فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے :-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقیِ او خضر بہنگام بزم
بندہ زیادش بہ حال شاد ویں غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادۂ روشن و رخسارۂ دل خواہ کجاست؟
آتش اینک دل و می گریۂ خونیں تنِ من خرگہ گرم ولے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں کھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ما ہرو نہیں ہے۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک　　گفت یارب کہ کجا پائے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جاتا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش رہ بنگئی تھیں۔ بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟ ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہے وہ نہایت پر لطف ہے ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ ز بیداری شب　　آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہے؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہے وہ سر کے اور تیرا رُخ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

غرمِ حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق　　توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہے کہ حج کو جائے اور وہاں جاکر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زادِ راہ تو یہی غمِ دل ہے (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتائے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہے؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا)

۲- جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :-

جملۂ عالم بوفا جوئیش　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول　　یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز غرمِ لشکری دارد　　دلِ من بُرد و پار۔ امسال با جان داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگد کوبِ ستم گشتم — ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد

مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ[1] کافری دارد

توئی دیوانہ وشِ جاناں کہ داری سایہ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد

مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم — نمی گوید "مکش" لیکن سخن در لاغری دارد

بہ بدنامی برآمد نامِ خسرو گر بپائے دیدہ — نہ یک تردامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تردامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو اُلٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمالِ سخنوری ہے۔

۳۔ موسمِ خزاں کی صفت کے بعد ؎

چنگ نوازاں بہ ہوا سر کشید — چنگ نوازندہ نوا بر کشید

گفت برآہنگ نمط[2] ہائے تنک — ایں غزلِ نغز برآور ز چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت — سرخ روئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سُرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند — صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[1] کیش، مذہب و تیردان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [2] نمط ہائے تنک راگ کے باریک پردے ۱۲

ہر چہ از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو　　اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری　　با گل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست　　ویں غزلش بردہ بسے دل ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　وقتے[1] ست خوش بہار کہ وقت بہار خوش

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا　　مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے　　جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن و سوئے دوست رو　　ما را بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بُلا کر لا"

چیزے دگر مگوے و ہمیں گو کہ در چمن　　سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بجدیثے کہ باز گرد　　پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو فعل (باد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقت بلکہ خوش کردی"

اپنے آگے آگے لانا)

ور بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بنزد من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف — سرخوش[۱] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سرو[۲] پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست برشکنی[۳] ہا براہِ ناز — وز خستہ و شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵- جس روز اسیرانِ مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت — شہ زمے و مے زلبش کام یافت
باد ہمہ وقت بشادی و ناز — بادہ کش و خصم کش و بزم ساز
گفت ہمی زہرہ بربط زنش — ایں غزلِ ترز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم — تیر بکشائے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے — ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب درمیاں کنم ہر دم — از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

۱ سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
۲ سروِ پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ ۳ برشکنی۔ منہ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی)

غمِ خسرو بگو میت کہ اگر　　از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہے اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہے اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہے۔

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام　　دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند　　گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

(کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا)

عمرِ ابد باد بعیش اندرش　　ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید　　دل بمقصودِ خود الملتہ للہ برسید

آمد آں روشنی چشم و باستقبالش　　مردمِ دیدہ دواں تا بسرہ برسید

آمد آں سادہ زنخ۔ برمنِ بیہوش زدآب　　برسرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں　　ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسرو اگر سد ابلہ بہشت ایں چہ عجب　　عجب آں ہیں کہ بہشتے تبوابلہ برسید

مقطع کے مصرعۂ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہے اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے۔

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہے کہ نہ کہیں دشمن پر چڑھائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند — جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطرب فرخندہ فال — دور مباد از غزل و از غزال[1]
با خوشی دل چو شود بادہ کش — زیں غزلم گوش گرایش خوش

غزل

بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ — ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دے کہ یار آمد و گفت — چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پائے بند تو شد جان در آفتاب مگرد — مسوز جانم و باز آ شتاب در سایہ
بگفتِ خسرو بکشائے زلف تا شنید — حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں :-

چنگی او عقل فزائے جہاں — عاقلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے — در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال - جوان رعنا ۱۲

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوختہ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد
خسروا! یارِ تو گرمی نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکین دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹- ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندرش ق بادۂ خوں رنگ صفا پرورش
دادمرا ایں غزلِ پرخیال — بر دلِ چوں آئینۂ او جمال

غزل

زسرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
من از آرزوت مردم دلت ار چہ نیست با من — تکلف ار توانی شبے آرزوے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتوانان — بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰- کیقباد نے ایک روز مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :-

شاہِ گراں سرزمے خوش اثر — باد! مبادش گرانی بسر
دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنوائے سرود
مجلسِ او زیں غزلم گشت مست — مست و گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شرابِ خوارِ من — یارِ گرا وست کے بود توبہ و زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگذری دیدہ گہر فشاں کنم — خواہ قبول و خواہ رد نیست جزیں نثارِ من

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :-

در نظرِ شاہ مبادا! کہن — ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرَد؟ — پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می بَرَد؟
ایں خطِ پرزمہر۔ بدلبر کہ می دہد؟ — ویں دردِ سر بمہر بدر ماں کہ می بَرَد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق — ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ "دیوانہ گشتہ" — اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل" — "دارم۔ ولے بکوے کہ فرماں کہ می برد؟
درد اکہ دل زخسروِ بیچارہ می رود — واگاہ نے زبردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہے۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہے اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہے اور اس رنگا رنگی سے اُس کا مقصد

تفننِ طبع ہی کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہی۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہی مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل ان ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہی علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہی کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہی۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہی کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہی کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہی۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہی۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی
۲۔ ؍؍ جامع
۳۔ ؍؍ منارہ
۴۔ صفتِ حوض
۵۔ ؍؍ مردم دہلی
۶۔ ؍؍ آتش

۷ - صفت شہر نو و قصر نو

۸ - 〃 فصل خزاں

۹ - 〃 فصل بہاران

۱۰ - 〃 موسم نوروز

۱۱ 〃 چترِ سیہ

۱۲ 〃 〃 لعل

۱۳ 〃 〃 سپید

۱۴ 〃 〃 سبز

۱۵ 〃 〃 گل

۱۶ 〃 دورباش

۱۷ 〃 تیغ

۱۸ 〃 کمان

۱۹ 〃 تیر

۲۰ 〃 رایت لعل

۲۱ 〃 موسمِ گرما

۲۲ 〃 خربزہ

۲۳ 〃 کشتی

۲۴ صفتِ اسپاں

۲۵ 〃 شب

۲۶ 〃 شمع

۲۷ 〃 چراغ

۲۸ 〃 سیر بروج

۲۹ 〃 اختر و طالع

۳۰ 〃 بادہ

۳۱ 〃 قرابہ

۳۲ 〃 صراحی

۳۳ 〃 پیالہ

۳۴ 〃 ساقی

۳۵ 〃 چنگ

۳۶ 〃 رباب

۳۷ 〃 نائے

۳۸ 〃 دف

۳۹ 〃 پردہ
پردہ شناسان

۴۰ صفت مائدہ خاص

۴۱ ؍ بیرۂ تنبول

۴۲ ؍ نغمہ گری
زنانِ مطربہ

۴۳ ؍ تاجِ مکلّل

۴۴ ؍ تخت

۴۵ ؍ پیل

۴۶ صفت صبح
کلاہ سیاہ
چترِ سپید

۴۷ ؍ چشمۂ خورشید

۴۸ ؍ موسم باراں

۴۹ ؍ قلم

۵۰ ؍ محبرہ (یعنی دوات)

۵۱ ؍ کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک دلآویز مضمون ہے اس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:-

آنچہ زسر جوشِ دلِ نقشبند | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہ ہنر بختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل بروں | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

ہر صفتے را کہ بر انگیختم | شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نہ زدم دست بدامانِ کس
نیست زکس لولوے لالائے من | ژرف بیں و رتبہ دریائے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص

البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہوگئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:-

چوں سخن از لطف لسانے نداشت | کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف بداں گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
عیب چناں نیست کہ نہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دیں و داد — جنتِ عدنِ[2] ست کہ آباد باد!
ہست چو ذاتِ[3] ارم اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات[4]
از تہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام
حصنِ برونیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں
حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیرست و حصارش زبر
قبہ اسلام شدہ در جہاں — بستہ او قبۂ[5] ہفت آسماں
ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک
تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سر بلند

---

[1] کنف - پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا - اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ — زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ دروے زسپہرِ کبود — فیض زیک خواندنِ قرآں فزود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں — رفتہ زنہ گنبدِ بالا بروں
ہرکہ سعادت بودش رہنمائے — بردرِ او سر نہد آنگاہ پائے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ — بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
از پئے برر فتنِ ہفت آسماں — کردہ زمیں تا بفلک نے دباں
مسجدِ جامع زدروں چوں بہشت — حوض زبیروں شدہ گوہر سرشت

صفت حوض

درکمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — درسدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آبِ حیات کا آئینہ ہے۔ یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا:-

شہر گرازوے نبود آب کش — کس نخورد درہمہ شہر آبِ خوش
ور نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں در خورد آبے چنیں

اس کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جا گرتا ہے ؎

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں بریں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور — نورکزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کر دی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہر چہ ز صنعت بہمہ عالم ست — ہست در ایشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند — اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست — ریزۂ چیں کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفتِ فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — داد بشب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ — کش بگہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان — گرچہ نہ بد برف بہندوستاں

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا — مہرۂ بلّور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز — کردہ باندازۂ آں پا دراز
وآنکہ ز اندازہ بروں بُرد پائے — سزدی ایام نمودہ سزائے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد — مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
دکدکِ دندانِ برہنہ تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش ازانجا کہ بدل جاے کرد — دود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہے اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہے یہ حسن تعلیل ہے کہ سردی کے سبب سے جو مُنہ سے بھاپ نکلتی ہے اس کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہے۔

گرچہ ز بر دستِ عناصر نشست — گشت بسر ما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد — دیگ بسے پخت و لے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ — گاہ بسے خانہ برانداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ ز پس — خود بمیاں ماندہ چنیں دیدکس؟[2]

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہے کہ کرۂ نار سب سے بالا ہے۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبےٰ درِ او را بشاخ
بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدی اثر
آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ در و صورتِ خود را بہشت
ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "خشتِ پیر درخشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید
طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہر نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں بچمن خانہ ساخت — باد رواں کرہ بہ گلزار تاخت
جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود — گشت چو صوفی بر کوع و سجود
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار — گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
ہر شجرِ باغ ز سر تا بنہ — ماندہ ز بے برگی خود برہنہ
نرگسِ بے دیدہ رواں کو روش — خار عصا بادِ خزاں کورکش
رختِ نی کرد درختاں ز سر — گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر
بر زمیں افتادہ بسے نازنیں — لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں
گرچہ ز کہ لالہ نہاں کرد پے — لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد — شاہ زمیں در تہِ دینار کرد
گرچہ کہ بر لبست ہوا سیم آب — شاہ کشاد از کفِ خود سیم ناب
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود — فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ عَلَم بر کشید — ابر سرا پردہ بر اختر کشید
سکۂ گل چوں درمِ شہ زدند — سکہ بصد وجہِ موجہ زدند
جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش
گل ز کرم زر دہد آں را کہ ہست — وز پئے خود جامہ نسازد درست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشترے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن کردہ است — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیم سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ شمیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہِ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گل چنبپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ ز رآمد پدید
کشت ز سر شف گلِ زر وام داد — گل بزمیں گونہ زر وام داد

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیرانِ مغل پیش کیے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلوں نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہائے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

کافرِ تاتار بروں از ہزار — کرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش - کلہ از پشم میش — آتشِ سوزاں شدہ با پشم خویش

سر تبر اشیدہ زبہر قلم[1] — زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ[2] — دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از رنگ شدہ بوے شاں — پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دبّہ[3] نم یافتہ — جاے بجا کنجلک[4] و خم یافتہ

بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب — یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ برلب فراز — سبلتِ[5] شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن[6] کناں — اہلِ زنخ را بہ محاسن چہ کار؟

از پشتِ[7] شاں سینہ سپید و سیاہ — کاشتہ کنجد[8] بزمینِ تباہ

بر تنِ شاں از پسِ بے شمار — پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — ہر ہمہ دندانِ[9] خرد بے خرد

شدہ بعجب زاں ہمہ روہاے زشت — کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیو پدید آمدہ ہر یک بروے — خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

[1] کاٹے جانے کے لئے ۱۲ [2] بے بہرگی - بے نصیبی ۱۲ [3] کپہ ۱۲ [4] سلوٹ ۱۲

[5] مونچھ ۱۲ [6] بال ۱۲ [7] جوں ۱۲ [8] تل ۱۲ [9] کنایہ ہے احمق سے ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

ہر دم صبحے کہ دمادم گرفت — آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روزے اندر گداز — روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پنہِ سایہ رخت — سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانب سایہ شدہ مردم دواں — سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ — خوے شدہ از پوست برون آمدہ
پائے مسافر بردِ گرم و دور — زآبلہ بر قبہ چو نانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں — آہوے صحرا شدہ آہے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ زتابِ تموز[1] — مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا وکشت — گوے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ در وے نبات — خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں — خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خدائے حکیم — خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماہِ نوے کاصلِ وے از سالِ خاست — یک مہ نوگشت بدہ سال راست

نام درخت ۱۲

ہم چو کماں پُرخم و تیر از میاں — تیر ستادہ ہت کمانش رواں

پیشتر از مرغ پَرد در کشاد — پیشتر از باد رود روز باد

گرچہ بدریا گزرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم

بگزرد از آب و سوارش بخواب — غرق نگردد چوں سوارانِ آب

با سبکی بار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد — چوں دمہ[1] آتش دہانانِ[2] باد

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

از ہنر آراستہ پاتا بفرق — گاہِ روش ابر بجستن چو برق

کوہ گراں لیک گراں سنگ نے — یک تگ شتاں خبد و فرسنگ نے

از تگِ شتاں کہ رہ صرصر زدہ — باد بدیوار بسے سر زدہ

آبِ واں از پئے صحرا گشت — باد صبا از پئے گلگشتِ دشت

پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک — بادِ مجسم شدہ بر روے خاک

تیزی خنگانِ[3] محیط آزموں — آب ببر از فلکِ نیل گوں

---

[1] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲ [2] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲ [3] سپید گھوڑا ۱۲

[4] کاوہ لگانے والا ۱۲

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن
خوردنِ آں بوے دہن کم کند — سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد۔ گرسنہ در دم شود — گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھائے تو بھوک لگاتا ہی اور بھوکا کھائے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سُرخیِ رویش ز سنہ خدمت گرش — چونہ وُ فوفل شدہ رنگ آورش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو اُفتد ز شاخ
برگِ عجب بیں کہ گسستہ ز بر — از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون — چار ستوں۔ زیرِ گہِ بے[1] ستوں
پیچش خرطوم بسانِ کمند — اژدرے اُفتادہ ز کوہِ بلند
در زمیں آنجا کہ سرا فراختہ — مار ز سر۔ غار ز پا ساختہ
کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں

---

[1] نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

رفے چو در حملہ نہد گاہِ کیں — زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آوازداد — گنبدِ گردندہ صدا بازداد
بانگِ بلندش زدہ بار عدکوس — ابرِ بلندش بقدم دادبوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش — بیش کشد دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل — دیدہ ام ایں را بتجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی

شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زور طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً حمد، نعت، معراج، مناجات، ثنائے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنفؒ نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر — از خوے پشیانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہیچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقمِ نعت رموزش عجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش — پیش کہ بکشد زدروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ زسعاداتِ سبع

مخزن پیشکش

اس مثنوی میں حمد نعت معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہوسکتی ہے جو اصحاب حقیقت و ارباب معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم　　نے بوجودیکہ بود از عدم

(خدائے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہے جس کی ہستی قدیمی ہے نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزائے بصرِ دوربیں　　دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہے اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہے اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہے)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم　　علت و معلول در و ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہے کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہے)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او　　ور برد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہے تو محض اُسی کی مدد سے)

ہستی ما نزدِ خرد اندکے ست　　واں ہمہ با نیستی ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست　　ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے، جو صفات و اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر　　آنکہ در انیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد　　زندۂ باقی بہ بقائے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس از و پیش نے　　ماند در آخر کس از و بیش نے

(وہی اوّل تھا اُس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کرد خرد وحدتِ اورا سجود ثانی او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حصرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے خود نتواں بود بشرکت خدائے

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُوَر چون؟ وچرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون وچرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک پاک تر از ہر چہ بگویند پاک

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست زمردم دروغ تا نہم از و دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔

دورِ زمیں را بزماں بازبست دام و دد از وے باماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:-

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بروست آنرا نجود ہمراہ میگرداند و ازوے کواکب گاہ غارب گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در تخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات | یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:۔

سوے خود م کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود — کاں بتو ام راہ تواند نمود
آنچہ دلم را ز تو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بہ است
بر منِ رسوا شدۂ عیب کوش — عیبِ تو پوشی کہ تو ئی عیب پوش
من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سوزدہ ام بارگاہ
جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ — کآمدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟
بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوے خویش فرازم بری
سترِ مرا چوں ہمہ دانندۂ — باز رہانم کہ رہا نندۂ
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست — رحمتِ تو از پئے ایں ذر راست
از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت | پیشِ رو کوکبۂ[1] انبیا — کوکبش از منزلتِ کبریا
از حدِ ناسوت[2] بروں تاختہ — بر خطِ لاہوت[3] وطن ساختہ

---

[1] انبوہ لشکر ۱۲ [2] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[3] مقام ذات ۱۲

نورِ نخستش چو عَلَم برکشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اول نورِ محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضانِ وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہوگئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا ما　　تازہ تر ست ایں خطِ والا ما

گر ز گذافے بدے ایں رہ بپائے　　او شدو ایں نیز نماندے بجائے

صلعم"

ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد — کے بہمہ وقت روائی دہد
ہست شہے کو زجہاں بست بار — دولت او تا بہ ابد پائے دار

معراج

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں — رفتن و باز آمدنش توماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامی نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے:-

"واں سفرِ عشق نیاز آمدہ — در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو بر حمت فتاد — اُمتِ بیچارہ نرفتش زیاد
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ — قطرہ چکانید بکام ہمہ
قطرۂ او چشمۂ والا شدہ — چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ
نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور — آمد و آورد برائے ز نور
داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ — خیز و بدریائے ابد جوے راہ
برق صفت جست بہ پشت براق — کردہ بمیثاق شتاب از دثاق
جست بروں جوہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں بر دذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

منزلے یافت منازل نورد　　کیف وکم از راہ بروں برد گرد
پردۂ خویشی زمیاں خاستہ　　مرتبۂ بے خودی آراستہ
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال　　بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
جامِ عنایت زصفا نوش کرد　　وز خودی خویش فراموش کرد

مدحت شاہ | اگرچہ ممدوح کا رویہ نا ممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُرافشاں کنم　　پیشِ کشِ حضرتِ سلطاں کنم
اے سخن! از رشتہ بروں آ دُرے　　وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر
زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ　　تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ
شاہ سکندر روش و دارا نشاں　　آئینہ روئے سکندر روشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہے جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہے :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام　　تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہے کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم مغربی | سلطان ناصر الدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقاتوں کے تحت میں کر چکے ہیں اور جس کے بیان میں خسرو شعرا نے ہر ایک ادنے

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبعِ ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

صفتِ شب

شب چو بیارست سر زیرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں بود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسو داگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہر جہاں — ہیچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفتِ شمع

شمع بہر بزمگے سر فراز — خاصہ ببزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دود مدادے زسر — دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفتِ چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز

پیش رو راه ز نورِ بصر　　گم شده را در دلِ شب راهبر

صفت بادہ

مَی که عرق از تنِ مردان کشید　　گوهرِ هر مرد از و شد پدید
پیشِ چناں گوهرِ یاقوت رنگ　　کوه زده بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ار چه بر و شد وبال　　هر چه نمک خورد مداں جز حلال
طرفه حرامے که بهر دست گاه　　حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه
لاجرم او داشت نمک را عزیز　　حرمتِ او داشت همه خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینهٔ قرابه بر آورده شور　　وز خسِ خود چشمِ بداں کرده کور
خونِ دلش گرچه لبالب خوری　　هم نه کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشت لبالب ز مے جاں سرشت　　کرده حدیث از لبِ جوے بہشت
بادہ تو گوئی که در و از صفا　　هست معلق بمیانِ هوا

صفت ساقی

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　برده بیک غمزه ز عالم شکیب
نرگسِ نازندهٔ او نیم باز　　سینے از و خواب و دگر نیمه باز
از کفِ او دود دِ مادم خوش ست　　ور بمثل جور بود هم خوش ست

چوں بدہد بادہ وگوید کہ "نوش" مست بروزِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سرافگندہ سرا فراختہ موے بمویش زہنر ساختہ

صفتِ رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم وجاں دادہ باز

صفتِ نے

نائے دہاں بستہ وبسیار گوے نائے مگوکش بفسوں مار گوے
بازکند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
ہرسخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردہ وَ در پوست کرد

صفتِ مائدۂ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں
خوانچۂ آراستہ پیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار
صد قدح از شیرۂ آبِ نبات در مزہ ہمشیرۂ آبِ حیات
نانِ تُنک صاف بداں گونہ بود کز تنکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری زطرب قبہ بست　　زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری　　انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ برانداختہ از آفتاب　　کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ　　جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش　　صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ　　تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک ادائے خاص کی تصویر کشی کی ہے جس سے مضمون شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشنِ نوروزِ مغربی

دلّی میں کیقباد نے جشنِ نوروزی کیا ہے خسرو نے اُس کا تمام سامان اس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں ساز و یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زرّیں　　(۲) مومیں　　(۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

اُن کا حساب لکھ رہا ہے۔ حاجب پکار پکار کر تفصیل بیان کرتا ہے۔ رات کو بزم مے نوشی کی دھوم دھام ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ　　سایہ رساند زماہی بہ ماہ

یک دو ہزار اسپِ مُرصّع ستام[۱]　　از دُمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ باد صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[۲] جلہا سیہ انداختہ　　آتشے از دودِ سلب[۳] ساختہ

(دائیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[۴] از پوششِ جلہائے لعل　　جلوہ کناں باد زگل ہائے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سُرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ سپہ صفِ پیلانِ مست　　ابر و ہوا کردہ بصحرا نشست

قلعۂ آہن تہِ بر گستواں　　قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھڑ پڑی ہے۔ قلعہ قائم ہے اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جائے بار　　کردہ برو ابر جواہر نثار

---

[۱] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲　[۲] میمنہ۔ دائیں طرف ۱۲　[۳] سلب۔ لباس ۱۲

[۴] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲　[۵] مراد گھوڑوں سے ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ — مرغ ز زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہے کہ گویا اُڑا چاہتی ہے)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست — کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب — کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی)

یافتہ سبزہ ز چمن ہا درود — بہرِ درود[1] آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک[2] — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
طلسِ ز رلعبت بدیوارِ سنگ — دادہ بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا — کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا[3]
خاک ازاں مفرشِ زر بافتہ — خلعتِ نوروز ز شہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ — از طرفِ میمنہ و میسرہ

---

[1] کا ٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں، تحسین ۱۲ [2] نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ [3] بے شک و شبہ ۱۲ [4] فرش ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سریر　　چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر
آب دُر از تاج و قبا و کمر　　تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی۔ اس شعر میں ایک تولف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے۔ اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی۔

تن چو دراں خلعتِ دشن گرفت　　خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہوگئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہوگئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں　　سہم زناں برجسمِ اختراں

(فوجی سردار جو ادھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ[1] بار آمد وصف راست کرد　　ترکِ فلک ہیبت او خواست کرد
پیش کشیدند گراں تا گراں　　خدمتیِ[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲　[2] نذر ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافۂ چینی زمیں — باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست — تیغ واں دست چپ و دست راست
حاجبِ فصّال چو قمری وسار — نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو برآئینِ بہاراں زمیں — کرد ہوا پُر ز گل و یاسمیں
شاہ نخلو تگہِ دولت شناخت — خلوت از و دولتِ جاوید یافت
کرد رواں برکفِ چوں لالہ زار — بادۂ گل رنگ ببوے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ برخاک ریخت — در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر — پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من زپئے سوز راست[۵۲] — رحمتِ تو از پئے ایں روز راست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام — نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

[۱] تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ [۲] مینا ۱۲ [۳] "پئے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

عذر زعاصی بود اندر گناہ　　طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسر یرِ عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپر داختہ　　منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت　　تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد　　وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست　　فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل　　وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید　　بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں　　رفتن و باز آمدنش تو اماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہے جو سلطان ناصر الدین کے ساتھ بنگالے سے آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق زادہ تا بہ بنگ　　چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز چنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1]　　ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

تا جکِ[1] گردن کش و لشکر شکن — بیشترے نیزہ دو روتیغ زن
راوتِ[2] ژوپیں[3] زنِ خارا شگاف — پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف
خشت زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بہ سنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام
پیکِ گراں سنگ سبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود روزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زناں آب ز مردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلی سے روانہ ہوتا ہی ؎

نورِ علما کہ بہ کیواں گرفت — آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید — در رخِ مہ کرد محاسن پدید
دمدمہ کاسہ بآوازِ خوش — کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — پیرِ فلک خانہ زِنے ساختہ
ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود — رفے زمیں عرصۂ شطرنج بود
جنبشِ اسپاں ز سمِ خارا شگاف — لرزہ در افگند زمیں را بناف
ہر یک ازاں کوہ تنانِ چو پیل — رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل

---

[1] اولاد عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ [2] سردار۔ راجپوت ۱۲ [3] نیزہ کو چک ۱۲ [4] ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ [5] آواز نقارہ ۱۲ [6] مراد از اسپاں ۱۲ [7] بالفتح آواز اسپ ۱۲

گردِ سواراں کہ بخورشید جست — قطرہ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گردِ سراسر فراختہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موئے نگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت — برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ۔ بل کآتشِ فولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زدرِ شہریار — لرزہ درآورد بروئیں حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[1] بلند — دم بدمِ نائے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصر الدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو۔ چو خورشید زمشرق برائے — من بسم اسکندرِ مغرب کشائے
شو تو۔ سوئے کام روا نگیر رخش — من کنم اقصائے عراقین نخش
خیز تو۔ از قلعۂ چین جوئے گنج — من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

[1] بالفتح پل ۱۲ [2] نقارہ ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے　　من دہم از تیغ بہ بحریں شوے
از تو زہند و ستدن پیل و مال　　وز قبلِ من بمغل قیل و قال
تاج زمن۔ سر ز تو افراختن　　عاج ز تو۔ تخت زمن ساختن
تا تو بمشرق بوی و من بغرب　　حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اُترتا ہے

آب شد از بحر رواں تختہ پوش　　کردہ ز ہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختہ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد با موج　　بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج
آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش　　گردہمی گشت بگرداب خویش

جس وقت کشتی منجدھار سے گزرتی ہے تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

"ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا"

کشتی پویندہ کہ چوں تیر بود　　بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(یہ رواں کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ یکرہ گزرے بسوے من کن　　بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دلے و دردے زغمت چو ناتواناں　　بزکوۂ تندرستی گزرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید　　شست و فرود آمد و پیشش دوید

سلطان ناصرالدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید　　بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکرِ اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کر دے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار　　قطرہ کہ بنشاند زمیں راغبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل نقش و نگار چوں شکم ماہی و اندام مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

(ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیکِ گراں سنگ سبک استیاد[ع] تند چو ابرے کہ بود در وزباد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلو کھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:- (یہ قصر حسن و زیبائش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب آب دراں عکس نما۔ رود آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کور روش خار عصا۔ بادِ خزاں کور کش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہو گئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس آندھی کی لاٹھی ہے اور بادِ خزاں اسکو کھینچکر لئے جا رہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

ع استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو اُلٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

کو لاٹھی سے اور بادِ خزاں کو آندھی کی رد نما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دست چنار از روش　　زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتھیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش　　غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اُس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد زابر چکاں بر ہوا　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جکر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید بگہ تا بہ شام　　کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کے آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

شہ بتہ چتر سیہ می چمید　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چتر سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ چوبک[2] زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رود زن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

در بکماں دست برد چوں ہزبر　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوس قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲　[2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیدارِ ان ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲　[3] رود زن۔ مطرب ۱۲　[4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

تودۂ لعلے کہ ہر گوشہ بود　　روے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کئے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زداب　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت مبتذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعہ کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کردی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ　　رشتہ بیاقوت گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　چہ خفتہ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

پنجہ کشادہ گل لعل از پلہ[1]　　غرق بخوں ناخنِ سیر یلہ[2] (آزاد ۱۲)

زابروے خم پشت کماں ساختہ　　تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

اودہ میں ایک شب سلطان ناصرالدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲　[2] بزم مغزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

خسرو شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند
گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر — گشت مزین بدو سلطاں سریر
ملک بہ یک تخت دو دارا نمود — دہر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرّ دو جمشید یافت — چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسرے بہ دو فرق او فتاد
دبدبہ کوسِ دو لشکر زدند — نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند
گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت
مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود — آئینۂ ملک دو صورت نمود
سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے — پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے
شاخ بہم سود دو سرو جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں
گشت یکے باغِ دو فارا دو جوے — گشت یکے منبعِ صفارا دو روے
کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جباں بوئے دو بستاں کشید
چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مُدام

صوفیانہ خیالات

صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے۔ مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　بُرن بیک غمزہ ز عالم تسکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ باخواب جنت　　لیک گہے فتنہ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ خناں نرگس مست و خراب　　ہر ہمہ را سُرمہ دہد در سراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہے)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہشیش بیند و برتر دہد

جو شخص ادنی فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کر کے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد وخوں خورد از دل تمام　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　رو بنماید کہ بیفتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست در و بیند و او سوے مے　　او شدہ مست از مے و مستاں زوی

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست و بیخود رہتا ہے اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او　　ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دما دم خوش ست　　ور بمثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ ذگوید کہ نوش　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

[1] جور = ستم۔ جام لبالب پلا کر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست و بیخود کر دینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

اشکرہ را گشت بہیں دستگاہ از ہنرِ خویش زبردستِ شاہ

شکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہ ملی

چوں ہنر مرغِ فرواں شود مرغ زبردستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر کو کم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو قاصد بتنِ مردخوں بہ کہ بہ نشتر کندازتن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بنیل ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار کس نخرد زیرِ گیا سایہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے تا نزند تیغِ دو دستی بسے

دیگر

تیغ که سهراب برستم کشید　　هیچ شنیدی که زگیتی چه دید؟

دیگر

خواست یکی خواسته لیکن نیافت　　آنکه نمی خواست برو خود شتافت
رفت یکی در طلب لعل سنگ　　ریزهٔ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے را که غمِ آں نبود　　لعل چناں یافت که در کاں نبود
کوششِ بیهوده زغایت بُرُں　　کوبشِ آب ست به هاون دروں

دیگر

ایں همه بیداری ما خفتن ست　　کآمدنِ ما ز پئے رفتن ست
گر بودت خوش خور و بد خو مباش　　ور نبود رنجه مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ　　کاں بری از باغ که خیزد ز شاخ
هر چه رسد بیش خورد کم مخور　　ور نرسد هم برسد غم مخور
هر چه بجوئی و نیابی مرنج　　زانکه نجوا هش تو اں یافت گنج

دیگر

آنکه شکیبش بقناعت درست　　قرصِ جو از قرصِ زرش بهتر ست
کاں نغذالذّاتِ کامش دهد　　ویں بطمع خستِ نامش دهد

خطاب به نفس

ترک طمع گیر ز خود شرم دار　　تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

گر سنہ زانی کہ دریں تنگنائے — ناں ز ملک می طلبی نز خدائے
عزّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو — بلبلِ باغی بگسِ خوان مشو
ہست دے از خرمنِ ہستی خسے — تا تو چہ باشی کہ کمی زد بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے!!!

چند کشی پیشِ ملک دست پیش — تات زکوتے دہد از ملکِ خویش
تشنہ بمیر آب زدوناں مخواہ — خوں خور و از خوانچۂ شاں ناں مخواہ
چوں ببُریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود با خساں
گل بچراگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلسِ کوراں مبر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسودا گری — کردہ گہر پیشِ کشِ مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلی گشتہ صاف — بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی کزاد صافِ صفاش از بروں باد ہ بروں ست وصراحی دروں

جلی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ او کفِ صافی گہر از ہوس باد ہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک وصاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑ لیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں دایۂ او چرخ دلے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے مگر آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست یک تن و ہر جا کہ بجوئش ہست

آفتاب ۱۲

دیگر

آہوے پوینده ببالا وزیر — خانۂ خود ساخته در کامِ شیر

آفتاب ۱۲

دیگر

گرم شود بر همہ بے ہیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں

آفتاب ۱۲

دیگر

کشتی عاج ست تو گوئی رواں — گشته دو گوشش بدو سو بادباں

گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ — مروحۂ بود بہ پیشش چراغ

طرفہ کہ آں مروحہ زآسیبِ باد — ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار — بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر — بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی

فصلوں اور موسموں کا تغیر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہ ایک نئے پیرایے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسمِ سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد　　تیر مہ استلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز　　داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا ۔ رشتہ = ڈورا، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آگیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اِس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چو بچمن خانہ ساخت　　بادِ دواں کرّہ بگلزار تاخت
شاہِ سپر غم زولایت براند　　کشتِ بچمن ہیچ ولایت نماند

گلِ ریحاں ۱۲　　حکومت ۱۲

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم درکشید　　ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند　　سکّہ بصد وجہ موجہ زدند

آفتاب برجِ ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چون زحمل رفت بہ ثور آفتاب　　پخت ہمہ دانۂ پروین[1] زتاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت　　رفت در آں خانہ درُوں جا گرفت

بادِ جوزا[2] شد و آتش زمہر　　سوخت جہانے ززمیں تا سپہر

آفتاب برج سرطاں میں

جب آفتاب برج سرطاں میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید　　سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں　　ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[1] پروین ایک خوشہ ہے ستاروں کا بُرج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[2] جوزا برج بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دل شب حاملۂ مہر گشت　　بر شبِ حامل مہِ کامل گذشت
حاملِ یکما ہہ نہ بل یک شبہ　　تا جورے زاد دراں کوکبہ
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب　　لشکرِ سیارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام　　صبح دُہل برد بالائے بام
آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید　　بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحر گہ فلک آوازہ گشت　　دبدبۂ روز ز سر تازہ گشت
بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم فروز　　لشکرِ شب کرد ہزیمت زروز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے　　خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار　　ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
شارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد　　سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی و گرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح ز بس دم کہ دما دم گرفت　　آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں　　مشکِ شب از آہوی مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں　　داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد گرہِ چرخ چو گنبد نماے　　نعل مہ افگند بہ گنبد زپاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد　　مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اِس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:۔

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایسے دو لفظ یک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:۔

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند　　صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پاک باز نہ برون از قیاس　　پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش　　خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کرد بزرگی بحقِ کہتراں　　داد سبک جامہ بقیمت گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست　　کامدنِ ما نیپے رفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

از پئے نامے کہ مبادش اُمید ۔۔۔ نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا ۔۔۔ سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم انداز رسمِ کہن ۔۔۔ پس رَوی پیش رَوانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رَو۔ پیش رَو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام ۔۔۔ کے دہم از دست بسودای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستہ تست این دلم باد گرانش مبند ۔۔۔ کاش! کہ بادیگراں دل نخشاید مرا

یہاں بست و کشاد میں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو ۔۔۔ پشت نہ دیدہ کس از و ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل ۔۔۔ ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد ۔۔۔ مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن ایں گفت و مکن گفتِ کس ۔۔۔ بشنو و مشنو سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ شعر میں ایسا لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو:

شقّہ دیبا برِ زیبا شدہ　　سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہے۔

سروِ پیادہ۔ خوش بود اندر چمن و لیک　　آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بمو گیسوے او مشکِ خشک　　فرق نہ بود سرِ موے ز مشک

دیگر

آئینۂ صورتش از سینہ رفت　　صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم　　چُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف روی وہ ہے جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہے ۱۲

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدم کریں۔ پھر مقدم کو مؤخر بنائیں اور مؤخر کو مقدم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب برد　　آبِ من ایں دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　تکیہ بدیوار و در ش کردہ بس

دیگر

مردُمِ یک خانہ و صد حشمی　　خانۂ یک مردُم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت مَرُدُّ العجز علی الصدر بھی ہے یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ور قلم از سحر زباں برکشم　　سحر زباں را بقلم درکشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　وقتے ست خوش بہا کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہی کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علّت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علّت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیّل ہی جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہی۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیز روی کی صفت کرتے ہیں:۔

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ　　باد بدیوار بے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کر دیا ہی ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہی۔ یہ امر تو ثابت ہی کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہی مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہی کہ وہ ان گھوڑوں کی تیز روی کا مقابلہ نکر سکی

شدّتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد　　دُود بر آمد ز نفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہی کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہی جو دھوئیں سے مشابہ ہی۔ مگر شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہی کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہی۔

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔

یہ تو ثابت ہے کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہے مگر شاعر کا خیال ہے کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہے کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہے۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو　　باہمہ زالی شد پوشیدہ روے

یہ امر ثابت ہے کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہے۔ مگر شاعر کا خیال ہے کہ آسمان نے شرم کے سبب سے مُنہ چھپا لیا ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہے۔

گُل زکرم زر دہد آں را کہ جُست　　وز پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ زر بخشی گل کی طرف سے ازراہِ کرم ہے۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہے۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہے اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　پشت بنہ قبۂ فیروزہ کرد

مدحِ چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

لہٰذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہوگیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔
یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ در از شرم سپہرِ کبود　　نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ ہمن زار ہا　　کوز شد از چیدنِ دینار ہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ　　کبک بُبرید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خودکشی کر لی ہے۔

شستنِ او با ہمہ دانندگاں　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑھے لوگوں

کے پاس جاتی ہے۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہے اور جو بُلاتے ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہے۔ علےٰ ہذا

شاخ بہر بار گہے کرد راہ　　جائے گہہ بار شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہے کہ کلام اوّل کو باطل کرکے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی　　نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہے۔

ایہام

صنعتِ ایہام کا طریق یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہے جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہے جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ دُشانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اوّل اِسی معنی کا وہم ہوتا ہے (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُرلطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

روم بگیرد بگہہ کارزار تیغ دے۔ ار زنگ نگیرد زعار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نام ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونوں معنے دُرست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ روم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفاف رہتی ہے۔

درکشش تیر چو شد سخت کوش زہ۔ ز کمانِ خودش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آلگی۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بغمائے جنگ　　ایں زخطا و ورشد و آں زرنگ

یغما ایک شہر ہی ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہی۔ یعنی ناوک بے خطا ہی اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کاں بہ بصر شد دلیل　　سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تختِ گہہِ بے بہا　　عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہی) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تختِ گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شہ پیل زور کآورد آں بے نمکاں را بشور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں تیر ستادہ ہست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلۂ معروف بھی ہے جو کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا اور کمان چل رہی تھی۔

مسلماناں نگہ دارید بیچارہ دلِ خود را کہ تیر انداز من مست و کیش کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیردان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے دوم مُراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ بر ہ اُفتادہ مُرد شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دوم عنا بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ نے جب شگوفہ کو مُردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج و عنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رُخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین صورتِ چیں کردہ بر دے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہندو فتاد ہند شد از دے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسرو کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لا کر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَودھ آمد چو باد کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کر کے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

لف و نشر

وہ صنعت ہی کہ اوّل چند چیزوں کو مفصّلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلقات کو بلا تعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہی۔

حصّۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر　　تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہی۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہی۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہی۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زبان ناخوش ست　　تیغ چو آب ست و زبان آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہی پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہی کہ ایک اچھی ہی اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہی بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہی اور زبان مثلِ آتش۔

نافہ وخلقت کہ زد از مشک دم ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جزایں فرق نہ باید گزید کز طرفِ مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہے۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہے کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہے اور آہو معنی عیب ہے۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہے۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسرو من! بگذر ازیں گفتگوے نیکی خویش و بد مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں ہیں سوئے خود لیک بچشمِ کساں

مبالغہ

مبالغہ یہ ہے کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچا دیں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲۔ اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔
۳۔ غُلُوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو۔

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک　　خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے۔

دیدنِ او را کُلہ افگند ماہ　　بلکہ فتادش گہ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہے کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاند نے اپنی ٹوپی اُتار لی۔ پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش زسپہرِ بریں　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت زمیدانش گرد　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع　　بلکہ گزشتہ زسمواتِ سبع

دیگر

عُمق دروکار بجائے کشید　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　گشت پدید از تہِ آب آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بزیر زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں بیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت زہمراہش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہے۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ ورانے بسنان ومصاف　　در شبِ تار از سرِ کیں مو شگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زرنجِ صاف خشت　　دیدہ در دصورتِ خورشید پشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہے کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہے:۔

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہے اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باش بکامم کہ بکامِ تو ام　　زندہ و نازندہ بنامِ تو ام

دیگر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ　　پیشِ سپرغم۔ سپرِ غم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش جست　　رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت و حکمش کہ ندارد زوال　　ہم زخلل خالی و ہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہِ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار　　از شرمِ من درگزر و درگزار

دیگر

این خطِ پر زمہر بدلبر کہ می دہد؟　　دین دردِ سر بمہربداں کہ می برد؟

دیگر

اشترِ پیندہ پولادپائے　　کوہ نما۔ از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد　　جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ　　برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلب بعض کہلاتا ہے:-

تا بسر بر عرب آں جم نشست　　رعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام　　تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست　　دیدہ دُنا دیدہ گرفتارِ تست

دَیدہ۔ نادیدہ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادّہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن او راست زفوتا کہن　　انچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن، مکُن، کُند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گُل را بہ مناخامہ کرد　　نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادّہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جُلتے ہیں۔ اِس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون ومکاں درخطِ امکانِ او　　کائن ومن کاں۔ گہرکانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادّہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہی ان سے ملتا جلتا ہی۔ یہ شبہِ اشتقاق ہی۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زاے　　تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپاے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد　　کرد مفصّل ہمہ فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق ز غایت گزشت کفۂ دانش ز کفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید در کرۂ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ ہشت بہشت از نہ او با فراغ

مراعات النظیر

اِس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزد گرم تاب وز مددِ ابر جہاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں شدہ دریا نوال ابر شش خود را ند بدار الجلال

اِن اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابر شش میں

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:۔

آہوئے مشکین و سرش باد شاخ　　دز دُم او مُشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مُناسبت سے سر، شاخ، مشک، صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:۔

در طلبِ صوف تراشیدہ سر　　گرچہ ہمہ جعد کندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام　　در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود　　طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سُجود الفاظ متناسب ہیں جو فقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آب دگر　　برتنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں۔ پس:۔

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ نخشش فتاد　　گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

روئے چوگل بود بہ پشتِ زمیں　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا منہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمن سے پُر ہو گئی۔ روئے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر　　دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اِس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو ز تست آئینہ زنگ خورد　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش ز تسلسل نشست　　دَورِ دے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدّت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:۔

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ دے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاحِ حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وُجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ سوے گلستانِ دگر بست راہ

خرّم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعہ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بغزلت نہ نشانند خیز پیشتر از مرگ بغزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد تاجِ سلیمانؑ ز سرش بُرد باد

اے سرِ تیرِ تو ز اختر بلند چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ بتد برگ و نوائے بشاخ برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کنم از تیغِ خود آں دم دریغ چوں کنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد وعدۂ دوشیں بوفا راست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچرا غم رساں　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر لکش سایہ طرف بر طرف　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود　　وز دو شرف بخت مشرف شود

دیگر

غمزدگاں را بطرب دلکشای　　گمشدگاں را بکرم رہنمای

دیگر

حقۂ تن را بفنا در کشای　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنمای

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا رخت شیر　　مغزِ جہاں را ز صبا ز دعبیر

دیگر

گم شدہ ام۔ راہ نمایم تو باش　　بے بصرم۔ نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فرد شی کنند　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوئے بتابے دگر　　دشت ز ہر جوئے بآبے دگر

دیگر

تیغ بر گیر تا ز سر برہم　　تیر مکشائے کز نظر برہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفائے کہ نیست　　روئے چہ بینی بصفائے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود بُرجِ تخت　　مجمعِ بحرین شود روئے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　ہر قدمش سیر برآبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد　　بُردِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

چرخ زبیداد عناں تافتہ　　مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید　　چنگ نوا زندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز　　بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش　　خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جا کرد　　دود بر آمد نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود　　ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ　　گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

اس شعر میں جناب رسالت مآب کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہی۔

رفت و بر او رنگِ سکندر نشست　　در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہی اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہی کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

باد! ہمہ وقت بشادی و ناز　　بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زاد و دھتا بہ بنگ　　چیرہ دل و خیرہ کش و تیز خنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہی۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار　　تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہی کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہی۔

اے زندگانی بخشِ من! لعلِ شکر گفتارِ تو　　در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں　　گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوئے ایشاں نگزرم　　گر ہیچ یکرہ جاں برم۔ از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوے تو بر ہر دے۔ افتادہ می بینم سرے — این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست و کارِ تو
خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را — ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بر بستہ ام دربارِ تو
چوں غم بگفتار آورم۔ یا گریہ در کار آورم — یا رُو بدیوار آورم۔ بائے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیشِ افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو چہ بندۂ۔ تو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دست بدستِ ہمہ — وز دمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد از آں جا کہ بود — خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہ ہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:

زسمِ ستوراں دراں پہن دشت — زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست زیکسو تو میراثِ شاہ　　من زسہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:

زشت ترا زنگ شدہ بوئے شاں　　پست ترا زپشت شدہ روئے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پائے ستوراں بزمیں درشدہ　　گاوِ زمیں راسُمِ شاں سرشدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے (س۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسرو کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:

طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد　　شاخ بدید و بعنا دل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجب انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؒ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی ندرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئی نئی الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؒ کا حسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خاتمہ

(از خاکسار مُقدّمہ نگار)

مثنویِ چند جز ایں مثنوی — ہست نگارِ قلمِ خسروی[ح]
خرّم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں
ہاں ہگر ایں نامہ کہ دانیش نام — یافت ازاں جملہ فراتر مقام
چشمِ ہُنرہیں شدہ حیرانِ اُو — ریختہ نیرنگ زالوانِ او
دیدۂ بینندہ گہر دیدنش — سیر نگر دیدہ زگل چیدنش
ہرچہ فزوں دید۔ فزوں شد ہوس — کردثناہا خردِ نکتہ رس
بیتِ قصیدہ چو مغے در گشت — ہر غزلے ہمچو غزالِ بہشت
موج زناں نظم چو آبِ رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں
دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدہد بلبلِ شیراز کو؟
طوطیِ ہندار بنوا آمدے — بلبل ازایراں بہ ثنا آمدے
من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبرِ ہندیم ار وا رسی
من زکجا نقدِ سخن از کجا؟ — کاسہ تہی دعمل از کیمیا!
گر زکجی سازِ خطامی زنم — بانگِ کرم زن کہ کجامی زنم
ور قلمِ اُفتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نوّاب راست
خانِ فضائل حشم اسحٰق خاں — آئینۂ حسرتی نکتہ داں
پرحذرم از سرِ سود اُو سود — دامِ دلم خاطرِ دا لاش بود

ح حاجی نواب محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر حشمت جنگ مدار المہام ریاست رامپور

م حاجی نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب بہادر شیفتہ مدار المہام ریاست رامپور

تاختہ ام ہرزہ براہِ دراز — بر اثرِ حکم۔ نہ از روے آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راہ — عاجزم و عاجزیم عذر خواہ

خوش مثلے گفتہ و در سفتہ اند — "پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند"

نیز سپاسے بجنابِ بشیر[1] — خُلق وے آمیختہ شکر بہ شیر

یاوریِ او کہ بے کار کرد — از کتب خواستہ انبار کرد

خامہ زنِ من کہ حسن چشتی ست[2] — رہروِ آیم و خطش کشتی ست

ہر ورقے نقشِ نو انگیختن — لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

گر لکِ او بر رُخِ کاغذ رواں — لیک نہ بینی ز ستردن نشاں

عارضِ کاغذ کہ سمن زار بود — گشتہ کنوں سُرخ و سیاہ و کبود

لاجرم آں کاغذ زار و حزیں — شد ہمہ تن پیرہنِ کاغذیں

از خمِ شاں خامہ کہ دُردی کش ست — یادِ بزرگاں بہ ودے خوش ست

شعرِ تو اے خسرو شیریں بیاں! — زندہ جاوید۔ تو ہم زندہ مان

خضر توئی و سخن آبِ حیات — نوشِ تو باد اسخن از عینِ ذات

شعرِ تو بر وردہ دردست و سوز — شعلۂ او سر دنگشتہ ہنوز

گرچہ گزشتہ است ز شش صد و فزوں — لیک نہ کم شد تفِ سوزِ دروں

تا دمِ گرمِ تو فغاں بر کشید — آتشِ سوزندہ زباں در کشید

شاد بماں خسرو جنت نشیں

باد بجانِ تو حق آفریں

تمت

---

[1] شیخ بشیر الدین صاحب نیں لال کرتی آنریری مجسٹریٹ میرٹھ۔ [2] ایں ایم حسن چشتی اندر کوٹ شیخاں میرٹھ ۱۲

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از ردشِ خامۂ
از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قراں نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گزشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اوّل سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن رارو شِ نو دہم — سکّہ ایں ملک بخسرو دہم
نو کنم اندازۂ رسمِ کہن — پس روی پیشِ روانِ سخن
در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام — تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام
کام ازیں نامۂ عنواں کشاے — نامِ بلند ست کہ ماند بجاے (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جاے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قایم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولٰنا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نفرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر اُنہوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیرؒ نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

ورز جمل بازکشائی شمار

نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۳۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۸ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱	شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں	بر سر نامہ ز توحید نوشتم عنواں	
	نام ایں نامہ والا است قران السعدین	کز بلندیش بسعدین سپہر ست قراں	۱
۲	در تضرع بہ درِ حق کہ گنہگاراں را	داد باران گنہ شوے ز عین غفراں	۷
۳	نعت سلطان رسل آنکہ مسیحا بدرش	پردہ دارے ست نشستہ پس شادروان	۱۱
۴	وصف معراج پیمبر کہ بشب روشن شد	سر اسریٰ شش ز زلف سیہ مشک فشاں	۱۶
۵	مدحت شاہ کہ نامش بفلک رفتہ چنانکہ	نقش آں داغ شدہ خنگ فلک را برراں	۲۱
۶	در خطاب شہ عالم چو بسلک خدمش	ایم و ایں گہر چند فشانم ز زباں	۲۵
۷	صفت حضرت دہلی کہ سواد اعظم	ہست مشہور دی از خرمہا اللہ نشاں	۲۸
۸	صفت مسجد جامع کہ چنان ست درو	شجرہ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بخناں	۳۰
۹	صفت شکل منارہ کہ ز رفعت سنگش	از پے پنجہ خورشید شدہ سنگ فشاں	۳۰
۱۰	صفت حوض کہ در قالب سنگیں گوئی	ریختہ دست ملک آب خضر صورتاں	۳۲
۱۱	صفت فصل دے و سردی مہر شہ شرق	وآمدن تیغ کشیدہ ز پے ضبط جہاں	۳۷
۱۲	صفت آتش و آں گرم رویہا ش بر	کہ شب و روز بود شمع دل و میوہ جاں	۳۹

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۱۳	جنبشِ شاہ زدہلی زپئے کینِ پدر	گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں	۴۸
۱۴	صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب	کہ بود عرصہ رفرفِ چو رفِ آں ایواں	۵۴
۱۵	صفتِ فصلِ خزاں و مغل عزمِ سپاہ	ہم برآں ساں کہ بتاراجِ چمن بادِ خزاں	۵۸
۱۶	صفتِ فصلِ بہاراں کہ چناں گردِ دماغ	کہ بدو نرگسِ نادیدہ بماند حیراں	۶۸
۱۷	صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ	بزمِ دریا و کفِ دست چو ابرِ نیساں	۷۳
۱۸	صفتِ چترِ سیہ کہ زپئے چشمِ خورشید	آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں	۷۴
۱۹	صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ	چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں	۷۵
۲۰	صفتِ چترِ کہ لعل ست چو خورشید بصبح	بلک ہست او شفق و صبح جمالِ سلطاں	۷۵
۲۱	صفتِ چترِ کہ سبز ست زسرِ سبزیِ شاہ	برگِ نیلوفری اندر سرِ دریائے رواں	۷۶
۲۲	صفتِ چترِ کہ گل گزشدہ از گل گزِ او	بر سرِ شاہ زگل سایہ کند تا بستاں	۷۷
۲۳	وصفِ دربان کہ نزدیک شد از ہیبتِ شاہ	گنگ ماندست زحیرت نکند کار زباں	۷۸
۲۴	صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید	کہ زبہرِ تو فرو چند برم آبِ دہاں	۷۹
۲۵	صفتِ چرخِ کمانے کہ ببازوی شہ است	نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کماں	۸۰
۲۶	صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت ست	سخت بارانی در تیرمہ و در نیساں	۸۱
۲۷	صفتِ رایتِ لعل و سیہ اندر سرِ شاہ	گشتہ خورشید میانِ شفق و شام نہاں	۸۲
۲۸	عزمِ سلطاں بسوئے ہند بپایانِ بہار	راندن از شہر جوا پنوہے گل از بستاں	۸۷
۲۹	ذکرِ باز آمدنِ قلبِ شہ از قتلِ مغل	ہمچو گرگاں زرمہ یا علم از برجاں	۹۱
۳۰	نامزد گشتنِ لشکر بنزک سوئے اودھ	صد سر افراز و ملک بار بک اندر سرِ شاں	۱۰۰
۳۱	صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ	ابر بالائے سرو باد بدنبال دواں	۱۰۶
۳۲	صفتِ خرزہ کز پردلی آنجا کہ بود	تیغ و طپنچہ مہیا بسرایدِ غلطاں	۱۰۹

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۳۳	ذکرِ پیغامِ پدر سوئے جگر گوشۂ خویش	سوئے یاقوت دواں گشتن خونتابہ کناں	۱۱۴
۳۴	گفتنِ شاہِ جہاں پاسخ پیغامِ پدر	قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیر کنعاں	۱۱۷
۳۵	بازپیغامِ پدر بر پسرِ خود کہ بزرم	پیلِ خویش از پئے خوں مست کند دنبالہ	۱۲۰
۳۶	بازپاسخ زپسر سوئے پدر کاسپ مرا	پیل بندست دوالے کہ بہ پیچد یعناں	۱۲۳
۳۷	بازپیغامِ پدر جانبِ فرزندِ عزیز	ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بیماں	۱۲۶
۳۸	بازاز شاہِ جہاں پاسخ پیغامِ پدر	شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ ہجراں	۱۲۸
۳۹	ازپدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس	بر برادر چو گلِ نو بسرِ فرِ رواں	۱۳۴
۴۰	رفتنِ شاہِ کیومرث و بتوزک عارض	بر شہ شرق بیکجا عرض ایں جوہر آں	۱۳۷
۴۱	اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین	چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشاں گرداں	۱۴۴
۴۲	صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی	موجِ دریائے کہ رفتہ زکراں تا بہ کراں	۱۴۵
۴۳	ذکرِ دراسپ فرستادنِ سلطاں بہ پدر	ہم براں گونہ کہ در باغ وزد باد وزاں	۱۵۲
۴۴	وصفِ اسپاں کہ زسرعت بخروج و بہ خواں	نتواں خارج شاں گفت نہ داخل حوں جاں	۱۵۳
۴۵	صفتِ آں شب باقدر کہ تا مطلع فجر	نزد آں روحِ ملک برد سلامِ یزداں	۱۵۹
۴۶	صفتِ شمع کہ چوں برسر شش آید مقراض	در زماں چاک ندیدہ ظلمت زمیاں	۱۶۲
۴۷	صفتِ نورِ چراغی کہ اگر پرتو او	نبود در دلِ شب کور بود پیر و جواں	۱۶۳
۴۸	صفتِ سیر بروجِ و روشِ منزلہا	کہ ہمہ کارگزارِ فلک اند زدوراں	۱۶۴
۴۹	صفتِ اختر آں طالع و وقتِ مسعود	کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں	۱۶۷
۵۰	صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغداوش	بے سوادیش بخواں نسخہ آبِ حیواں	۱۷۲
۵۱	وصفِ قرابہ کہ بہر حرم دختر رز	شیشہ خانہ است ببالائے سرش روشناں	۱۷۳
۵۲	سخن از وصفِ صراحی کہ گرآں نازک را	در گلو دست زنی خونش برآید زدہاں	۱۷۴

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۵۳	سخن از وصفِ پیالہ کہ ز بس جنبش جوں	خونِ قرابہ سوی او دست ہمہ وقت کشاں	۱۷۴
۵۴	صفتِ ساقی رعنا کہ کند مستاں را	بیک آمدشدہ خود بیش مست و غلطاں	۱۷۵
۵۵	صفتِ چنگ کہ بے موست تن بکار تر	موی ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں	۱۷۷
۵۶	صفتِ کاس رباب و بسرش گنجۂ دست	کہ درآں کاسۂ خالی ست نغم چند الواں	۱۷۸
۵۷	صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او	کلۂ مطرب پرباد شود چوں انساں	۱۷۹
۵۸	صفتِ دف کہ در و دستِ کساں کوبد پائے	صحن گرد اشتہ و کوبش پابیں سجہ پساں	۱۸۰
۵۹	صفتِ پردۂ و آں پردہ نشینانِ تنگ	کہ بہر دست نمایند ہزاراں دستاں	۱۸۱
۶۰	صفتِ مائدۂ خاص کہ از خوانِ بہشت	چاشنی داد بہر کام و زباں لذتِ آں	۱۸۳
۶۱	صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق	بہ ازاں نیست نبائی بہمہ ہندوستاں	۱۸۵
۶۲	صفتِ نغمہ گری ہائے زنانِ مطرب	کہ بسے لحن کند زہرہ جوگیر ندا لحاں	۱۸۶
۶۳	صفتِ تاج مکلل کہ بسر یافت ز شاہ	آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں	۱۸۹
۶۴	صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود	واز شہ شرق بخورشید شرف داد مکاں	۱۸۹
۶۵	صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزند عزیز	کہ شد از جنبشِ او کوہ چو دریا لرزاں	۱۹۰
۶۶	صفتِ صبح و کلاہِ سیاہ و چتر سپید	رفتنِ شہ بپدر روز و شبِ نورافشاں	۱۹۵
۶۷	صفتِ چشمۂ خورشید بدریائے سپہر	کہ کند پرتو او ماہ سمارا تاباں	۱۹۷
۶۸	شبِ دیگر زپئے عیشِ ملاقات و شاہ	وز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش برآں	۲۰۱
۶۹	درد و داغ و دو گرامی کہ پدر را در اشک	مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں	۲۱۱
۷۰	صفتِ موسمِ باراں و برہ رفتنِ شاہ	جانبِ شہر شدن از لبِ گھگھر بکراں	۲۱۶
۷۱	سخن از وصفِ قلم آنکہ بلوحِ محفوظ	ہست اوّل صفتش ما خلق اللہ بخواں	۲۲۵
۷۲	صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیاہ دارد دل	آں سیاہی دلش مایۂ علم ست و بیاں	۲۲۷

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
۷۳	صفتِ کاغذ سیہیں کہ پئے دود قلم	سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں	۲۲۸
۷۴	ذکرِ باز آمدنِ شاہ بدولتگہ شہر	ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں	۲۳۱
۷۵	سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر	کہ بجویند خطا را بدرستی برہاں	۲۳۵
۷۶	صفتِ خامہ و قطعِ تعلق کردن	از پئے انسرہ صحبتِ اربابِ جہاں	۲۴۴
۷۷	شد سخن ختم بقولے کہ خدایش دادہ است	تا ابد باقی باد او و مبادش پایاں	۲۵۶

غزلیات

۱	اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو - - - - - -	۲۷
۲	اے دہلی و اے بتانِ سادہ - - - - - - -	۳۶
۳	شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست - - - - - -	۴۷
۴	سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد - - - - - -	۵۷
۵	برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت - - - - - -	۶۷
۶	آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش - - - - - -	۷۳
۷	گل امروز آخریں شب مست برخاست - - - - - -	۸۶
۸	دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید - - - - - -	۹۰
۹	تیغ بگیر تا ز سر برہمم - - - - - -	۹۶
۱۰	از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم - - - - - -	۱۰۵
۱۱	بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ - - - - - -	۱۳۶
۱۲	وہ کہ اگر روے تو در نظر آید مرا - - - - - -	۱۴۳
۱۳	خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد - - - - - -	۱۵۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴	زسرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن	۱۵۹
۱۵	مُہر بکشاے لعلِ میگوں را	۱۹۴
۱۶	آفتِ زہد و توبہ شد ترکِ شراب خوارِ من	۲۰۰
۱۷	آرامِ جانم میرود جاں را صبوری چوں بود	۲۱۰
۱۸	سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش	۲۱۶
۱۹	بازا بر تیرہ از ہر سوے سر برمی کند	۲۳۰
۲۰	عمر نوگشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد	۲۳۴
۲۱	نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد	۲۵۵

نوٹ ۔ مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیۂ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے ۔ علاوہ برین اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور زادۂ قرآن السعدین ہے ۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد در حقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے ۔ بر و اللہ مضجعہ ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں
بر سر نامۂ توحید نوشتم عنواں

نامِ ایں نامۂ والاست قرآن السعدین
کز بلندیش لسعدین سپہر ست قراں

حمدِ خداوند سرایم نخست
تا شود ایں نامہ بنامش درست

واجبِ[1] اوّل بوجودِ قدم
نے بوجودے کہ بود از عدم

پیشتر از وہم خرد پروراں
بیشتر از فہم فراست گراں

نورِ[2] فزائے بصرِ دوربیں
دیدہ کشائے دلِ عبرت گریں

فکرتِ صاحب خرداں خاکِ او
معترفِ عجز دراد راکِ او

دل متحیر کہ چہ داند ورا
روح دریں گم کہ چہ خواند ورا

زہرہ ندارد خردِ سُست[3] خیز
تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود ست ای ذات ے مقتضی وجود او ست و اول ست ای وجود ے پیش از ہمہ چیز ست پس واجب اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے کہ واجب بالغیر ست ۱۲ [2] یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از اں روست خیز گفتہ کہ جولان ے اول در اثر ست و بدریافت آثار درماندہ ۱۲

آدمی ایں جا بسخن راہ جوست — لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست
ہر کس از و آمدہ در گفت و گوے — معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے
رخشِ علل در رہش افگندہ سُم[1] — علت و معلول در و ہر دو گم
کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او — در بر د الّا کہ بتوفیقِ او
من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست — ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست
ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست — واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست
نیست شناسندۂ ہستی مگر — آنکہ ورا نیست ز ہستی گذر
نیستی از ہستی او شست دست — ہست و بود نیست شود ہر چہ ہست
(موجود ۱۲ آیندہ ۱۲)
ثابتِ[2] مطلق بصفاتِ احد — زندۂ باقی ببقائے ابد
بود در اول کس از و پیش نہ — ماند در آخر کس از و بیش نہ
حادثہ را با ازلش کار نے — نقشِ فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش کہ ندارد زوال — ہم ز خلل خالی و ہم از خیال
کرد خرد و حدتِ او را سجود — ثانیِ او ممتنع اندر وجود

---

[1] سُم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی ایں کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسید بے مدلولے کہ بوے ثابت شود و معلولے کہ از وے حاصل آید نیز کم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم ست و ہم معلول ۱۲ [2] ثابت اے موجود دایم مطلق اے منزہ از جمیع قیود۔ مراد با حدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او با عتبار کثرت معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او با عتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

غیرتِ[1] غیر از قدرتش دور سیر — پاک ز امکانِ تغیر چو غیر
شرک نه بر مملکتش دست سائے — خود نتواں بود بشرکت خدائے
فطرتِ ہستی نہ باسباب ساخت — بے سببِ غیر علم برفراخت
نقشِ صور کرد - بآلت نہ کرد — بر فلک و طبع حوالت نکرد
چون وچرا نقش طرازِ تن ست — آئینۂ صورت از و روشن ست
آں کہ نگنجد بخیال و صُوَر — چون وچرا کے کند آں جا گذر
پاک ز آلودگیِ آب و خاک — پاک تر از ہر چہ بگویند پاک
نے کس از و زادہ نے او ز کس — زادن و نازادنِ ما زوست بس
دیدنِ خود گفت بما در نہفت[2] — شاد ہماں کس کہ بدید و نگفت
دیدنِ او ہست ز مردم دروغ — تا ہم از و دیدہ بیابد فروغ
چشمِ جہت بینش چہ بیند بنور[3] — تا نکند خود جہت از دیدہ دور
بستہ مکان را بجہات و صفات — ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات
بے ہمہ جا و بہمہ جا دروں — در ہمہ جا و ز ہمہ جا بروں
راستیِ او بدرستی کہ خواست — راست درست آنچہ کند جملہ راست

---

[1] یعنی مرتبۂ جل شانہ عالی تر ست از انکہ غیر او بر و غیرت برد و دعوی مساوات او کند چہ غیرت در اقتران و در صفتہ ممکن الحصول باشد منزہ است از امکان تغیر ۱۲ [2] این بیت ترجمہ آیۂ کہ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار ست یعنی بینائی ہا او را نے یابند و او بینائی ہا را می یابد یعنی ما را حکم داد کہ من بر ما بنظر تجلی ہم آبدل پوشیدہ از چشم ظاہر ۱۲ [3] ضمیر شین راجع بمردم ست و دریں مصراع تلمیح ست بحدیث کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از معراج باز آمد صحابہ پرسیدند کہ یا رسول اللہ تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالی نور ست چہ طور دیدہ شود ۱۲

راست روی بردہ زبے حاصلاں — دادہ درستی بشکستہ دلاں
غمزدگاں را بطرب دل کشائے — گم شدگاں را بکرم رہنمائے
مونسِ ہر دل کہ فراغیش نیست — محرمِ ہر شب کہ چراغیش نیست
ہرچہ نہ او - درخطِ امکان[1] اوست — ہرچہ جز او بندۂ فرمانِ اوست
روزیِ ہر کس برساند بسے — منّتِ روزی نہ نہد بر کسے
داد بلب[2] روزیِ تن را کلید — جُستہ و ناجستہ بخواہد رسید
کن مکن او راست زنو تا کہن — ہرچہ کند کیست کہ گوید مکن
عالمِ برحق نہ بہ تعلیمِ کس — ہرہمہ زو یافتہ تعلیم و بس
ہرچہ کند در کُل و در جز اثر — کُلّی و جزئیش بو دزاں خبر
مورچہ جائے کہ نہد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست
آنچہ بہستی رقمش حرف جوست — خامہ گزارِ قلمِ صنعِ اوست
صانعِ بے عیب زعلّت بری — نور فزائے قمر و مشتری
غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند — پردہ براندازِ سپہرِ بلند
نوردہِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ماسوائے حق داخل امکان اوست اے از جملہ ممکنات مخلوقہ اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابر ست امکان یعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲ [2] یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از وے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہرچہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

حقّهٔ تن را بفنا در کشاے — جوہرِ جاں را ببقا رہنماے

زآبِ عنایت[1] گہر انگیختہ — در صدفِ کن فیکوں ریختہ

قطرۂ احسانش بفیضِ عمیم — حملِ صدف بستہ ز درِّ یتیم

جُملہ کشِ جلوۂ بکرانِ باغ — خاص کنِ عطرِ قصبِ دماغ

نقش طرازے کہ بصنعِ بدیع — راند قلم بر صفحاتِ ربیع

نامۂ[2] گل را بہ مُنا خامہ کرد — نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

سنبل تر بر رُخِ گلشن کشید — سنبلہ را دانہ بخرمن کشید

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر — مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

نافِ[3] شگوفہ ز بخورِ نسیم — کرد بعنبر نفسی مستقیم

جلدِ سمن را کہ ورق کرد باز — مُہرِ خودش داد بعنوانِ راز

چشمِ سحاب از نمِ دریا کشاد — چشمۂ آب از دلِ خارا کشاد

چار گہر کردِ جہاں را پدید — در کرۂ شش جہت اندر کشید

دورِ زمیں را بزماں باز بست — دام و دد و ازوے بامان باز رست

---

[1] تو اند کہ از گہر جوہر اوّل کہ روح محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکوں عبارت از ایجاد اوست و تواند کہ از گوہر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکوں فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ہست نمادِ نمو یکسست یعنی بالیدگی نامیہ قوتے کہ صفتِ نمو دار د تقریر یعنی آنکہ اللہ تعالیٰ از برائے نوشتن نامہ گل ہائے بجہتِ آفریدن گل نار ا بجائے قلم و نامیہ را بمنزلہ کاتب نامہ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نفسے مرکب و با نفسے بتحمل کہ فارسی باشد یعنی نیکتر یعنی یک عنبر آلود و نفس مستقیم ای درست و دیرپا بتحمل کردیم عربی یعنی مصدر باشد اے عنبر آلود نفس بودن و فاعل ا واللہ تعالیٰ ست و مفعول او ناف شگوفہ یعنی ناف شگوفہ معنبر نفس ساخت یا آنکہ معنبر نفسے بودن وجہ استقامت داد و در بعض نسخہ بعنبر نفسے ست اے ناف شگوفہ بعنبر نفسے اے عنبر نفس بودن ثابت نمود ۱۲

سلسلهٔ آب زن بر زره — طوقِ زمیں کرد گره بر گره
باد محیطِ کرهٔ آب ساخت — نار به پیرامنِ آن برفراخت
کُحلِ شب از دیدهٔ انجم نمود — نورِ دل از سینهٔ مردم نمود
طالعِ مردم ز شمارِ نخست — کرد بتقویمِ عنایت درست
ز آب چناں کرد مصوّر خیال — کاں بتصور نماید جمال
نقش چناں بست بہر تن کہ ہست — کش بدلِ خود نتواں نقش بست
قصرِ جسد را بہ بہیں داوری — ز آب و گلے کرد عمارت گری
دفترِ دل را خطِ شاہی نوشت — جائزهٔ سرِّ الٰہی نوشت
جاں کہ بہر جسم روائش داد — پرتوے از نورِ خدائیش داد
گوش بآوازِ سخن تاں کرد — وز سخن آفاق پُر آوازه کرد
ما کہ نبودیم - بوجود آمدیم — از عدم از وے بوجود آمدیم
کیں در اگر او نکشادے بما — دولتِ ایں خانہ کہ دادے بما
نورِ بصر داد کہ بینا شدیم — چشم کشا شد کہ شناسا شدیم
معرفتش گر نشدے رہنمائے — تے ز خود آگہ بدے نے از خدائے
گر ہمہ زاندیشہ جگر خوں کنم — شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم
طاعتِ مانے کہ مشوب بے قیاس — وائے بر اں کس کہ نگوید سپاس
اے صفتت بندہ نوازندگی — از تو خدائی و ز ما بندگی

گرچه نیاید زمنِ خاکسار — زانچه شوم بر درِ تو رستگار
هم بتوام هست امیدِ تمام — کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درگاهِ حق که گنهکاران را دادبارانِ گنه شوی زعینِ غفران

اے بجلالت قدم آراستہ — شُبہ[1] شبہت زمیاں خاستہ
ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من — من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست ثنا سائے کمالِ تو کس — ہستیِ خود ہم تو ثنا سئی و بس
دانشِ ہر کس کہ بسویت گرشت — یک دو قدم رفت و عنان تاب گشت
فکر دریں پردہ بہ راز ایستاد — بانگ زد ش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطّہ امانے نیافت — خطِّ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو دادہ است نشانی مرا — در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود — کاں بتوام راہ تو اند نمود
وانچہ دلم راز تو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بہ است
نورِ بصر دہ بثنا سائیم — تا بنو دجز بہ تو بینائیم

---

[1] شبہ اوّل یعنی شک و شبہ بالکسر یعنی نظیر یعنی ایں شبہ از میاں برخاست کہ کسے نظیر تو باشد شرح آیۂ لیس کمثلہ شیء ۱۲

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم — سینه قوی کن بیقینِ خودم
تا چو زعونِ تو قوی دل شوم — بوکه توانم که بمنزل شوم
درد ندارد دلِ بی حاصلم — چاشنیِ دردِ نه اندر دلم
حسنِ عمل نیست که پیش آورم — عذر بر سوائیِ خویش آورم
بر منِ رسوا شده عیب کوش — عیب تو پوشی که توئی عیب پوش
گر همه نیک ست عمل یا بدم — دیده برافروز بعیبِ خودم
چون کژیِ دل کندم خود پرست — آئینه راستیم ده بدست
در بسوئے راستی آید سرم — راست چناں دار کزاں نگذرم
هر رهِ خیرے که بگیرم بپیش — راهبرم بخش بتوفیقِ خویش
وانچه ببد ره برد انجامِ کار — از منِ و از خاطرِ من دور دار
معرفتم ده که شناسا شوم — بخردیم بخش که دانا شوم
نورِ هدایت بچراغم رساں — بوئے عنایت بدماغم رساں
اے زکرم بر دلِ ما در کشائے — گم شدگاں را سوئے خود رهنمائے
بر درِ تو بسته ام امیدِ بار — بار کشا بر منِ امیدوار
باز کن از روضهٔ رحمت دری — بوکه بیابم ز سعادت بری
از درِ خویشم بدرِ کس مراں — خود چه کشاید ز درِ دیگراں
من که بحکمِ تو دریں کارگاه — از عدم ایں سوزده ام بارگاه

جز تو شناسندهٔ این راز کیست — کامدن و رفتن ما بهر چیست

به که چو آوردی و بازم بری — هم بسوئے خویش فرازم بری

جز برهِ خویش مدارم مدار — در بتو امید ندارم مدار

پرده برانداز که چون لاشوم — پرده کشائے درِ الّا شوم

گم شده ام راه نمایم تو باش — بے بصرم نور فزایم تو باش

دامنِ تر آب ندارم بجوئے — دامنم از عینِ عنایت بشوئے

ساختهٔ سوختنم چون خسان — آب ز سر چشمهٔ غیبم رسان

گرچه تنِ من زپئے سوزر است — رحمتِ تو از پئے این روز راست

اے گنه آمرز شفاعت پذیر — پر گنهاں را بکرم دستگیر

من که نه نیکی همه بد کرده ام — نیک و بدِ خود بتو آورده ام

نیک بدم نیک نشد هیچ بد — از منِ بد ساز مکش نیکِ خود

در بد و نیکم بتو امید وار — نیکی بپذیر و بدی در گذار

خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت — کندهٔ دوزخ و نهالِ بهشت

کنده چو در سوختن آرد وبال — پیشتر از سوختنش کن نهال

ق

هست چو انعامِ تو اے کارساز — از من و از طاعتِ من بے نیاز

مرحمتے کن که گنه کرده ام — نامهٔ اعمال سیه کرده ام

عدلِ تو گر حکم بطاعت کند — هیچ منے را که شفاعت کند

تا نشود عونِ تو ام دستیار — کے شوم از طاعتِ خود رستگار

خاصه که چون بنگرم احوالِ خویش — عذر نه و جرم ز اندازه بیش

اے بعنایت علمِ افراخته — کارِ دو عالم کرمت ساخته

در تتقِ سترِ تو ام راه نیست — جز تو کس از سترِ تو آگاه نیست

سترِ مرا چون همه دانندهٔ — باز رهانم که رهانندهٔ

گر ز تو بر خلد برات من ست — نامهٔ من خطِ نجاتِ من ست

ور تو کنی سوئے جهنم رهم — در که پناهم که ز تو دارهم

عذر ندارم چه کنم بر گناه — عفوِ تو کوتا شود دم عذر خواه

بر درِ تو آمده ام شرمسار — از شرِ من در گزر و در گزار

روئے سیاهم بتو دارد اُمید — هم تو کنی روئے سیاهم سپید

کار بدستم چو ندادی نخست — کارِ من آخر همه بر دستِ تست

دستِ من آن دم که بماند ز کار — دست ز کارِ منِ مسکیں مدار

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

در شبِ تاریک چو بینی رهم — مشعلهٔ ده ز انارَ اللّٰهم

چون شبِ من تیره شود روز بخش — شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش

صبحِ قیامت که بود گرم تاب — ظلِّ خودم بخش در آن آفتاب

پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا — حسبِ کفم بخش ز حسبی کفا

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک و اگر بد شوم در کنفِ ظلِّ محمدؐ شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش
پردہ دارے ست نشستہ ز پسِ شادروان

پیشہ وِ کوکبۂ انبیا کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او کاین و مکاں گہرِ کانِ او
کردِ لوا نصب درایوانِ ہو تختِ لوا آدم و مَن دونہٗ
از حدِ ناسوت برون تاختہ بر خطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ خاتمِ انگشتِ یداللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ سائے یافتہ از مہرِ نبوت طرائے
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خضرِ او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں ناتمتش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوّت شدہ برہانِ او مصحفِ ختم آمدہ درشانِ او
سکّہ چو از مہرِ نبوّت کشاد محمدتش نام محمّد نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود ز و نہاں حمدِ خداوند کند بے دہاں

ور زمیان حلقهٔ حا گشت دور — مدِ ظلالی دهد آن شاخِ نور
ور کمرِ میم دگر برکشاد — دال برحمت شد و آن درگشاد
نادره نامی که بهر حرفِ خویش — نادره‌ها بخشد از اندازه بیش
نامِ محمدؐ بد و تدویرِ میم — در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم
یعنی اگر کس ز محمدؐ پرد — چشمِ وی آن به که ز حد نگذرد
بلک محمدؐ بد و میمِ درست — یافت دو حلقه بحدِ خویش چست
حلقهٔ او سلسلهٔ تافته — هر دو جهان بسته آن یافته
در شبِ تاریکِ عدم ره نبود — ور چه که ره بود کس آگه نبود
نورِ نخستش چو علم برکشید — شامِ عدم را سحر آمد پدید
هستی ازان نور چراغی بدست — راه نما گشت بهر کس که هست
یافت نخست آدم ازان نور تاب — عطسه زد از دیدنِ آن آفتاب
چشمش ازان نور چو بینا شده — عطسهٔ او نورِ مسیحا شده
بادِ مسیحاش چو دمساز شد — مریم از و حاملهٔ راز شد
مُرده مسیحش بدمِ بندگی — دم نزده پیشِ وی از زندگی
سینهٔ آدم دم ازو یافته — زخمِ عصا مرهم ازو یافته
بلک خود آدم بر شش خاک بود — خاکِ ورا کرده ملایک سجود
آتشِ بدخواه چو شد تابناک — دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

در تتق بارگهش گاه بار — مایده کش عیسی و خضر آبدار
پیش چناں چشمهٔ دریا قیاس — نوح زبے آبی خود در هراس
موسی اگر در رهِ او نیست پیک — کی ارنی گوید و انظر الیک
زاں رخِ گلگوں که گل افشاں شده — نار بر ابهیم گلستاں شده
خوے خوشش چوں خوے گل گشت پاک — از خوے او گل بدمیده ز خاک
گل که لباسِ خوشش در برست — از خوے دیباچه پیغمبر ست
ساخته نه حجره به از هشت باغ — هشت بهشت از تهِ او با فراغ
حجره نه وخلد نه از هشت بیش — یعنی ازاں هشت بیک حجره پیش
تا بسر پر عرب آں جم نشست — رعبِ عرب در همه عالم نشست
خطبهٔ لولاک بپرداخته — منبر نه پایه ازاں ساخته
هستیِ او تا بعدم خانه بود — نقشِ وجود از همه بیگانه بود
چوں ز وجودش عدم آوازه یافت — تختهٔ هستی رقمِ تازه یافت
سایهٔ محش که ز گردوں گزشت — رزق رساں بر همه آفاق گشت
سایه ز بس نور نه بد پیش و پس — سایهٔ خورشید ندیده است کس
سایه نه وظلِ سلامت ازو — سایهٔ خورشید قیامت ازو
از پئے خورشید قیامت جهاں — ساخته از گیسوئے او سائباں
موئے بموئے گیسوئے او مشکِ خشک — فرق نبوده سرِ موئے ز مشک

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم از و نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشور رہائی از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از ایمنۂ خود شکست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگِ وقارش بصفِ اصطفا — مروۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغِ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش ہیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ — ہم سرِ بدخواہ بُرد بے دریغ

شرطِ کرم ہیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود در نخت بپاداشِ سنگ

(دعا بحق لفظ)

خنجر تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ار چہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بد و وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذّاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

من کہ بدل راستیم نیست کار — رستہ نگردم بجز آں رستگار
نے بہوا گفت اگر راز گفت — کانچہ بگفتند بدو باز گفت
ماہ ز سیرش اثرے یافتہ — تاب نیاوردہ و بشگافتہ
گرچہ شب چاردہم راست مہ — چاردہ مہ خوانش نہ بل چاردہ
ابرو و مژگاں قلم و نوں بہم — صورتِ او سورۂ نوں والقلم
اُمّیِ دانا کہ بعلمِ فزوں — راندہ قلم بر ورق کاف و نوں
بے خط و قرطاس ز علمِ ازل — مشکل لوح و قلمش کرد حل
چوں قلم اندازۂ علمش نداشت — علم بدل کرد و قلم را گذاشت
اُعلمِ حاذق بوجود و عدم — افصحِ صادق ز عرب تا عجم
آنکہ دریں پردہ مخالف نوہست — گو بمجاز آے کہ حجت بجاست
اے[1] کہ نبی گفتۂ او گفتۂ — مردہ تواں گفت اگر خفتۂ
ہست[2] نبی گر سخنِ آں بشر (قرآن ۱۲) — تو بشری نیز بگوئی دگر
آنچہ دل از یک نقطش گم بود — کے بحدِ فکرتِ مردم بود
دور شو از حجت غیبت بدور — کیں ہمہ گفت آنکہ بُد اندر حضور
سخت تریں کفر کہ ارباب راست — غیرِ براہیں نشد ستند راست

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے کہ میگوئی قرآں گفتۂ (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مردہ تواں گفت ۱۲ [2] دریں بیت ہم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست کہ او بشر ست آخر تو ہم بشر ہستی مثل او بگو۔ شرح آیہ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ۱۲

مدتِ هفصد شد از وتا بما | تازه تر ست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے | او شد و ایں نیز نماند بجائے
ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے بہمہ وقت روائی دہد
اینت شے کو زجہاں بست بار | دولتِ او تا بہ ابد پائدار
بار خدایا بحقِ آں رسول | کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد

سرِّ اَسریٰ[1] شش ز زلفِ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد | قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر بر فراخت | دودۂ آں را شبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک ز سوادے کہ داشت | کردہ بہم گونۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی نشاں | باز سیہ کرد ہمہ چشمِ شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آور د براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گزشت | چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید | طالبِ آں نور بچشمِ اُمید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب | خفتہ کہ دید ست مہ و آفتاب

---

[1] اتباعِ رسمِ قرآن کردہ شد۔ تلفظ اسرٰی باشد ۱۲

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ — خیز و بدریای ابد جوے راہ

رَو کہ کشادہ درِ احساں تست — داعیۂ دعوتِ یزداں تست

منتظرانند ملایک بہ پیش — منتظراں را نظرے دہ بخویش

باز کشا دست درِ آسماں — پاے برون نہ ز زمین و زماں

خیمہ ازیں دایرہ بیروں فگن — غلغلہ در عالمِ بیچوں فگن

در قدمِ افراز یزک را علم — ساقۂ سوے عرش فرست از قدم عقب سیاہ ۱۲

باز کشا صفِّ جناح از ملک — برگزراں جنبش قلب از فلک

قلب رواں کن درِ سلطاں بزن — تیغ برون کش سرِ شیطاں بزن

فرصتِ آں نیست کہ شینی بجاے — خیز بدولت برکاب آر پاے

صاحبِ معراج کہ ایں مژدہ یافت — روے ازاں معرجِ دولت بتافت[1]

برق صفت جست بہ پشتِ براق — کرد بمیثاق شتاب از وثاق خانہ ۱۲

صفِّ ملایک برکابش دواں — پیشروِ کوکبۂ خسروان

طرّہ قوا از غیب ندائے رہش — مشعلہ در پیش ز نور اللہش

چار ملک غاشیہ بستہ بدوش — ہفت فلک حلقہ فگندہ بگوش

بر فلکِ ماہ برآمد نخست — ماہ کہ بشکست[2] از و شد درست

تاخت ازاں جاے بمیدانِ تیر[3] — تیر دراں کیش شد آرام گیر

---

[1] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [2] بشکست از معجزۂ شق القمر ۱۲ [3] تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

زهره که دریافت[1] ازاں صبح تاب — کرد حصارِ بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریائے نور — کرد زن چشمهٔ بے آب دور

گشته دراں کوکبه بهرام پست — تیغ بیفگند و بهم دست بست

یافت غبارے زرهش مشتری — قیمتِ آں داد نه انگشتری

پرتوِ او تافت بروئے زحل — گشت نخست بسعادت بدل

کرد ازآنجا بثوابت عروج — پُر مه و خورشید شد از وے برُوج

پاش چو کرسیِ فلک را گزاشت — عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت

پیشترک زاں چو شدندش دلیل — لرزه درآمد بپرِ جبرئیل (فی بعض النسخ ۱۲)

دامن ازاں پایه فرو تر کشید — پائے بدامانِ ادب درکشید

طائرِ عرشی بسوئے سدره راند — خطبهٔ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوهرش از کن مکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں برد ذات — زیر و زبر هیچ نماند ازجهات

در محلے کز جهت[2] آمد بری — زاب و گلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کُل از جائے خویش — رفت بکُل با همه اجزائے خویش

---

[1] یعنی چوں زهره ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت داده سرودن آغاز نهاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکه از جهات سته بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاهر تشریف بردند مراد این ست که معراج مع الجسد بوده نه بمجرد روح ۱۲

آنکه با نگار دریں دم زند[1] | بر دہنش زن کہ زنخ می زند
اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید | ایں خبر او داد کہ عقل آفرید
با خبرش عقلِ تو گر خویش نیست | عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست
عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت | کے بتواند بجہاں رہ شناخت
طورِ دگر بیشتر از عقل ہست | واں نبود کے رسد آنجات دست
دستِ ہماں مرد بداں جا رسد | کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد
راست بقوسین در آمد چو تیر | چشم زمازاغ شدہ گوشہ گیر
آں دو کمانش کہ بیکجا کشید | بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید
ترکِ کماں کرد قدم پیش برد | دست بآماجگہِ خویش برد
منزلتے یافت منازل نورد | کیف دکم از راہ بروں بردگرد
پردۂ خویشی زمیان خاستہ | مرتبۂ بیخودی آراستہ
آئینہ صورتش از سینہ رفت | صورتِ ادراک ز آئینہ رفت
چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال | بے حجبش جلوہ نمود آں جمال
رفت چو حدِّ جہت از پیش و پس | از پس و از پیش خداوند و بس
نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت | نورِ بقا دید و ثنا در گرفت
بانگ بروں زد بادائے سپاس | شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب با نگار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغوی گویند ۱۲

دل بتضرّع خراند و زکرد — لب بتحیّت ادب آموز کرد
گاه بخود دلاشد و الّا ک گفت — گاه بدو نعبدُ ایاک گفت
رحمتِ حق نیز بعونِ تمام — گفت سلامیش علیه السّلام
ریخت بدامانش زهر گفتنی — گوهرِ ناسفتنی و سفتنی
یافت کرامت بخطابی که خواست — گشت مشرف بجوابی که خواست
جامِ عنایت بصفا نوش کرد — از خودیِ خویش فراموش کرد
بس که برون بردو صالش زپوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست
راه که پرگم شد ازان جبرئیل — وهم ملایک نشد آنجا دلیل
عزم ازان قبله گهِ دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید
بس که دوی آن راه بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود باز گشت
رفته و باز آمده در یک زمان — رفتن و باز آمدنش توامان
چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — امتِ بیچاره نرفتش زیاد
هر تحفی کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پُرجانبِ امت شکافت
باشرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوهرِ اقبال بجیبِ وجود
آمد ازان مقصدِ مقصود باز — زاد ره آورد باهلِ نیاز
گفتنی آن را که سزاوید گفت — داشتنی هم بدل اندر نهفت
آب که خود خورد ازان زمزمه — قطره چکاند بکامِ همه

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده — چشمه چه گویند که دریا شده

ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما — نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما

تو شده مخصوص بعونِ خدائے — عونِ تو ما را بخدا رهنمائے

بنده سه حاجت بتو امید بست — واں با جابت رسد امید هست

اوّلش ایں کیں سخنم در پذیر — ورز لے هست گرفته مگیر

آں دومیش گرچه نه اندر خورم — سوئے خودم خوان و مران از درم

سوئمیش آن ست که انجامِ کار — دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه نقشِ آں داغ شده ننگِ فلک را بر راں

وقت شد اکنوں که بجادو گری — باز کشائیم درِ داوری

در قلم از سحر زباں بر کشیم — سحرِ زباں را بقلم در کشیم

بر سمن از غالیه بندیم بند — پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند

سلکِ سخن را که در افشاں کنیم — پیشکشِ حضرتِ سلطاں کنیم

ای سخن از رشته بروں ریز دُر — وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر

زانکه چو بوسم درِ دولت پناه — تحفه ازیں به نبود پیشِ شاه

شاهِ سکندر روش و دارا نشاں — آئینه روئے سکندر روشاں

برجِ شرف چوں فلک از ہفت پشت — ہفت فلک خصر اورا مشت

با شرفِ ماہ سرافراختہ — جائے شرف بر سرِ مہ ساختہ

پشت بہ پشت از دو طرف شہریار — ہر طرف از ہر دو طرف تاجدار

در گہر از تاجوران سر بلند — بر صفتِ تاج بگوہر بلند

میوۂ دلہائے بلند افسراں — شاخ بشاخش نسبِ سروراں

میوہ کہ آمد چو زبالش ببار — میوہ یکے آمد و بالش چہار

نورِ جد از جبہۂ او تافتہ — فرِّ جد از فرِّ جدِ خود یافتہ

شمسِ جہانگیر جدِ بافرش — اظہرِ من شمس جدِ دیگرش

ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت — خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت

جدِّ سوم شاہِ غیاثِ امم — حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

ہر سہ جدش کعبۂ ارکانِ جود — کردہ دو عالم سہ جدش را سجود

پایۂ شاہی کہ زمہ برتر ست — کیست کہ ایں پایہ بدو درخور ست

شاہِ جواں بخت معزِّ جہاں — تاج دہ و تخت ستانِ شہاں

وارثِ اکلیلِ کیاں کیقباد — کافسرِ جد فسرِّ کیانیش داد

یافتہ از خطبۂ نامش اثر — پایۂ منبر بفلک بردہ سر

با ہمہ زاں منبر چوں نردباں — خطبۂ او بر شدہ تا آسماں

سکۂ نامش چو درم شد درست — بلک بنامش درم از خاک رست

تا زکفش یافت زمین کیمیا — رست زر از خاک بجائے گیا
گل که بروید ز زمیں سُرخ و زرد — تنکهٔ زردان که کفش تخم کرد
سکهٔ زر ریخت بروے زمیں — گرچه که روز زر شده زر ازیں
در کفش از سکهٔ ضرب کرم — کوفتگیهاست بروے درم
سکه چو از مُهر درم ساز کرد — بخشش او مُهر درم باز کرد
گرجدِ والاش زبهر کرم — کرد یکے را دو عیارِ درم
بیں که عیارِ درمش تا چه شد — کز سه یکے بود یکے را سه شد
هر طرفے کاختر اُو رو نهاد — فتح دوید و درِ دولت کشاد
خاکِ درش بر سرِ شاهاں سزاست — خاک براں سر که نه انیش هواست
چشم جزایں سرمه نیارد ازو — کیست که ایں چشم ندارد ازو
بس که بخاکِ درِ او گاهِ بار — چشم نهادند سراں صد هزار
سُرمه که هر چشم براں در فشاند — خاک همه گم شد و آں سرمه ماند
زاهلِ بصر هر که براں در شتافت — خاک طلب کرد و لے سرمه یافت
از سُمِ اسپش که زمیں کرد چاک — خاک پُر از مه شد و مه پُر ز خاک
خواست که پیشش زسپهر بریں — ماه فرود آید و بوسد زمیں
سوئے فلک رفت زمیدانش گرد — هم فلکِ ماه زمیں بوس کرد
تیغ زناں گرم شود آفتاب — تا همه آفاق بگیرد ز تاب

نورِ جبینش چو بدید از کمیں — در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او در رهِ غفلت مکاں — زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو بر کشتنِ دشمن کند — خونِ بد اندیش بگردن کند

گاه و غا یک تنه چوں صد سپاه — ملک ستاننده ترا زمهر و ماه

بست چو در قلعه کشائی کمر — لعل و گهر ساخت عدو را جگر

سلکِ گهر از دُرِ بحری برش — عبرهٔ بحرین بهائے دُرش

روم بگیرد بگهِ کارزار — تیغِ وے ارزنگ نگیرد ز رخسار

ناوکِ و پیکانش بنغمائے و جنگ — این ز خطا دور شد او ز زنگ

گر بکمان دست برد چوں هزبر — قوسِ قزح داں که برآمد ز ابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش — زه ز کمانِ خودش آمد بگوش

روئے چو خورشیدِ وے اندر کماں — کوتهیِ روزِ بد اندیش داں

آمده تیرش ز خطا چند دم — لیک نرفته بخطا هیچ گه

تیرِ وے از شیر جهد گاهِ کار — شیر ز تیرش بنجهد در شکار

گوئے زمیں در خمِ چوگانِ اوست — حالگهِ[1] بخت بمیدانِ اوست

ایزدش از فتنه نگهدار باد — با وے و با دولتِ وے یار باد

---

[1] حالگه اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

در خطاب شہِ عالم چو بسلک خدمش آیم وایں گہر چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو زاختر بلند — چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

سود بمہ چترِ سیاہِ تو سر — در مہ ازاں کرد سیاہی اثر

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ — قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ

کلۂ گردوں کہ عماری وش ست — بر درِ قدرِ تو عماری کش ست

رایتِ میموں کہ شدہ چرخ تاب — کوس زدہ باعلمِ آفتاب

کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست — جز سخنِ فتح نگوید بپوست

لشکرِ تو از عددِ ذرہ بیش — ہر یک ازاں ذرہ ز خورشید پیش

افسرِ خورشید بشاہی توئی — نے غلطم ظلِّ الٰہی توئی

بارگہت راست بہنگامِ بار — مہر سلاحی و فلک پردہ دار

صفۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت — بارگہت را نتواں گفت جفت

قصرِ ترا برجِ کمان تیر[1] کش — شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش

مہ کہ درانگیزشِ بنگ ست چست — نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست

بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر — غرق شود تا کمرش اندر گہر

تیغ برآور کہ بلند اختری — آئینہ برگیر کہ اسکندری

---

[1] تیر شہتیر ۱۲

پیشِ سریرت کہ شد از چرخ پیش — خندۂ ضحّاک بر اورنگِ خویش

از رخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین[1] — صورتِ چیں کردہ بر روئے زمیں

کیست فریدوں کہ بمسند گمت — می نہد دیدہ بخاکِ رہت

چشمِ سیہ کو کہ نساید براہ — تا نکند خاکِ رہت را سیاہ

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت — نیست مرا در ابہ ازیں سر نوشت

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام — تیغ فرو خفت میانِ نیام

جبہتِ تو بارقمِ عدل و داد — لوحِ خدائیست کہ محفوظ باد

عدلِ چو موئے تو بہر چار سوے — جملہ جہاں بستہ بیکتارِ موے

عدلِ تو بر لبست بہ نیروئے خویش — گردنِ دہ گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جہاں بر کشاد — بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا امنیِ دہر خواست — نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست

کفر شد از بس کہ خرابی پذیر — دیو نگردد بجسد دیو گیر

ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست — حربہ نزد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنہ ز بختِ تو نجسپد بسے — بختِ تو در خواب نہ بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جہاں — چشمۂ خورشید نماند نہاں

خاتمِ جم با ہمہ نقشِ کمال — از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رخ خود را پیش تو بر زمین سود و بر زمین نقش چین (جبین) پیدا شد ۱۲

نافهٔ خلقت کہ زد از مشک دم — ہر دو بہم زادہ شد از یک شکم
لیک جزیں فرق نشاید گزید — کز طرفِ مشک شد آہو پدید (عیب؟)
صحنِ زمیں پیشِ تو با ایں وقار — ماند چو ذرّہ بہوا بیقرار
دورِ فلک مست زجامِ تو شد — دہر بیک جرعہ غلامِ تو شد
زہرہ بخینا گریت کرد عزم — بوکہ ازیں[1] پردہ درآید ببزم
خوں شدہ ز احسانِ تو کاں را درون — وز دلِ صد پارہ براند آخت خون
موجِ کفت رفتہ بدریائے آب — آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب
لافِ نوالت چو ز دریا شنید — آب ز تیزی لبِ دریا گزید
خود ہمہ دریا ز کفت خاک شد — چوں کفِ خود حاصلِ خاشاک شد
باد مدام آں کفِ دریانشاں — زابرِ کرم بر سرِ ما دُر فشاں
گشت گہِ بخششِ دُرِّ ثمیں — ہر غزلم خاصۂ تو خاصہ ایں

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو — در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو
گر شہد باشد بر زباں یا آبِ حیواں در دہاں — گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو
معذوری ار زلفِ سیہ پوشی بر آں روئے چو مہ — سیری ندارد ہیچگہ چوں دیدہ از دیدارِ تو
گیرم ترا ازیں چشمِ تر دشواری آید نظر — بیروں کنم دیدہ ز سر آساں کنم دشوارِ تو

---

[1] ازیں پردہ یعنی پردۂ فلک ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم
گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے
ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را
ہر چونکہ داری خویش را بر بستہ ام در تارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم
یا رو بدیوار آورم بائے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم
ہست منشورِ وی از حرّسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرّسہا اللہ عن الحادثات

دورش از اندیشہ کہ پرکار شد
دائرۂ چرخ زپرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش
در ہمہ عالم زبزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش زعالم بروں
عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیرست و حصارش زبر

گفت حصار نو اورا سپہر
کائے[1] فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

هر دم ازاں قلعهٔ مینو سرشت — قلعهٔ فیروزه شده خشت خشت
چوں فلکِ ثابته ثابت صفات — نے چو فلکهائے دگر بے ثبات
برجِ فلک آمده ثابت سه چار — برجِ حصارش همه ثابت شمار
برج به برجش درجاتِ سپهر — گشته بگردِ سرِ او ماه و مهر
کنگرِ او گشته زبان جمله تن — وآمده با ماهِ سما در سخن
چرخ نداند درو دیوارِ کس — تکیه بدیوار و درش کرده بس
ملک ز دروازهٔ او فتح یاب — سیزده دروازه و صد فتح باب
نامِ بلندش ره بالا گرفت — تا بختن شد همه یغما[1] گرفت
گر شنود قصهٔ ایں بوستاں — مکه شود طائفِ[2] هندوستاں
شهرِ نبی را بسرِ او قسم — شهرِ خدا گشته ز صیتش اصم
در حقش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا[3]
قبهٔ اسلام شده درجهاں — بسته او قبهٔ هفت آسماں
ساکنِ او جمله بزرگانِ ملک — گوشه بگوشه همه ارکانِ ملک
تختگهِ تاجورانِ بلند — گشته ز اقبالِ شهاں بهره مند
گوشهٔ هر خانه بهشتے شگرف — گشته بصنعت زرِ بے صرفه صرف
بر سرِ هر کوز بزرگان صفے — در رفِ[4] هر خانه نهاں رفے

---

[1] یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت ـ هر دو موزوں هستند ۱۲ [2] طائف طواف کننده و نیز شهرے ست در عرب ۱۲
[3] خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر هر دو معنی درست ست ۱۲ [4] طاق که در پهلوے دروازه سازند ۱۲

مردمِ یکخانہ و صد خرمی خانۂ یک مردم و صد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست در و
شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبیٰ بجناں

مسجدِ او جامعِ فیضِ الٰہ زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
بر سرِ نہ تخت گرفتہ شہی منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی
آمدہ در وے ز سپہر کبود فیض بہ یک خواندنِ قرآں فزود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں رفتہ ز نہ گنبدِ والا بروں
گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز
خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش پیش نشستہ حجر الاسودش
بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق زو ہمہ آزادیِ بیت العتیق
ہر کہ سعادت بودش رہنمائے بر درِ او سر نہد از گاہ پائے
در تہِ سقفش زمما تا زمیں نصب شدہ جملہ ستوں ہائے دیں
قامتِ خود کردہ مؤذن دراز دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعتِ سنگش
انیٔ خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ انیٔ سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

سقفِ سما کز کهنی شد نگون — در تهِ او داشته سنگین ستون

تا سرش از اوج بگردون شتافت — گنبدِ بی سنگِ فلک سنگ یافت

آنکه ز زر بر سرش افسر شده است — سنگ ز نزدیکیِ خور زر شده است

سنگِ وی از بس که بخورشید سود — زو زرِ خورشید عیاری نمود

سنجرِ سنگین که ستونِ سپهر — آمده از مهر شده هم بمهر

گر نه خرف شد فلکِ شیشه ساز — از چه براں سنگ بود شیشه باز

دیدنِ او را کله افگنده ماه — بلک فتادش گهِ دیدن کلاه

ماه نخسپید همه شب تا سحر — کز سرِ سختش خله دارد دبر

زاں خله هر بار که در ابر داد — برق ز جا جست و دگر جا فتاد

شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش — زد ز بلندی بحق چرخ نیش

بر ملکش سایه طرف بر طرف — تا فلکش پایه شرف بر شرف

از پئے بر رفتنِ هفت آسماں — کرد زمیں تا بفلک نردباں

گرد سرش کرد موذن چو گشت — قامتش از مسجدِ[1] عیسی گزشت

مؤذنش[2] آنجا که اقامت کشید — قامتِ مؤذن نتواند رسید

مسجدِ جامع ز دروں چوں بهشت — حوض ز بیروں شده کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] مؤذن ظرف از اذان یعنی مکبره که موذن براں ایستاده اذاں می گوید ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی
ریختہ دستِ ملک زابِ خضر صورتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفت و دریا شکوہ

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینہ زآبِ حیات

تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد — آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

آب کہ علّت زبرائے تری ست — تریِ آں آب زعلت بری ست

در نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں

در تہِ آبش زصفا ریگِ خرد[2] — کور تواند بہ دلِ شب شمرد

موجِ بلندش کہ رسد تا بماہ — باز دہد آب بابرِ سیاہ

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ بتر دامنے اقرار کرد

چوں مدوجزرش زنشیب و فراز — زآب زکوہ آمدہ و رفتہ باز

چو ترہ و قصرِ بلندش در آب — گشتہ ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے زو شدہ تا آبِ جون[3] — جوں نپے آب ازو جستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیرا کہ زمیں لایق ایں آب محترم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے [illegible] میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

مرغ بهر رودِ وے اندر سرود — رقص کناں ماہی از آوازِ رود
شیشہ گری[1] کرد بر آبش حباب — شیشۂ خالی و جہاں پُر گلاب
باد کہ بر وے خطِ زیبا نوشت — نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت
عمق در و کار بجائے کشید — کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید
رفت زمیں را چو حجاب از میاں — گشت پدید از تہِ آب آسماں
نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہِ شش نیست زمیں آں ہمیں
بسکہ زمیں رفت بہ ہمسائیش — گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش
حوض نگویم کہ جہانے ز نور — نور کزو دیدۂ بد باد دور
گردِ وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ
نادرہ شہرے کہ بجدش دروں — نادرہ زینساں نہ دارد بروں
شہر نہ بل بحرِ عجائب نما — بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیمِ عدو سنگسار
تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش — روضۂ باغ و چمنِ گلشنش
تا فلک از جون بدو داد آب — دجلہ رواں بر دو بغداد آب
ہر کہ دریں ملک دمے آب خورد — گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکہ خنک دید خراساں سپہر — گشت ہمہ سال بر و سر دمہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

گرچه دریں ملک هوا هست گرم — از خنکیهائے خراسان چه شرم
مهرِ فلک گرم شد اندر وفاش — گرم ازاں گشت جهاں را هواش
گل همه سالبه چمن خوش نسیم — خاک زگلها شده پرز رّ و سیم
ترّی صد گونه بصد برگ تر — کوزهٔ هر خاک پر آبے دگر
خطِ تر سبزه بصحرا وکشت — نسخه گرفته ز سوادِ بهشت
میوه زهند و زخراسان بسے — زانچه نخورده بخراسان کسے
مردم او جمله فرشته سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اهلِ بهشت
هر همه نزدیکِ دل و گرم خوں — رفته چو جان در تنِ مردم دروں
هر سرِ مو بر تنِ ایشاں هنر — وآمده در موئے تنگانی بسر
هرچه ز صنعت بهمه عالم ست — هست در ایشاں و زیادت هم ست
و ز قلم هرچه برآرد علم — وآنچه بگنجد بزبانِ قلم
بیشتر از علم و ادب بهره مند — واهلِ سخن خود که شمارد که چند
هر طرفے سحر زبانے نوست — ریزهٔ چیں کمترِ شاں خسرو ست
چوں ز سخن بگذری آهنگ و ساز — نغمهٔ مرغانِ بریشم نواز
زخمه زنانے که بگاهِ سرود — از رگِ ناهید بتابند رود
واز هنر نیزه و پیکان و تیر — هر که درآید بنظر بے نظیر
لشکر مانی همه لشکر شکن — گاهِ وغا غازی کافر شکن

پنج هزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد هزار
کوکبہ زینگونہ کواکب عدد — کانجمنِ چرخ بر دزاں مدد
بر سرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد — تاجور و پاک گہر کیقباد
کرد چو در شصد و ہشتاد و شش — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
ضبط چناں کرد جہاں را زداد — کز کے و جمشید نکردند یاد
گنج برانگونہ بصحرا فگند — کز کرم آوازہ بدریا فگند
مرتبۂ عدل چناں بیش گشت — کاتش و خاشاک بہم خویش گشت
بسکہ جہانے بزر اندودہ شد — لشکر و شہری ہمہ آسودہ شد
گرم شد آوازہ بگردِ جہاں — جزیہ بدرگاہ رسید از شہاں
لرزہ در افتاد بر ایانِ ہند — از صدِ لکھنوتی تا آبِ سند
رفت خبر بر شہِ مشرق پناہ — ناصرِ دین وارثِ ایں تختگاہ
کافرِ او را پسرانہ باز گشت — واں شرف از وے بہ پسر باز گشت
گرچہ نجود راہ نداد ایں غبار — عاقبتش بود تغیر بکار
چتر بسر کرد و علم بر کشید — ساختۂ کیں شد و لشکر کشید
لشکرِ مشرق ز عوض تا بہ بنگ — چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ
ترکِ خدنگ افگن و سندان گزاں — ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار
تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن — بیشتری نیزہ ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب کہ بسیار جری مے باشند ۱۲

راوتِ[1] ژوپین زن وخار اشگاف — پشت بپشت از پئے روئے مصاف
خشتِ[2] زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بسنگ اندروں
پایک بازی گرِ موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بسرِ نام
پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود در وزِ باد
بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موجِ زنان آبِ زمردانِ مرد
ساختۂ جنگ سپاہے چنیں — گشت رواں در پئے شاہے چنیں
تند چو باد آمد ازاں خارخار — از پئے گلگشت بسوئے بہار
راند ازاں جا بعوض باد پائے — باد ہمی ماند ز سیرش بجائے
در عوض آمد کمرِ کینہ چست — خطبۂ خود کرد بدآنجا درست
شہر عوض راہم ازان دستبرد — غارت ترکانش بیغما سپرد
زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ
نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر — بے خبر از گردشِ دورِ سپہر
دورِ خوشی باد مدام از میش — ساغرِ مقصود پے اندر پئے ش
از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش — ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی وائے بتاں سادہ — پگ پستہ و رشتہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

خوں خوردنِ شاں باشکارست — گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند از انکہ ہستند — از غایتِ نازِ خود مرادہ[1]
نزدیکِ دلِ آنچنانکہ جاں را — بر داشتہ گوشہ نہادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت — در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش — دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بنالں — خوناب زدیدہا کشادہ
ایشاں ہمہ با دلِ حسن در سر — وایں ہا ہمہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں — زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست — ایں مغ بچگاں تاک[2] زادہ
بر بستہ شاں بموئے مرغول — خسرو چو سگیست در قلادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہرِ شرق و آمدن تیغ کشیدہ زپئے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بکاں دست برد — تیر مہ[3] اقلیم بسر ما سپرد
گشت چو یکخانہ کمانِ سپہر — داد سپہر آتشِ تیزش زمہر
قوس ہمی گشت نمی ایستاد — زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مرادہ سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم نانک ۱۲ [3] تیر مہ و تیر راہ بلقب پارسیان ۰ ت ماندن آفتاب در برج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشیں — گشت همه خانهٔ قوس آتشیں[1]

زالِ جهاں چرخ زدن کرد ساز — داد بشب رشتهٔ غایت دراز

رشته ز تطویلِ همه خورد پیچ — نامهٔ تقصیرِ درازیش هیچ

بنده بسے دید که شب کم نگشت — گرچه که بر شب مه کامل گذشت

گم شده روز از شبِ بے منتها — خواند همی از پئے خود والضحیٰ

روز چناں تنگ مجال آمده — کش بگرِ چاشت زوال آمده

خنجرِ خورے یک نقط از خطِ شب — کرد حک روز نهادش لقب

بستنِ یخ بود بهر بوستاں — گرچه نبُد برف بهندوستاں

از عملِ عالمِ پر انقلاب — نقرهٔ خالص شده سیماب آب

داشت چمن بادئے دیوانه جنگ — جوئے همی داد بدیوانه سنگ

آب ز آهن شده زنجیرِ تاب — بلک ز آهن شده زنجیرِ آب

برکه که در سلسله کاری نشست — سلسلهٔ گم شد و دیوانه جست

چشمه ز بے سنگیِ خود می شتافت — گشت گراں سنگ ز سنگی که یافت

آب که صد شیشه نمودے ز دست — سنگ شد و شیشهٔ خود را شکست

بسته جهاں بندِ مسلسل بر آب — داد کلیدش بکفِ آفتاب

قطره که از ابر چکاں بر هوا — مهرهٔ بلور شده در هوا

---

[1] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطه آتشین ست ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل
سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرہ فزوں دُرمِ ماہیاں
باد کہ بر آب ہمی زد قلم — آب چو شد تختہ بماند از رقم
گردبے دیوانہ جنوں در گرفت — باد ز آب ارچہ رقم بر گرفت
دانہ بہدے کہ نرست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا
گشتہ غدیر از تہِ بطنِ نقرہ سائے — زوبطِ زر پائے شدہ نقرہ پائے
حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ وے از نقشِ تسلسل نجست
چونکہ شمر[1] سلسلہ در پا فگند — کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند
آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخرِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمعِ دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد — دود[2] بر آمد ز نفسہائے سرد
گرچہ ز بر دستِ عناصر نشست — گشت بسر ہا ہمہ را زیر دست
بسکہ جہاں سوزی و گرمی نمود — چوب چناں خورد کہ بر خاست دود
دود کز و سوختہ در تلف و تاب — بر شدہ بر ابر بامیدِ آب

---

[1] شمر بفتحتین حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بود و ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

[2] دود بر آمدن ہلاک شدن ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار — خلق و جهان گشت از و پخته خوار
پخته بسے گشته از و دیگ مرد — دیگ بسے پخته و لے خود نخورد
گاه بسر خانه وطن ساخته — گاه بسے خانه بر انداخته
بسکه زبان آوری آموخته — جمله جهان را بزبان سوخته
تیغ زبان را چو گرفته بدست — روئے از و تافته هر کس که هست
ذرهٔ او سوئے هوا در شتاب — ذره که گردد بدمے آفتاب
تیز چو شد خنجر آن گرم خوے — پشت ندیدش کس از و هیچ روے
گاه گل شمع شده در ضیا — گاه شده فاکهةٌ فی الشتاء[1]
هندوازو سوزش تن دید سود — پیشترش گرچه پرستش نمود
هر که شد از دون خدا قبله ساز — سوخته گردد هم ازان قبله باز
آب که زد جوشش بسیار دید — کشتن او مصلحت کار دید
کرهٔ ناری نسب و نامدار — گام نزد تا نشدش با دیار
کره که چون باد روانه شده — گاه شدن خانه بخانه شده
کره که هر بار طبق پخته کرد — سوخته شد دم بدم و چوب خورد
لیک اگر جست بروں ناگهاں — گرم چو خورشید گرفته جهاں
بس که در و یافت لطافت اثر — نامده کیفیت او در نظر

---

[1] در حدیث آمده است النار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

شمع اگر کشته شد واه و داد جاں — زنده نشد تا که ندا داد و زباں
نور چراغے که بشب داشت پاس — گشته بهر خانه ازو ره شناس
سود کلاهِ سهیش سر بماه — کوز دخاں یافت کلاهِ سیاه
هر که دمے زو شده عیسے قدم — زنده کناں آتشِ مرده بدم
شعله کشاں از سرِ آتش زباں — شُقّه بهر پشت شده پشتباں
خلق زپیش آتش و پینه زپس — خود بمیاں مانده چنیں دیدکس
هر که زپوشش مددِ پشت یافت — روئے خود از آتشِ خورشید تافت
پوششِ شاهانه خزو آبِ رز — خاصه گهِ پوششِ ایامِ خز
سیمبراں بسته بگاهِ سلب — گردنِ[1] مه را بدوالِ قصب
آب تنک شد زتری بهراں — تا بگلو یار مرا هم زماں
لرزه کناں برتنِ خوباں حریر — چوں گلِ نسریں لبِ آب گیر
پیرهن از پشتِ بتانِ چو ماه — شعرِ سیه در تهِ جعدِ سیاه
تار بباریکیِ مو تافته — بافتهٔ و شعر لقب یافته
تن زکتاں در لت و بالزده بار — لت که کند برتنِ خود اختیار
شقهٔ دیبا بر زیبا شده — سیم براں صورتِ دیبا شده
اطلس رنگیں که زخوں آمده — آتشے از دود و بروں آمده

---

[1] یعنی گردن خود را از گلوبند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

قُرطہ شدہ بر تنِ چو سیمِ ناب — غرقۂ خوں گشتہ از و آفتاب

در کلۂ شہ شدہ قُنُد زمقیم — خاستہ مو بر تن قند زبیم

قاقمِ انگشت نما پشت دست — بر دہنِ دے زد و برہم شکست

رقّت بقاقم بتِ سنجاب سائے — موئے ز قاقم نخلیدش بپائے

شانہ براں مو چو زباں آوراں — رفت و بلغزید زبانش دراں

شانہ زدہ مویش نا بافتہ — شانہ زپشتِ ملکاں یافتہ

زانبوہیِ موگرہِ مو نخاست — کز گرہ موے زپہلو نخاست

از ہمہ پیوند درونی سمور — از دمِ سنجاب نمی گشت دور

سوزنِ موسینہ شدہ حُلّہ توز — موئے تسگالی شدہ موئینہ دوز

دست کشیدہ ہمہ در آستیں — کردہ مہ دے ہمہ را پوستیں

موئے بمو مفلس موئینہ دوست — گرگ تسگالے شدہ در زیر پوست

قاقم و سنجاب بمنعم رساں — بُرد گلیمے ببرِ مفلساں

بُرد خطی و قلمے دم بدم — کردہ بہم دعوی خط و قلم

بس کہ خطے در ہنرِ خط فزود — پیچش بسیار بکاغذ نمود

از خطِ او ہیچ کژی بر نخاست — کش نئے جولہ بقلم کردراست

واں قلمے زاں خطِ نو بافتہ — داغِ خطا بر سرِ خسز یافتہ

زیرِ گلیمے شدہ ہر کس مقیم — آمدہ مرداں ہمہ زیرِ گلیم

هر که بشب کرد گلیمے فراز — کرده باندازهٔ آن پا دراز
وانکه زاندازه بروں بُرد پاے — سردی ایّام نمودش سزاے
ایں شده پشمیں زگلیم درشت — شقّه شده او زپے پنبه پشت[1]
گشته بهم پنبه و پشم آشنا — گرچه بود پشم زپنبه جدا
دکدک دندانِ برهنه تناں — چوں شغبِ چوبکِ چوبک زناں
گرم شده ازمدِ جامه مرد — مردمِ بے جامه بجا گشت سرد[2]
بوکه زسرماش رهاند خداے — لرزه گرفته همه را دست وپاے
زانوئے مردم بشکم درشده — آئینه وشانه برابر شده
دست بکش[3] مردمِ مفلس زباد — کش خنکے دست کشیدن نه داد
هر که طلب کرد زخورشید تاب — گرم روی کرد برو آفتاب
تافت جهاں رشتهٔ صبح ازسپهر — دوخت بے جبهٔ[4] مسکیں زمهر
مهر نما چرخ بهر سو جوئے — هم زپسِ پشت هم ازپیش روئے
بس که شده پرستش خورشید گرم — پشت بدو داد همه کس زشرم
شبه پچیں وقت برآهنگ مے — رخش طرب کرده رواں پے بپے
باده همی خورد نمی خورد غم — عیش همی کرد نمی کرد کم

---

[1] ازبسیارے پنبه پشت ایشاں پنبه شد گویا که پشت ایشاں عین پنبه شده بود ۱۲ [2] یعنی هلاک شد ۱۲
[3] مفلس دستها در بغل خود کرده بود زیرا که سردی اورا اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲
[4] قال النبی صلی الله علیه وسلم الشمس جبة المساکین ۱۲

ریخته ساقی مے رنگیں بجام — می زلبِ شاه رسیده بکام
درخزو دیبا همه دیوارِ قصر — صورتِ دیبا شده شاهانِ عصر
تاجوراں غرقهٔ دُر تا بسر — منطقه بنداں بگهر تا کمر
محرمِ خلوت شده خاصانِ شاه — خرگهِ خورشید شده پُرزماه
عیشِ مدام آمده فرزانه را — دَورِ نشاط آمده پیمانه را
هر همه را سرخوشیِ از شراب — دوست شده سرخوش و دشمن خراب
امن پدید آمده در چار سوے — فتنه زهر شهر و دهے کرده روے
چرخ زبیداد عناں تافته — مملکت از ظلم اماں یافته
ضبط شده روئے زمین زیرِ تیغ — همچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ
خنجرِ شه قطرهٔ آبے نثار — قطره که بنشاند زمیں را غبار
تا که ازانجا که جفائے جهانست — قاعدهٔ دولتِ شاهنشانست
گرم شد آوازه که خورشیدِ شرق — تافته شد بر خطِ مغرب چو برق
ناصرِ دنیا شهِ کشور کشائے — تیغ برآورد بکیں کرد رائے
راند ز لکهنوتی و دریائے هند — تا سپهش گرد برآرد ز سند
بیں که سپهرش چه تمنا نمود — کاب فرو میل ببالا نمود
قوت سیلے بنود تا برود — آب ببالا نرود از فرود
سوئے سوادِ اودهه آمد چو باد — کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند هزار ارش ز سواران کار — تیغ زن و کینه کش و نامدار
هر همه یکدل شده کز دست برد — جان بسپارند بگاه سپرد
نیزه دوانے بسناں در مصاف — در شب تار از سر کیں موشگاف
پا یک بازنده بروں از قیاس — پُر دل و خالی دل شاں از هراس
بر سر خود تیغ ببازی کشاں — یافته بازی اجل از تیغ شاں
طلس خوں داده ز شمشیر کیں — جامگی زرد قبایان چیں
بیلک ترکان شکاری شکر[1] — دم بدم آلایش خون جگر
کشتن گاؤمیش بدشت فراخ — در کف شاں داد کمانهائے شاخ
پیش کماں شاں شکم گاؤمیش — زخم بسے خورده هم از شاخ[2] خویش
بحر رواں تیز ز غایت بروں — آمد و نامد بنهایت دروں
قصر روانے چو سپهر ارجمند — از قدم شاه شده سر بلند
تن ز نهنگیش فزوں آمده — وز دهن مار بروں آمده
لاهره زیں بارگه سرفراز — چار طرف کرده در خویش باز
بتوه یکے خانه عمارت برآب — ناشده از آب عمارت خراب
لوریکے ماهی دُم در هوا — ماهی چوبین و بآب آشنا
چند صف آراسته پیلان مست — روئے زمیں در تهِ پا کرده پست

---

[1] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکره که جانورے ست شکاری ۱۲
[2] شاخ خویش. کماں کر از شاخ گاؤمیش ساخته بودند ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری زعاج — بستده زآفاق بدنداں خراج
حمله چو بر کوه برند از ستیز — کوه قیامت کند اندر گریز
خشکی و تری همه لشکر رواں — از شه و خان و ملک و خسروان
در بر و بحر از سپه خشمناک — غلغله در بحر و تزلزل بخاک
قلبے ازیں گونه برآراسته — تیغ شده خوں زمیان خاسته
آمده اقصائے او ده در گرفت — واز همه اقلیم سراسر گرفت
نیست شب و روز جز انیش سخن — کایں منم اسکندر دارا شکن
گر پدرم رفت جهانیاں منم — وارث اکلیل سلیماں منم
تا سر من در خور افسر بود — سر که نهد تاج گر اسر بود
هر که ز دعوی من آید بقیل — سر کشمش چوں دبه در پائے پیل
مردمک دیده من کیقباد — کافسر جد فر بزرگیش داد
گوهرش از نسبت من روشن ست — کاں گهر از مهره پشت من ست
گرچه جهانگیر شد و تاجدار — نیست جهاندیده تر از من بکار
تخت پدر کرنپے پائے من ست — هر همه دانند که جائے من ست
جائے خود از بخت بود رهنمائے — تا نه ستانم نه نشینم زپائے
مهر غیاثے که بهیں سکه گشت — از خط نامم نتواند گذشت
حاصل ایں حادثه کامد پدر — شاه جهاں یافت پیاپے خبر

کرد اشارت که دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم
گفت بخازن کہ ندارد نگاہ — سیم قراری[1] ز قرارات خواہ
خرج و قرارات بہم ضم کنند — کارِ حشم زیں دو فراہم کنند
خازنِ شہ کرد در گنج باز — گشت حشم ہم بدرم دل نواز
گشت چو لشکر ز زر آراستہ — یافت بسے خواستہ ناخواستہ
بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب — گشت درم از سر و پا مرد قلب
نامہ فرستاد بہر کشورے — خواند ز ہر شہر و ولایت سرے
جمع شد ند از امرائے دیار — از شہ و خان و ملکِ شہریار
تیغ زنانِ ہمہ اقلیم ہند — نیزہ گزارانِ نواحی سند
عرضہ طلب کرد شہِ سرفراز — خامہ سرِ مجمرہ را کردہ باز
در قلم آمد زیل و پہلواں — یک لکہ آراستہ بر گستواں
مردم و یک اسپ بکارے نبود — پایک و افغاں بشمارے نبود
لشکرِ ایں مہر ستارہ سوار — باد چو ذراتِ ہوا بے شمار
چاکرِ او گشتہ سکندر برزم — ساقیِ او خضر بہنگامِ بزم
بندہ زیادش بہمہ حال شاد — دیں غزل از حالِ منش دادیاد

غزل

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست — بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست

---

[1] سیم قراری مشاہرہ مقررہ و قرارات خواہ سپاہی ۱۲

روشن اینک دل و مے گریۂ خونیں تنِ من
خرگہِ گرم و لے ماہِ نخرگاہ کجاست

وے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک
گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست

ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری
جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست

ماہِ من کو رشد ایں دیدہ ز بیداری شب
آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست

گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم
اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست

من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم
یکزماں ترکِ[1] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست

پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی
دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست

عزمِ حج دارد و جز سوز پئے توشۂ عشق
توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی پئے کینِ پدر
گشتن آغازِ غبار و روشدنِ مہر نہاں

روز دوشنبہ بگہِ چاشتگاہ
در مہ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور بالا کشید
ماہِ علم سر بثریا کشید

شاہ شد از خانۂ دولت سوار
خانۂ دولت شد از و بختیار

کوکبۂ چوں فلک آراستہ
ماہِ علم تا بفلک خاستہ

صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ
انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

---

[1] ترکِ زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زاں صف انجم کہ مُہیّا شدہ — مہ بشرف گاہِ ثریّا شدہ
نورِ علہا کہ بگیہاں گرفت — آتشِ گوئی بہ نیستاں گرفت
خواست کہ افتد بزمیں چرخ پیر — برنیزہ لیک شدش چوب علم دستگیر
پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید — در رُخِ مہ کرد محاسن پدید
از شغبِ کوس دمے کاندرو ست — گاؤ زمیں را خلل آورد پوست
دمدمۂ کاسہ بآواز خوش — کوس زدہ با فلک کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ — تیرِ فلک خانہ نرے ساختہ
بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار — ماند چو سایہ[1] ز دگاں بیقرار
ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند — زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود — روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود
از حشم و پیل دراں پیل مال — حشرِ جَبَد ثابت و سیرِ جبال
جنبش اسپ از سمِ خارا شگاف — لرزہ در افگند زمیں را بناف
از روش اسپ بگامِ فراخ — گاؤ زمیں را شدہ سر شاخ شاخ
واز اثرِ نعل بصحرا تمام — خاک پر از نون[2] شدہ و عین و لام
ہر یک ازاں کوہ تنان چو پیل — رقص ہمی کرد بہ بانگِ صہیل[3]
گرد سواراں کہ بخورشید جست — قطرہ بر چشمۂ خورشید بست

---

[1] سایۂ جن و پیری وغیرہ ۱۲ [2] یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانہائے نون و عین و لام بودند صنعت این است کہ در نعل ہمیں سہ حرف ست ۱۲ [3] صہیل آواز اسپ ۱۲

بلک ازاں گرد سرا فراشتہ — چشمۂ خورشید شد انباشتہ

نے خود ازاں گرد کہ برشد بہر — گشت[1] جزیرہ بمحیطِ سپہر

شاہ براں سوئے چو کشتی براند — کشتیِ ماہ آمدہ برخشک ماند

شاہ فلک رفعت و خورشید تاب — زیرِ علم چوں بشفق آفتاب

گردِ رہش کاں ببصر شد دلیل — سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

گردِ وے از خاصگیاں و سراں — موج چو دریا زدہ از ہر کراں

موئے شگافاں بکماں بستہ زہ — زہ زدہ ابروے کماں را گرہ

ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ — شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ

پیشِ رکاب از روشِ تیغِ تیز — سوے عدم کردہ سلامت گریز

گردِ ز ہیبتِ تیغ یلاں — نے بزمیں بود و نہ بر آسماں

تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت — پرہنہ رایں کہ چہ پوشندہ گشت

تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز — بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

تیز زباں ہندیِ سر در میاں — طرفہ بود تیزی ہندی زباں

گرد بگردِ شہ والا گہر — حصن پلارک شدہ سر تا بسر

در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ — چوں گلے از سوسنِ ترخاستہ

پیشِ سپہ روشنیِ دور باش — داد جگرگاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد و پاے فلک از گردسم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

زیر علم آن شہِ خورشید تاب — بود یکے سایۂ و صد آفتاب
لشکرِ انبوہ بہم بستہ صف — غرق عرق گشتہ سواران ز تف
کوکبۂ زیں نمط انجم[1] شمار — رفت بروں با علمِ شہریار
نصب شد اعلام مبارک اصول — کرد سرا پردہ بسیری[2] نزول
دامنِ دہلیز بریشم طناب — برشدہ زاں رشتہ بہ بامِ سحاب
میخ کہ شد دور تر از دامنش — رفت فرو دِ زمیں از سر زنش
بارگہِ شاہ در آں بوستاں — روئے ظفر داشت بہ ہندوستاں
چار ستوں بود بر سمِ شہاں — در خمِ دہلیز جہاں در جہاں
عزمِ معیشش بنا نشش نہاد — خانہ ز تربیع بہ تدبیس[3] داد
بارگہی را دو ستوں رسم بود — شاہِ یگانہ دو دِ گر در فزود
چار ستوں بارگہِ عرش سائے — عرشِ دوم گشتہ بداں جا پائے
شیر سیہ شد ز سرِ بارگاہ — خانۂ خورشید گزرگاہِ ماہ
از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر — لرزہ ہمی کرد ز ہر ہا دشیر
کوشکِ لعل و سیہ شد بلند — ہر یک ازاں سایہ بگردوں فگند
لعل چو آتش سیہش ہمچو دود — سوختہ زیں ہر دو سپہرِ کبود
ہر دو دو دِ برج مہ و خورشید تاب — گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

[1] یعنی لشکر کثیر بعد دِ ستارگاں بود ۱۲ [2] نام مقامی ۱۲ [3] نوعیت ما زخیمہ ۱۲

خرگهِ زرّین که در آمد بهش — چنبر مه شد کمرِ خرگهش

بود چو داخل ببزرگیِ علم — گشته پیاده ز شکوهش حشم

هر که دروں زد قدمِ دلدلش — راند به نیزه علمِ داخلش

میمنه بر تلِ پسته زد یکسره (نام مقام ۲) — بود میان اندیت پیسره (نام مقام ۱۲)

پیلِ گران سنگ بهاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود

پیش بهاپور بقدرِ سه میل — سنگِ گران سرمه شد از پایِ پیل

پایگهِ خاص بسیری رسید — سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید

خیمه ز هر سوی بیک پایهٔ حاست — چار وتد گشت بیک قطب راست

دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت — نقطهٔ خاکی میانش نشست

خیمه پر از گل چو گلستان نمود — وز گلِ او دشت چو بستان نمود

دائرهٔ خیمه بسیری قطار — ابر فرود آمده در مرغزار

بس که دراں گلشن مینو نشاں — شاه شد از ابر کرم دُر فشاں

هر که دریں سبزه نظر در گرفت — قطره طلب کرد و گهر بر گرفت

یک شبے آں جا بخوشی گام راند — خورد مئے روشن و گوهر فشاند

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد — مارِ سیه در شکمِ خاک شد

داورِ جمشید نسب کیقباد — تاج کیاں بر سرِ والا نهاد

سرو جوانیش که شد میوه دار — شاخِ کرم گشت و درآمد بهار

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں زدو سو صف کشید
فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرق سراں ناتچیں
خلق دو سو صفِ ادب ساز کرد — باریک آمد شدن آغاز کرد
یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفت دراں حال گاہ
حاجبِ خلقے چو دراں فتحباب — گشت مشرف بشکوہِ جواب
رخشِ طلب کردشہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
خانہ زیں منزلِ خورشید شد — سرو ہمسایگیِ بید شد
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
روے زمیں گشت پر از یورزباز — ہر ہمہ آہو کشِ دلچیر ساز
اشکرہ را گشت بہیں دستگاہ — از ہنرِ خویش ز بر دستِ شاہ
چوں ہنر از عیب فزاوان شود — مرغ ز بر دستِ سلیماں شود
وائے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم ازاں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جائے دید
خفت چو خر گوش بخوابِ دراز — جست ز خواب از خلہ چنگِ باز
سار و کلنگے کہ نوا می گرفت — چرغ خود آں را بہوا می گرفت
مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم برد — صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

---

۵۱ سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

هرچه زبالا و فرود نمود — ملکِ سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کناں تا بگهِ نیم روز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو — کرد شهِ نو هوسِ شهرِ نو
رفت بکیلوکهرے دادِ عون — از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرِ شهی ارجمند — چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب کہ بود عرصہ رفرف[1] چو رفِ آں ایواں

قصر نگویم کہ بہشتے فراخ — رفتہ طوبیٰ درِ او را بشاخ
باچمنِ ہشت درش دریکے — با فلکِ ہفت سرش سریکے
بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدے ابر
پایے چو مہتاب بیامش نہاد — گشت[2] ز دوران بہ زمیں اوفتاد
رفت درونِ درِ او آفتاب — وقف زمیں کرد رخِ چرخ تاب
رفت صبا زاں در و دیوار خرس — گفت ندانم در و دیوارِ کس
رہ بسوے روزنِ او جست ماہ — ہیچ نداد او بسوے خویش راہ
بانگ کشادہ درِ او دم بدم — رفتہ بدر بند و بدر وا زہم

---

[1] رفرف بالش ہا و بساط ہاے گرانمایہ و تختے کہ رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ ورف طاق ۱۲ [2] یعنی از دوران سر بر گردید و بر زمیں اوفتاد ۱۲

بادرِ بارش دو جہاں پستِ او — قلعۂ شہ درشدہ دربستِ او

از شرفِ پایۂ او نردباں — پایۂ سایہ شدہ بر آسماں

کالبدِ چرخ بخشش یکے ست — خشتِ زمیں کالبدِ بیش نیست

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدۂ را او صورتِ خود در بہشت

ہر چہ کہ در آئینہ بینند جواں — پیر دراں خشت بہ بینند ہماں

ہر چہ کہ نقاش بکیسو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید

نیست درو حاجتِ نقشِ اصفا — بس کہ شد از عکس کساں رونما

نقشِ بلندش ہوا خامۂ اند — تختۂ منقش بفلک باز خواند

دیدۂ بد مردم ازاں جائے خوش — تیر بسے خوردہ زہر ترکش

قطرہ برآں بام نیفتاد تیز — ابرِ گریزندہ زباراں گریز

شکل ستونش بمقامِ ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

گشت چو جاروبِ زخاکروب — گردِ سخیش ہمہ کس سرمۂ چوب

طرفہ عروسی شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

جون کز و گشت حبابے عیاں — قصرِ نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل زتاب — آبِ درو عکس نما او در آب

عکسِ دویش مثلِ نیارد دگر — گرچہ کہ سر زیر کند یا زبر

لہ سیخ (تیلی) سرمہ چوب اے چوب سرمہ یعنی سلائی ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنهائے راز

سنگِ سفیدش که شده برسپهر — آمده از مهر شده هم بمهر

یکطرفش آب و دگر سوے باغ — باغے و آبے زده سویش بلاغ

آبی ازاں باغ برو ماند زرد — باغے ازاں آب بجا گشت سرد

شاخِ بهر بارگهے کرده راه — جایگهِ بار شده بارگاه

شه چو دراں خلدِ بریں جائے کرد — خرّم و خنداں بمطربے اے کرد

بازبمے بُرد کفِ زرفشاں — کرد پر از زر کفِ ساغرکشاں

بادہ کشاں باز کشیدند صف — گشت مئے لعل درافشاں ز کف

رود زن از سینه بروں صبر برد — آبِ چکاں دست چو باراں ز بر

بس که شد او مست ز آوازِ خویش — ریخته از پرده بروں رازِ خویش

چنگ ز سر گشته تواضع نمائے — بادِ تکبر بسر افگنده نائے

زخمه چو نولِ بَط در رود و چنگ — راه چکاوک زده با بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر — بر همه مُرغاں شده گنجشک میر

شاه دراں زمزمهٔ نائے و نوش — بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمے که ورق برگرفت — مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت

بر بَطِ مطرب که نوا بر کشید — تار بریشم بدُر اندر کشید

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ هر بدره کشی چون هلال
بس که نمے شد کفِ شه گنج سنج — بیش در آفاق نگنجید گنج
موسمِ دی جمله بعشرت گزشت — زاتشِ می مجلسِ خود گرم داشت
باد همه وقت خوش و شاد کام — کس نه زبردستیِ آلا که جام
مه بجنیبت کشیِ عزمِ او — زهره بخنیاگریِ بزمِ او
همتِ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو بثنا گوئیش
این غزل از مطربِ موزون اصول — یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ شکری دارد — دلِ من پاره[1] بردامسال بالجان دادن اوری دارد
من اندر خاکِ میدانش لگد کوبِ بلا گشتم — هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد
بهر شکلے کہ می آید زمن جان می برد آرے — دروغ ست آن کہ این شیوہ زبر دلبری دارد
مسلمانان نگہ دارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد
ندارم آن چنان بختے کہ خواند بندۂ خویشم — غلامِ دولتِ او یم کہ با او چاکری دارد
مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آرا — بیارد بر زبان و سر زنش خود برسری دارد
توئی دیوانہ وش جاناں کہ داری سایہ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیبِ پری دارد
مرا چوں صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکش لیکن سخن در لاغری دارد

---

[1] پارسال ۱۲

بہ بدنامی برآمد نامِ حسنِ و کرنپائے دیدہ　　نہ یک تر دامنے دارد کہ صد دامن تری دارد[۵۱]

صفتِ فصلِ خزان و مغل عزمِ سپاہ

ہم برآں ساں کہ تبارا جِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چو بحمن خانہ خوشت　　بادِ رواں کرہ بگلزار تاخت
شاہِ سپہر عزم ز ولایت براند　　کشتِ بحمن ہیچ ولایت نماند
کوہ ز سنگ آتشِ لالہ فروخت　　شعلہ بداماں گرفت و بسوخت
لالہ سر از سنگ بلنگر سپرد　　ماند بجا لنگر و بادش ببرد
بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود　　خشک شدہ باغ ہماں جا کہ بود
گشت سمن نازک و زرد و حقیر　　کاب گرفتش بلبِ آب گیر
رفت سمن روے چمن را گزاشت　　زاں کہ خزاں روے نگاہش نداشت
جامۂ خود کرد بنفشہ کبود　　گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد بہ تنِ نازکِ زیباے گل　　پارہ ہمہ پوست ز سرماے گل[۵۲]
لالہ ز بسیاریِ خوں در فساد　　ریختہ نازک تنش از رنج باد
سوختہ از آتشِ خود لالہ زار　　گشتہ درونش ز خزاں پر غبار
دفترِ صد برگ فتادہ ز دست　　آمد و ہر ورقِ او شکست

---

[۵۱] اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ [۵۲] گلابی جاڑا ۱۲

جلد سمن برافشده شیرازه باز — نامده از باد درتهاتراز

سوسن آزاده در افتادگی — هیچ نه می گفت ز آزادگی

نسترن آویخته شاخ بود — هر دو بهم باز گستند زود

شاخ چو از باد خزان کوفت — باد خزان نیز از و برشکست

سرو که از سایه نشانی نداد — سایه نشینان همه داده باد

هر شجر باغ ز سر تا تنه — ماند ز بی برگی خود برهنه

برهنه گشته تنه گل بباغ — باد کنان خس کشی از روی لاغ

دیده چو نرگس بچمن این فساد — گل[1] شده در دیده خویش افتاد

نرگس بی دیده رواں کورروش — خار عصا باد خزاں کورکش

ریختنی کرد درختان زسر — گشته زمیں پر ز درمهای زر

پشت بنفشه بسمن زارها — کوز شد از چیدن دینارها

بر زمیں افتاد بسے نازنیں — لرزه کناں بر سر شاں یاسمیں

خاک ز زردی شده برعفراں — خنده نه با این همه در ارغواں

شاخ گل از بس که نگوں شد گلش — کرد نگوں سر ز نشیمن ملبلش

باد بهر در رسیده فراز — سرو ز هر باد بخفته دراز

سبزه بسے خط ترا نگیخته — باد بسے خاک براں ریخته

گل همه سر خیش و مال از بردن — کش همه در پوست در افتاده خون

---

[1] مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد و آں را در هندی پھولا گویند یعنی نرگس ز دیدن فساد خزاں کور شد ۱۲

آب کہ باراں بگلِ کوزہ بخیت — کوزہ بفتاد و شکست و بریخیت

ابر کہ بگریست بہ بستان بجبر — شد مژہ ہا ریختہ از چشمِ ابر

نم بکفِ دستِ چنار از رہ دوش — زیبقِ لرزاں بکفِ تعرشش

گربۂ بید[1] از عملِ دست برد — گشت لگد خوار ز کنجشکِ خرد

بید ببارید ز ہر برگ تیغ — ریختہ خوں از تنِ گل بے دریغ

لالہ فرو ریختہ در پیشِ باد — خونِ خود آں جا کہ خوئے گل فتاد

غنچہ کہ با باد کشادیش دل — شد ہم ازاں باد گریباں گسل

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش — غنچہ گرہ بر زدہ[2] در دامنش

دامنِ نسرین کہ در آمد بخار — ماند ہماں جا دو سہ پیوند دار

گل شدہ بے روئے[3] ہر بوستاں — مرغ ز بے روئیِ او در فغاں

از کلۂ مرغ نوائے کہ خوہست — سرو بر قص آمد و پایش نخاست

بر سرِ ہر خار کہ بلبل گزشت — حلقِ وے افتاد و خرا شیدہ گشت

بلبل ازیں غصہ چناں خوں شست — کش تہِ دم رنگِ دگر گونہ گشت

گنگ شدہ طوطیِ زاغ و زغن[4] — در دہنش یافتہ جائے سخن

کور شدہ فاختہ از نولِ زاغ — فاختہ کور[5] آمدہ گل را بباغ

---

[1] گربہ بید نوعی از بید ست ۱۲

[2] رسم ست کہ چوں جامہ پارہ می شود بر دامن گرہ می دہند ۱۲ [3] بمرت ۱۲

[4] زاغ و زغن در خزاں آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ [5] فاختہ کور نام علتی ست کہ در چناں را خشک سازد ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل — گفت غلیو از کجاے السبحل

باغ خراب از قدم بوم شوم — چند قدم شوم شدہ یار بوم

نائے میسچہ[1] کہ نمانده دمش — حلق تہی گشت ز زیر و بمش

در طلب روے نکو سو بہ سو — قمری کو کو زدنی کو بہ کو

باد کہ اندر سر ہدہد فتاد — تاج سلیمان ز سرش بر بباد

گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت — حسن چو شد جملہ پس دم گزاشت

آں کہ پریدے ز پر خود تدرو — ماند چو پر گم شدگاں زیر سرد

لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ — کبک بریدہ دل از تیغ کوہ

سبزک دیبا چہ خود باز خواند — شارک پیچان دہن باز ماند

طفل شگوفہ برہ افتاد و مرد — شاخ بدید و بعنا دل سپرد

گرچہ گلے بیش نشد در چمن — گم نشد از مجلس شاہ زمن

گرچہ ز کہ لالہ نہاں کرد پے — لالۂ نو ساخت شد از جام مے

گرچہ نہ بد برگ و نوائے بشاخ — برگ و نوا بود بمجلس فراخ

گرچہ کہ بر بست ہوا سیم آب — شاہ کشاد از کف خود سیم ناب

گرچہ چمن گشت پر از برگ زرد — شاہ زمیں در تہ دینار کرد

از کرم شہ کہ عدو سوز بود — فصل خزاں موسم نوروز بود

---

[1] میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

شہ بچنیں فصل بریں گونہ شاد — کز مغل آوازہ بعالم فتاد
نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکاں زمیں
کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بآہنگ رزم
شکرِ انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ
بوم بسر بستہ سپاہی چناں — آمد ازاں بوم خرابی کناں
ناوکِ شاں دیدہ کشے ساز کرد — دیدہ نیارست کسے باز کرد
گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز — سیل شد و کرد بدریا ستیز
قوّتِ آں سیل کز ایشاں رسید — آب زہا پور بلتاں رسید
ہر کہ گہے چشم نمی زد ز کس — چشم زدن چشم زدہ شد ز خس
مردمِ آں خاک فرو شد بخاک — گرد بر آورد از ایشاں ہلاک
امن و امان و رشد از راہ شاں — بوکہ بفریاد رسد شاہ شاں
ایں رمہ کاندر رہِ گرگ اوفتاد — وارہد از قوّتِ راعی العباد
شہ کہ ز گستاخیِ آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں
تلخ بخندید چو شیر از غضب — تلخ بود خندۂ شیراں بلب
گفت کہ خہ خہ[1] بجہاں عہدِ من — وز دگراں زلزلہ در مہدِ من
غازیِ ما چوں نہ بکارِ غزا ست — کافر اگر تاختن آرد سزا ست

---

[1] خہ خہ خندۂ تلخ را گویند یعنی خندید و گفت کہ در جہاں بادشاہی من ست و از دیگراں زلزلہ در مہد من ست ۱۲

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا — دانگه از آهنگ کساں غم مرا
خلق چه گویند بهر کشورے — شاه من و قلعه کشا دیگرے
بوم که باشد که بچنگِ دراز — طعمه برد از وطنِ جسته باز
گرگ و سگے هست برآهو دلیر — پنجه نخواهد زدن آخر بشیر
من که به هندوستانی کنم — جزیه ستانی کنم از پیل و مال
گه بخشم زر دهم از گوجرات — گاه بدیو گیر و نیسم برات
اسپ همه تند کشم از تلنگ[۵۱] — پیل همه مست ستانم زبنگ
مالوه را وقفِ دفاین کنم — جام نگر[۵۲] و جهِ خزاین کنم
نیست مرا وجهِ قبا جز[۵۳] خطا — سرحدِ چین بسته بند قبا
زین دگلی[۵۴] چند نگردد گله پوش — کز پیِ یک پینه کشیدم زگوش
پینه کنم[۵۵] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پینه شود استخواں
گرچه چو مور و ملخ ست آں سپاه — مور شود کشته چو افتد براه
پیلِ من آں دم که بجوشد چو نیل — چیست صفِ مورچه دریایِ پیل
می شود دم دل که بخیزم زجاے — فرقِ قراخاں سپرم زیرِ پاے
لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلوده تیغ

---

۵۱ نام ملک ۱۲ ۵۲ جام نگر نام مقام ۱۲ ۵۳ قبا بالضم قاف نام مقامی ۱۲
۵۴ دگل یعنی دغل و دگله پوستین یا جامهٔ کهنه پر از پینه باشد ۱۲
۵۵ پینه کنم اے مثل پینه پاره پاره ساخته بر هوا بپرانم ۱۲

لس نزده تیر بمردارخوار — جز بگرد[1] هسته نکند این شکار

چون سخن چند ازین در براند — عارض دانای سپه انجواند

گفت که خواهم ز سواران کار — نامزد مغل شود سی هزار

بر سر شان بارک تیغ زن — خان جهان شاهک[2] لشکر شکن

عارض فرزانه بفرمان شاه — کرد روان سوی مخالف سپاه

بارک و قلب گهی رزم ساز — وز ملکان صد سر گردن فراز

ساخته رزم چو شیران مست — سوی سگ چند کشاندند دست

انجمنی چون فلک آراسته — چرخ ازان انجم اما خواسته

ماه سبک سیر شد اندر شتاب — خنجر تیز اخته چون آفتاب

ناحیه بر ناحیه راندند تند — بود صبا پیش چنان سیر کند

از قدم شوم مغل آن بلاد — نام و نشانی ز عمارت نداد

از حد سامانه[3] و تالاؤ[4] هوئر — هیچ عمارت نه مگر در قصور

لشکر اسلام که آن جا رسید — بود زمین تشنه که باران رسید

یافت خبر کافر ناخوب کیش — تیز تر از تیر بروں شد ز کیش

تن ز غنیمت بهزیمت سپرد — بردن جاں را بغنیمت شمرد

---

[1] غلولہ گلین و مردارخوار را گویند ۱۲ [2] شاہک سپہ سالار۔ کاف تصغیر ۱۲

[3] لاؤ ہور لاہور ۱۲

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود — گشت چو موم ارچه که پولاد بود
سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت — چمچلک و بید و بد گر سوئے تافت
جملہ ز بے سنگیِ خود بے درنگ — در گلۂ مرغ در افتاد و سنگ
بر زدہ دامانِ قبا ہم گروہ — عطف نمودند بدامانِ کوہ
روئے مغل بود بہر سو کہ بود — پشت مغل بود بہر رہ کہ بود
روئے چو بہ نمود سپاہِ درشت — رو ننمودند نمودند پشت
بار بک اندر پئے شاں کینہ خواہ — تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
روئے بدند از ہمہ رو در تنیز — پشت شدند از ہمہ رو در گریز
دست وے از قوتِ چوگانِ زر — کرد پر از گوئے زمیں سر بسر
بس کہ بریدے سر آں حرزاں — شد خرۂ سگ ز سرِ خر سراں
روئے پہن کردہ چو طشتِ نگوں — دید سرِ خود ہمہ در طشت خوں
تیغ کہ بر تارکِ آنہا گزشت — کرد بیکجاے سر و تیغ و طشت
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد — کوہ ز خوں زیر و زبر لالہ کرد
خرتنۂ چند ز لشکر کشاں — رفتہ عناں تافتہ بہر نشاں
وانچہ دگر بود ز برنا و پیر — یا علفِ تیغ شدہ یا اسیر
خان جہانگیر کہ ایں فتح یافت — فرخ و فیروز عناں باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

بست اسیرانِ مُغل را قطار — داد بدان چند شتر در مهار
گردنِ شاں بہر رسن ساز کرد — سر بر سن بست و رسن باز کرد
کشتہ ہم ایمن نشد از ترک و تاز — تا زسرش پوست نکردند باز
چوں زچنیں فتح جہاں یافت پیر — دست بمی بُرد سپہدار دہر
مجلسے آراست بر آئینِ کے — داد بسے کشتی زرّیں بمے
شیشۂ می ریخت بہ یاقوت گنج — طرفہ بود شیشۂ یاقوت سنج
ساقیِ مہوش بقدح دست بُرد — دَورِ قمر جام بساقی سپرد
چرخ ہر آں دَور ازیں پیش داد — رفت بریدانِ قضا را زیاد
تا کہ زساقی شنود بانگِ نوش — پنبہ بروں کرد صُراحی زگوش
صف زدہ یارانِ خوش و بادہ کش — سرخوشِ بادہ سری کردہ خوش
بر یکی ازاں پہلوے شمشیر و تیر — شیر گرفتند چو شد شیر گیر
بزم گہے ساختہ شد چوں بہشت — خاک شد از جرعۂ مُعنبر سرشت
جرعۂ مشکیں کہ زمیں در گرفت — گاو زمیں خوردہ بعنبر گرفت
بربط و طنبور کہ شد نغمہ ساز — کرد زحیرت سر قرّابہ باز
زخمہ درآمد بزباں آوری — داد بمطرب بزباں یاوری
بادہ چو خورشید زگہ تا بشام — داشت طلوعی و غروبی بجام
کرد چو خورشید بوقتِ غروب — طالع خود بر ہمہ آفاق خوب

وقت در آمد که حریفانِ بزم
برطرفِ خانه نمایند عزم

میر سپه کرد بسے هدیه راست
داد بیاران و بسے عذر خواست

پیشِ بزرگانِ دسرانِ ببرد
خدمتے آورد سزاوارِ مرد

کرد بزرگی بحقِ کهتراں
داد سبک جامه بقیمت گراں

هر همه خشنود و خوش از بزمگاه
باز گرفتند سوے خانه راه

بزم زمهماں چو تهی یافت جاے
بزم نشیں باز بمی کرد رائے

خلوتیِ چند ز خاصانِ خویش
پیش طلب کرد و می آورد پیش

جام که شد چوں دلِ کافر بجوش
کرد بیادِ شهِ اسلام نوش

چنگ نوازاں بهوا سر کشید
چنگ نوازنده نوا بر کشید

گفت بر آهنگِ نمطهاے چنگ
ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل و گلزار برفت
سرخروئی ز رخِ لاله و گلنار برفت

سرو بشکست و سمن زرد شد و نرگس خفت
گو برو ایں همه چوں از برِ من یار برفت

نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلوده
آمد و گفت که سروِ تو ز گلزار برفت

خواستم تا دم اندر طلبِ رفته خویش
یادم آمد رخِ او پاے من از کار برفت

درد دیدا اشک چو باز آمدنِ خویش ندید
دل بانداخت هم اندر رهِ خونبار برفت

خونِ دل گرچه که بسیار برفت اندک ماند
صبر هر چند که بود اندک و بسیار برفت

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو — اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت
بادخائے ز رهِ گلرخِ من می آرد — جانم آویخت در آن خار گرفتار برفت
گله کرد آن بتِ شیرین ز برخسرو رفت — خله کرد آن گلِ نسرین ز سر خار برفت

صفتِ فصلِ بهاراں که چناں گردد باغ
که بدو نرگسِ نادیده بماند حیراں

فصلِ بهاراں چو علم برکشید — ابر سراپرده برافتر کشید
سکهٔ گل چون درم شه زدند — سکه بصد وجه موجه زدند
شه سپر غم بچمن داد بار — خار سلاحی شد و گل پرده دار
تیغ کشید ارچه که سوسن بلاغ — هم ز سرشک سایه نبرّید باغ
تا شودش سوسنِ آزاده رام — خار غلامی شده سرتیز نام
خونِ خود از باد خزاں گل نخواست — لیک صبا از سرِ خوش تینخ تست
خواست گل از باد بخواهد دیه — برد برون نرگسش از تعمیه
سوسن ازین غصه بکین خواستن — خاست بشمشیر زهے خاستن
او خود ازاں خاست که آزاد گشت — غنچه چه افتاد که برباد گشت
بس که صبا همدمیِ غنچه کرد — تازه نشد تا دمِ او را نخورد
باد حریفِ گل و گستاخ زد — جامهٔ صد برگ بصد شاخ زد

باد همه خاکِ زمین را به بخیت
یافت ز رودُر بر صد برگ رخیت

بس که گرانیِ زر از حد گذشت
دامنِ صد برگ بصد پاره گشت

جامهٔ گل پاره شده بر تنش
غنچه گره بر زده در دامنش

گل ز کرم زر دهد آن را که جست
وز پیِ خود جامه نسازد درست

آب سمن در چه خوی و مشک بود
باد شد آهوتگ و مشکش ربود

باد که از شاخ همی بر شکست
باز چه برها که بر آن شاخ بست

سایه کنان سرو بر افتادگان
با همه کس راست چون آزادگان

گرچه پرانید صبا هر چه خواست
در صفتِ سرو همی بود راست

نرگس تر گشت همه روش چشم
خیره شد اندر رخِ خیروش چشم

خون لسمن چشمکِ پوشیده داد
چشم نه زد از کسی الّا زباد

سبزه چنان شد که جهان در گرفت
چشم ز نرگس نتوان بر گرفت

نسخهٔ دیباجهٔ عشرت جهان
خواند صحیح از ورقِ ارغوان

خون بچکید از گلِ نازک خیال
لالهٔ خودروی از آن یافت حال

سرخ گل از باد چو آورد یاد
خونش بجنبید ز آسیبِ باد

شاخِ گل کون که ترشد برش
کوز تر از دستهٔ کوزه سرش

ساخته گل کوزهٔ نو از نبات
ابر در او ریخته آبِ حیات

باغ ز هر غنچه شده کوزه در
گردشِ چرخ از گلِ تر کوزه گر

باد دراں کوزہ شد دسر کشاد — گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد

نسترن از روے نکو می پرید — بلبل و قمری ہم ازاں می برید

فاتحہ خواں غنچہ بگاہِ سحر[۵۱] — نرگس و سبق گل و علمِ نظر

گل کہ سپرہاش فراہم شدہ — پیشِ سپر غم سپرِ غم شدہ

گل کہ ہمہ روے شناسا شدہ — روے شناسِ ہمہ صحرا شدہ

قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں — ماہ بہ پروین شدہ ہم در زمیں

کردِ بسنگ آتشِ لالہ نشست — زاغ شدہ ہندوے آتش پرست

گریۂ بید[۵۲] از گلِ لعل و سپید — گریۂ مشکیں شدہ در مشک بید

بید شدہ تیغ فشاں زیرِ پائے — سایہ از و خستہ شدہ جا بجائے

لرزہ کناں آب ز آسیب باد — بس کہ بر و سایۂ بید او فتاد

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر

غرقِ سپر گشتہ زنیلوفر آب — بر سپرش قبۂ سیم از حباب

طرۂ سنبل ز شکن گشتہ باز — پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز

بر گلِ بالا کہ دھد بوستاں — بیشترے ہست ہندوستاں

آں گلِ ہندی کہ چمن کردِ راست — نے بخراساں کہ بعالم نخاست

کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید

---

۵۱ یعنی خود را گشادن می خواست ۱۲ ۵۲ گریۂ بید نوعی از بید ۱۲

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ روے — جز تری ز دنتواں یافت بوے
نغزیِ ایں گل کہ ز تری مغز — داد بہ خشکی و تری بوے نغز
ماند چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند نسیم
سیوتیِ خوش کہ کندش گلاب — از ہمہ سو رو بہمہ روئے آب
یک گلِ بیل و دہ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آید بروں
از گلِ بسیار دلش گشتہ باغ — وز خوے او در جگرِ لالہ داغ
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوئے دگر گل نتواند کشید
پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ[1] — غرق بخوں ناخنِ شیر یلہ
نے غلطم نافہ۔ ولے نیم خام — چیزے از و مشک دگر خوں تمام
تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش — زاغ نشاند بسر شاخ خویش
جاے نہ در باغ زگلہاے جاے — مرغ در افغاں کہ بگیرند جاے
از پئے گل ہر کہ بہ بستاں شتافت — ملکِ جہاں یافت اگر جاے یافت
گشت ز سر شف گلِ زر دام زاد — گل بہ زمیں گونۂ زر دام داد
سبزۂ گشتش ہمہ صحرا خرام — پر گلِ زریں شدہ صحرا تمام
غنچہ بہ بستاں ز نم آوردہ شیر — مرغ چو طفلان شدہ اندر نفیر

---

[1] پلہ ٹیسو ۱۲

زاغ برفتہ ز چمنہائے تو — بوم ہم آوردہ دراں راغ رد
شارکِ رعنا بہ چمن باز خورد — چشم بر خارۂ گل سرخ کرد
بلبلِ سرمست ز نظمے کہ خواند — غنچۂ سربستہ دہن باز ماند
زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید — طوق گرو کرد و ز گل زر کشید
کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت — پاش چو منقار ز خوں سرخ گشت
ہدہد ازاں آیۂ ھب لی[1] کہ خواند — تاجِ سلیمان بسر خود نشاند
طوطیِ ناطق چو زباں برکشاد — منطقِ مرغانِ خراسانش داد
فاختہ ناطق باصولِ کلام — گفت یکے صانعِ خود را مدام
رہبرِ جاں گشتہ بگلزارِ طیب — رہزنِ عشاق شدہ عندلیب
شاہ دریں فصل بعشرت گری — با گل و بلبل بطرب گستری
بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ — وز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ
مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست — ویں غزلش بردہ بسے را ز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش — وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا — مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

---

[1] اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "رب ھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیر سایۂ شاخِ چنار خوش
اے باد کاہلی مکن و سوئے دوست رو — ما را بکن ز آمدنِ آں نگار خوش
چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش
گر خوش کند ترا بحدیثے کہ یار کرد — پیشش کن و بیار مشو زینہار خوش
و ربنیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بہ نزدِ من آر خوش
با او در آں زماں کہ میش راہ میدہد — بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش
من مستِ خوش حریفیِ اویم کہ آں حریف — سرخوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سرو و پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست بر شکنیہا[1] بگاہِ ناز — وز خستہ و شکستہ فغانہائے زار خوش

صفتِ موسمِ نوروز و طرب کردنِ شاہ
بزمِ دریاؤ کفِ دست چو ابرِ نیساں

رفت چو خورشید بہ برجِ حمل — نور شرف کرد بگیتی عمل
دورِ جہاں روزِ نو از سر گرفت — موسمِ نوروز جہاں در گرفت
شاہ دراں روز ہم از بامداد — قصرِ فلک مرتبہ را تاب داد
کنگرۂ قصر طرف بر طرف — تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

---

[1] بر شکستن اعراض کردن ۱۲

صفّهٔ نُه طاق بیاراستند — پرنِ زربفتِ فلک خواستند
تخت زدند و تتق آویختند — عرشِ دگر بر زمین انگیختند
چتر زہر سو بفلک سر کشید — ابر سراز شرم بچادر کشید
پنج طرف چتر چو مهرِ سپهر — شش جهت آراستہ زاں پنج مهر
ہمچو گل و سنبل و سوری بید — لعل و سیہ گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیہ کہ پیشِ چشمِ خورشید
آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں

چترِ سیہ اشبِ قدری شمار — گشتہ شبِ قدر بروز آشکار
گونۂ او زاں سیاہی شناخت — کز تہ و بالاش دو خورشید تافت
بر سرِ او سایۂ فرِ ہمائے — در تہِ او سایۂ عونِ خدائے
سوختہ خود را ز تفِ آفتاب — باز رہانید جہاں را ز تاب
گرد شود سایہ چو پیرامنش — سایہ کہ گرد آورد از دامنش
تا ز پئے سایہ بشہ کرد روے — شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ جوے
سایۂ او بر سرِ ہند او فتاد — ہند شہ از وے ہمہ اعظم سواد
خامۂ نقاش بسحرِ بناں — نقش نکردہ ست سوادے چناں

لہ عبارت از پنج چتر ۱۲

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ　　قطرۂ باراں ست در ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ
چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں

چترِ سپید آمد چو خِ اُمید　　بیضۂ اسلام از و رو سپید
سقف زر در کردہ ستوں از زرش　　وز گہر آویزشِ سر تا سرش
داشتہ ابرے بستوں در سما　　قطرہ معلق بمیانِ ہوا
ابر سپید و گہرِ بے بہاش　　قطرۂ او داں کہ نمود از صفاش
سایہ ز خورشید بود رو سیاہ　　سایۂ رویش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز　　چوں رُخِ خورشید گہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شہِ کامیاب　　پارۂ نورے ہم ازاں آفتاب
از برِ خورشید سرش برگزشت　　جامہ سفیدش ہم ازاں چشمہ گشت
چترِ سیہ کرد سوادے پدید　　دیں بہ بیاض از سببِ او رسید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشاں ست　　عکسِ وے از آئینۂ آسماں ست

صفتِ چترِ کہ لعل ست چو خورشید بصبح
بلک ہست او شفق و صبح جمالِ سلطاں

چترِ دگر روشن و خورشید تاب　　لعل و منوّر چو بصبح آفتاب

نه فلک از پیش روی در پیش — خواند کواکب فلکِ اطلسش
سود سرش بر فلکِ سبز وام — گشت فلک سُرخ و شفق یافت نام
از رُخِ شه رنگ چو دریوزه کرد — پشت بنه قبّهٔ فیروزه کرد
ابر نبارد چو شود لعل کار — او شده ابرے که بود لعل بار
روش بسُرخی چو گُلِ تر شده — سُرخیِ روے همه کشور شده
سُرخیِ او تا ز فلک برگذشت — دیدهٔ خورشید بسُرخ گشت
معدنی و معدنِ یاقوت و دُر — معدنِ او گشته ز یاقوت پُر
چتر سیه را همه تن مشک دید — خونِ خود از غیرتِ او خشک دید
لعل که آویخته گشت از برش — خونِ چکاں ست ز رنگِ ترش

صفتِ چتر که سبزست از سرسبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چترِ دگر همچو فلک سبز رنگ — بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ
اطلسِ او سبز تر از آسماں — موجبِ سرسبزیِ شاهِ جهاں
سبز درختے ز گهر یافته — سایه ز حق بر سرِ شه تافته
سایهٔ او گشت چو صحرا نشیں — سبزه ز مرد شده اندر زمیں
طرفه درختے که چو آید ببار — بر نه دهد جز گهرِ شاهوار

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر بران خاک نتابد دلیر
پیشِ وے از شرم سپہر کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود
کلّہ او گشت چو با چرخ خفت — در غلط افتاد جہانی و گفت
چترِ شہ آں ست کہ شد چرخ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ
دید سپہرش چو بداں نیکوئی — گفت کہ یارب منم و یا توئی
تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یک کفِ چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گزنشدہ از گل گزِ او
بر سرِ شاہ ز گل سایہ کند تا بستاں

چترِ گزگل[1] گزو گلگوں چو رز — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز
یک گل و بر ہفت فلک پردہ پوش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش
کردِ گلی رنگ دنِ مل شدہ — مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ
سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں
بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے
گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل[2] کہ مہتاب دمد آں نمود

---

[1] گز بفتح جنس از ابریشم لغتے ست در قرات گز بکاف فارسی لہجہ بدان گز کنند و جامہ پیمایش نمایند و تیر بے پر و نام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ [2] چتر را منبر لہ گل کردہ روی بادشاہ را نسبتہ باہ کردند ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی — خاصه برائے حقِ همسائگی
پشتِ دوے از بارِ گهر خم زده — چون سجرِ گلشنِ شبنم زده
گوئی از انجم همه گل چیده ماه — دوخته و ساخته زان خترِ شاه
خامه بسے نقشِ ترا نگیخته — رنگے ازاں گونه نیا میخته
جامه چناں رنگ نیارد پدید — خامه چناں نقش نیارد کشید

وصفِ دُرباش که نزدیک شد از هیبتِ شاه گنگ ماندست زحیرت نکند کارِ زباں

روے برو آئینهٔ دُرباش — گاه گهر سنج گهے نورپاش
از دو طرف رفته به پهلوئے شاه — گوهرِ شاں گوهرِ بازوئے شاه
تیغ زباں آخته چون بید برگ[1] — در دلِ بدخواه زباں گیر مرگ
زآبِ گهر جوشش زباں پُر شده — ریخته دستار چه پُر در شده
زاں سرِ دستار چه بے بها — در دلِ بدخواه بسے ریشها
دستهٔ شاں فرقِ سراں کرده کوب — بسته بزر چوب ز تعظیم چوب
واں دو کرک از دو طرف چون دو شیر — باد نجنبد زد و سوئش دلیر
گر مگس آں جا پرد اندر رهوا — در رود اندر دهنِ اژدها

---

[1] بید برگ۔ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

کرد بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش | کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش
گاہِ نبرد ش بزباں کار داد | جانِ بداندیش بجاندار داد
حربۂ جاندار شدہ جاں خراش | در جگرِ خصم زناں در رباش
دستِ سلاحی شدہ شمشیر تیز | دستِ دے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ ز بہرِ تو فرو چند برم آبِ دہاں

قطرۂ آبی کہ بہ ہنگامِ غرق | بگذرد از گردن و انگہ ز فرق
او بخوشی خفتہ میانِ نیام | خواب مخالف شدہ از وی حرام
شعلۂ آتش بزباں آوری | ز آہن و سنگ آمدہ در داوری
آب ورا گوہرِ نصرت بہ پشت | آہنِ او را ز رگِ عالم مشت
قیمتِ زر بیشتر از آہن ست | لیک ز راز آہنِ او روشن ست
آہنش از نیست قوی تر ز زر | ہر چہ ز زر بستہ بہ پیشش کمر
پارۂ آہن کہ بزر در خورست | حرمتِ آہن نہ از انِ زرست
از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار | رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار
گردنِ دشمن زن باسر بہم | مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

لہ یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پر آب میگردد ہمچناں تیغ خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

هندیِ کز گشته با سلام راست　　یافته از شاهِ جهان دست ارت

صفتِ چرخِ کمانے کہ بازوی شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نہاد ست کمان

ترکِ کماندار کمانے بدست　　کز خمِ او چرخ شدہ در شکست

از ہنر و علم کنندش چو زہ　　افگند از ناز در ابرو گرہ

ہست گرش علم بداند کسے　　علم بدست آر کہ ہست او بسے

ماندہ بپایے بکشا کش اسیر　　نا آمدہ از کش مکش اندر نفیر

گوشۂ خانہ ز کشاکش دواں　　خانہ بجا ماندۂ و تیرش رواں

خانہ دو دارد بچنان خورمی　　تیر زنی[۵۱] خانہ بداں محکمی

تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش　　زاغ[۵۲] نشاندہ بسرِ شاخِ خویش

ہر چہ بود خشک بیابیش آب　　ترشد[۵۳] از و آب نہ بینی بخواب

زشت بود آب چو بروے گزشت　　زشت ترا نگاہ کہ بے آب گشت

چوں کشندش غرق خداوندِ او　　ماہ شود بستۂ و پابندِ او

چوں ز ہنر بر کفِ شاہاں نشست　　زہ کندش ہر کہ بود زود دست

---

۵۱ چوب کہ در تہ تیری باشد و را تیر نیزمی گویند۔ ہندی کڑی ۱۲

۵۲ زاغ رمز از تیر زیرا کہ لازمہ زاغ پریدن ست و تیر نیزمی پرد ۱۲

۵۳ اگر تر شد ۱۲

صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت ست

سخت بارانی در تیر مہ و در نیساں

تیرِ پلنگ افگن و آہو شکار — وز دلِ دشمن شدہ سنداں گزار

گاہِ پریدن چو عقابی درشت — کردہ زخوں گرگسِ پرّ و خشت

پیسہ عقابی کہ چو ماہی بشست — جستہ براں گونہ کہ ماہی بجست

نے غلطم پیسہ شد تیر راست — پیسگی از دستہ شمشیر خاست

در سرِ دپالش دو گرہ جائے گیر — زاں دو گرہ ماند عقاباں اسیر

راند چو بر روئے ہوا تیز گام — از گزہ گز کرد فلک را تمام

بیلکِ سوزاں بسرِ وے زدہ — شعلۂ آتش بسرِ نے زدہ

ہست نئی خشک عدو را امید — زد ہمہ سوری بود و برگ بید

سوئے عدو نے بدرا شدہ — در زدنِ چشم گزرا شدہ

دیدہ ز شمشیر بسے سر زنش — جانِ عدو کند بگاہ کنش

از پئے فرمانِ نگہبانِ خویش — نامہ کشی کرد چو پیکانِ خویش

تیر گرش کرد چو سوفار ساز — گشتہ ز دستش سرِ سوفار باز

بود چپ و راست بہ پیشِ سریر — رمح و سپر تا بد و پرتابِ تیر

میمنہ بگرفتہ سپرہا سیاہ — راست بداں گونہ کہ گیرند ماہ

دیدنِ شاہاں ز سیاہیِ خویش — داد سپرہائے سیاہش بہ پیش

بر سپر لعل شد میسره — لعلی و زردیش همه یک سره
چون گلِ سوری شده گرد دمن — لعل تر از لاله بروے چمن
نیزه شده از سپر آراسته — راست چو تیر از سه پر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک — رامح و اعزل شده بر روے خاک[1]

صفتِ رایتِ لعل و سیه اندر سرِ شاه گشته خورشید میانِ شفق و شام نهاں

از دو طرف رایتِ لعل و سیاه — سایه رسانیده زماهی بماه
ماهیِ تو ماهِ نو انگیخته — ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مصمّع ستام — از دمِ خود بسته صبا را لجام
زیں ز زرِ خویش که عالم فروخت — کرد هم از آتشِ خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته — آتشے از دود و سلب ساخته
از پسِ اسپاں صفِ صیدِ میل مست — ابرِ هوا کرد بصحرا نشست
قلعهٔ آهن ته برگستواں — قلعه بجا مانده ستونش رواں
باغِ زر آراسته شد جاے بار — کرده برو ابر جواهر نثار
سبزه ز مرد هم ریحانیش — سیم نباتے گلِ بستانیش

---

[1] سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشاں را سماکاں گویند ۱۲

از دُر و یاقوت درختان فراخ — مُرغ ز زر ساخته بالاے شاخ

شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید — مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید

ہر چہ گرشتی ز گلستانِ زر — خوشتر ازاں کردہ بہاے دگر

ساختہ از سوم بسے نخلِ سپت — کاں بجز از موم نیاید درست

باغِ سوم چوں گذری زیں دو باغ — یافتہ از لالہ دُریچاں فراغ

بستہ بسے دستۂ گل دل فریب — کوششِ صد دستہ نمودہ برنیب

یافتہ سبزہ ز چمنہا درود — بہر درود آمدہ آں جا فرود

غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن — ہم نگسست از پیِ آں انجمن

بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید — ہم بُرید از چمن آں جا رسید

قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک — زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک

پرّہ بزر دوختہ ہر دامنے — تا شدہ بے دوخت سرِ سوزنے

اطلسِ زر بفت بدیوارِ سنگ — دادہ بہر سنگ ز یاقوت رنگ

کردہ مسلسل ز گہر بوریا — کاں ز رشک خواند فلک بے ریا

خاک ازاں مفرش زر بافتہ — خلعتِ نوروز ز شہ یافتہ

جشن چو آراستہ شد یک سرہ — از دو طرف میمنہ و میسرہ

شاہِ جہاں شستہ بزرّیں سریر — چشمِ بداں دوختہ ز قدّے چو تیر

تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج — قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

چرخ قبائے ز گہر بافتہ — کردہ بے صنعتِ زر بافتہ
آبِ دُر از تاج و قبا تا کمر — تا بکمر تا بگلو تا بہ سر
تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت
بستہ چو جوزا کمرِ زر دو رنگ — لعل بخورشید سپر داز دو سنگ
ہر کہ نظر کرد بر و پیش ز دور — عطسہ در آمد بدماغش ز نور
جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر خشمِ اختراں
قوقۂ چاؤش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صدسرِ شاں بر شدہ
ساختہ بالائے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلے بر کلاہ
شحنۂ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
تیغ زناں دست چپ و دست راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست
نعرۂ مجّاب کہ دور از میان — آب کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں
گرگسے پرزد ازاں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس
پیش کشیدند کراں تا کراں — خدمتے[1] ہر ہمہ خدمت گراں
گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں — باد شد از ناف زمیں نافہ چیں
چرخ کمانہائے سزا وارِ رہ — بر مہ[2] نو کردہ ز ابرو گرہ
تیر کہ بکشاد بسے بستہا — در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

[1] خدمتی پیش کش دندر ۱۲ [2] اے برماہ تکبر و فخر کرد و ماؤ الکینہ دانست ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار — کو برسد دست بدست از نثار

باز پسید آفت طاؤس قاز — چرغ گزو بسته شده چشم باز

شیر فلک صید که شاهینش نام — آن که سزد باز سپهرش غلام

جامهٔ زرد و دخت بقیمت گران — دوخته چشم همه قیمت گران

جام زر و نقره بباغ امید — کرده عیان نالهٔ سرخ و سپید

کشتی کز نقره و از زر بود — عمر بران خوش گزرد گر بود

زین همه چون برگزری باد پای — کز تگ شان باد بماند بجای

هر یک ازان تیز تگ و خوش خرام — قطع زمین کرده به تیزی گام

صورت تازی زده و گوش بید — چشم چنان گوش به تیزی مدید

عرضه کنان جمله بافگندگی — خدمتی خود ز سر بندگی

جام زر و جامهٔ گوهر نگار — بود ز هر جنس برون از شمار

مرد محاسب بشمارے که خواست — بیشتر از دست چپ آورد راست

بس که فرو رفت بسود اقلم — مجره سر باز نماند از رقم

حاجب فصّال چو قمری و سار — نغز نوا گشته ز فصل بهار

تا بشب آن روز دگر روز هم — کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم

شب چو برآئین بهار زمین — کرد هوا پر ز گل و یاسمین

شاه بخلوتگه دولت شتافت — خلوت از و دولت جاوید یافت

رفت بخلوت درِ دولت کشاد — خلوتیان را بہ نہاں بار داد
کرد رواں بر کفِ چون لالہ زار — بادۂ گلرنگ بہ بوے بہار
بزم گہ از خلدِ بریں دست برد — تنخنگی خلد بساقی سپرد
شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت — در جگرِ خاکِ درِ پاک ریخت
از ہوس جرعۂ شہ در مغاک — العطش آواز برآمد ز خاک
ریخت بسے رشتۂ در ثمیں — گشت بیک رشتہ سر رشتہ زمیں
موسمِ نوروز ہوائے شراب — شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
جام ہمی خورد ہمی بود شاد — شاد ہمی کرد جہاں را بداد
ہر چہ ز رد جامۂ نوروز بود — تو سنِ تندش ادب آموز بود
بخشش خود کرد ز اندازہ بیش — باز بدو داد کہ آورد پیش
ہر کہ چو گل کرد بہ برمش گزر — بُرد بسے دامنِ پُر سیم و زر
زر بخوشی داد شمارے نہ بود — خوشتر ازاں ہیچ بہارے نہ بود
بادِ شگفتہ گلِ بختش مدام — بادۂ گل بوئے مدامش بجام
نغمہ زنش زہرہ پردہ شناس — نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس
یافتہ در گوش ہمایونش جاے — ایں غزل از مطربِ بطحا سراے

غزل

گل امروز آخریں مشت بر خاست — بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گُل — ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن — ہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ با یار — بنام ایزد چو ماہِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو — برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہندوستان و بہا
راندن از شہر جوانبوہیِ گل از بستاں

چو حمل رفت بثورِ آفتاب — پخت ہمہ دانہ پروین ز تاب
از شرفِ خویش بروں راند خشت — وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطۂ پرکار حمل را گزاشت — چوں حمل از نقطہ نشانے نداشت
رفت بہاں را ز عدالت مزاج — جست ز آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود اوفتاد — مُرغ بہر کشت فرود اوفتاد
خوشۂ پُر شد بہ تواضع گری — خوشۂ خالی بزبان آوری
خوشۂ پیری چو شد اندر سلام — از ہمہ کس یافت درودے تمام
از پئے گلرغ جہاں می گزاشت — خوشۂ گندم بزبانش بداشت
سینۂ کنجشک بجائے درد — گشت پُر از گندم نو جو بجو

لہ گلرغ بکاف تازی نوعیست از گرگس سُرخ سر کہ بر سرش پر نباشد ۱۲

خرمنِ دهقان بفلک سر کشید — سنبله در توده خود در کشید
سبزه در پاش زمرد نمائے — کاه شد از زردی بل کهربائے
سرو سر از حکم گلستان نبرد — نعمتِ دیدار غنیمت شمرد
هر چه گل آخر شد و عمرش گزشت — اوّلِ عمرِ شه آفاق گشت
شاه بر آئینِ خود از جامِ جم — خون بداندیش همی کرد کم
پے به پے از شرق خبر می رسید — دیں خبر از هر همه برمی رسید
مصلحتِ ملک زرائے درست — هر چه صواب است همی باز جست
کز پئے آں کار بتدبیرِ خویش — حیله چه سازد که بخیزد ز پیش
خود کمرِ کینه کند استوار — باز پئے رزم فرستد سوار
کارشناسی که دراں از بود — پرده ز تدبیر برانداخت زود
گفت که از صد سپه کینه خواه — آں نه سزد کز تنِ تنهائے شاه
لشکرِ شه گرچه بود فتح یاب — شاه بباید ز پئے فتح باب
گرچه که سیاره بود شب فروز — لیک ز خورشید تواں یافت روز
گرچه که صد جوے بیک جا شود — سیل شود لیک نه دریا شود
شاه در آئینهٔ رائے منیر — نقش همان دید و ندیدش گزیر
در وسطِ ماهِ ربیعِ نخست — عزمِ سفر کرد بمشرق درست
صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیاره فرو شد بآب

کوسِ عزیمت زد رِ شهریار — لرزه در آورد بروئیں حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدمِ نالهٔ دمادم فگند

کوچ سپه کرد شه از شهرِ نو — داد جهان را ز ظفر بهرِ نو

لشکری از ذرّهٔ خورشید بیش — ذره بدنبالهٔ خورشید پیش

از اثرِ جوشِ چنان لشکری — لرزه اثر کرد تحت الثری

کرّهٔ گل شد چو فلک بیقرار — کرّهٔ گل گشته فلک از غبار

از سُمِ اسپان که زمین کرد چاک — کوه در آمد بتزلزل چو خاک

یافت سرا پرده در آن جا مقام — دشت در آمد ز سنها بدام

گردِ سرا پردهٔ صحرانشیں — دست زد او تا دبحبل المتیں

باز همه رسمِ خوشی ساز کرد — زو همه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجامِ طرب — جرعه بنوشید زمیں با ادب

هرچه زمیں در شکمِ گنج سنج — خاک بسر کرده همی خورد گنج

خاک بهر جرعه کز آن جا چشید — زر همه از پرده بصحرا کشید

بود در آن مجلس فرّخ اثر — گنج همه زیرِ زمیں بر زبر

خاک نگر تخته دگرگوں گرفت — کز تهِ گل زر همه بیروں گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانیِ گل شسته جام

جام چو بر دستِ شه آورد پای — غرقِ عرق ماند ز هیبت بجای

گرچه همی خورد بسے جام بخت — هم بتغافل نهد از کار تخت
مست نمی شد که ز رائے صواب — عقل ز بر دست شدش بر شتاب
مستیِ او مایهٔ هشیار ریش ها — خفته همه خلق ز بیدار ریش
خواست گلِ فتح هندوستان — لالهٔ شگفتش ز دگر بوستان
لشکرِ کافر کُشش بالا نورد — از عقبِ کوچ در آمد چو گرد
بارِ یک آمد ز مصافِ مغل — بسته گلوهائے مغل را به غل
طوق بگردن همه چون فاخته — غلغلے اندر گلو انداخته
در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر — سلسله از حلقِ سگان در نفیر
اسپ تتاری که بدندانِ تیز — برکند از شاخِ گیا رستخیز
شیر بهن سینه و کوتاه دُم — سوده سرِ گاهِ زمین زیرِ سُم
شاه بداں مژدهٔ دولت که یافت — باده طلب کرد و بمجلس شتافت
از اوّلِ روزش ز طرب تا بشام — دور نشد مے ز کف و لب ز جام
خورد مے و گنج بتاج داد — بس گهر و زر که بتاراج داد
گاه بهر جرعه گهرے فشاند — گاه بهر زمزمه زرے فشاند
عمرِ ابد باد بعیش اندرش — دیں غزل اندر لب خنیاگرش

غزل

دوشم ناگه بمنزل شده آں مه برسید — دل بمقصود خود المنة لله برسید

بازمی گفتم و افسانهٔ هجراں باخویش
تابداں لحظه که بالاے سرم مه برسید

ازپئے کوری آں کس که نیارد دیدن
مژدهٔ نورِ بصر برمنِ اکمه برسید

آمد آں روشنیِ چشم باستقبالش
مردمِ دیده دواں تا لبِ ره برسید

آمد آں ساده زنخ برمنِ بیهوش زدآب
برسرِ تشنه نگه کن که چه ساں چه برسید

گریه برسوزِ منش آمد و برسوختگاں
ایں چه بارانِ کرم بود که ناگه برسید

دل ستد ازمنِ بیمار و بپرسش نامد
چون خبر یافت که جاں می دهم آنگه برسید

می کشیدم سرِ زلفش زقفا جانب روے
تاشبِ تیره بنزدیکِ سحر گه برسید

خسروا اگر رسد ابله به بهشت این چه عجب
عجب ایں بیں که بهشتی بتوابله برسید

ذکر بازآمدنِ قلبِ شه از قتلِ مغل

همچو گرگاں زرمه یا علم از برخاں

صبح چو برشد بسریرِ سپهر
کرد کشاده بجهاں چشمِ مهر

بارِ گران داده فلک را زگنج
تا فلک از بارِ زر آمد برنج

شاهِ فلک مرتبه دُر گنج بار
داد براورنگ چو خورشید بار

مه زفلک چترکشِ شاه شد
چترِ همسائیگیِ ماه شد

صف بکشیدند ملوک از دو سوے
هر همه گردیه شدند از دو روے

طبل زناں بارِبک و لشکرش
وانچه بُد از لشکرِ شه یاورش

آمده پیرامن داخل ستاد — شد علم داخل ازو پُر زباد

رمل صفت لشکر و حمّلهٔ علم — داخلِ نصرت شده ازوی حشم

چون کژه برکوسِ مسین داد بوس — زد مسِ او باد ژرِ روئینه کوس

کوفت چو آن کوسِ شغبناک را — گوش فتاد اشترِ افلاک را

از سرِ داخل یلِ کافر شکن — گشت پیاده چو گل اندر چمن

داد شهش خلعتِ گلگون بیر — گل زر زرد شبنمِ او از گهر

قندزِ زرّیں چو فلک مو بمو — فرق بموئے ز فلک تا بدو

جامهٔ خز جوهرش از جفت طاق — جوهرِ فرد آمن با التفاق

جوهرِ آن جزو که فردش لقب — یافته تقسیم بجز دایں عجب

در صفِ او جمله سرانِ نبرد — رنگ بزنگ از سلبِ سُرخ و زرد

موئے میان در کمرِ زر شده — رشته بیاقوت و گهر در شده

هر چه که بودند امیرانِ شاه — هر همه در چرخ چو خورشید و ماه

کارگزاری که بقیمت گراں — جائگی کارگزارانِ جاں

بسکه خوے داد خوی از تن بدل — آب چکید از تنِ خوے آب گوں

---

۱ بزبانِ ترکی سُرخ علم ۱۲ ۲ فلک ابوجہ کوزہ پشتی بہ اشتر ہم تشبیہ دہند ۱۲

۳ پہلوان دشیر مبارز ۱۲

۴ جوہرِ آن جزو کہ لقب او فردست ۱۲

صاجی از موج بر آب دگر — برتنِ دریا صفتانش گزر
خاره بر اندامِ کسے خود نه سود — معدنی لعل کم از خاره بود
جمعی ازیں گونه کم آراسته — چشم بد از دیدنِ آن کاسته
صف زده با تیغ زنان دگران — گشته بدرگاهِ شهنشه روان
بانگ برآمد ز نقیبانِ بار — پرده برانداخت ز در پرده دار
راستی آمد بمقامِ لعال — کرد بسجده قدِ خود را هلال
هر کس ازاں سجده که حالی نمود — صورتِ آں صورتِ قالی نمود
زاهلِ سپه تا بخداوند کوس — یافت همه کس شرفِ دست بوس
از پسِ آں خدمتی آمد بپیش — هدیهٔ شاهانه ز اندازهٔ بیش
جام زر و جامهٔ زرّیں علم — با تحف و اسپ و طرائف بهم
حاجبِ فضل آمد و تفصیل داد — کرد مفصّل همه در فضل یاد
خدمتی اندر محلِ عرضگاه — گشت چو مقبول با قبالِ شاه
عرض در آمد باسیرانِ رزم — کز پیِ شاں لشکرِ شه کرد عزم
کافرِ تاتار برون از هزار — کرده دگر گونه باشتر سوار
سخت سرانی بوغا سخت کوش — هر همه پولاد تن و پنبه پوش
روے چو آتش کله از پشمِ میش — آتشِ سوزاں شده با پشمِ خویش
سر تر اشیده ز بهرِ قلم — زاں قلم انگیخته خذلاں رقم

رخنه شده طشتِ مس از خشتِ سنگ — دیده دراندا خته در رخنه سنگ
زشت ترا زنگ شده بوی شاں — پست ترا زپشت شده روی شاں
چهرهٔ شاں دتبهٔ نم یافته — جاے بجا کنجلک دخم یافته
از رُخِ تا رُخ شده بینی پهن — واز گله تا گله لبالب دهن
بینیِ پُر رخنه چو گورِ خراب — یا چو تنورے که زطوفانِ آب
موے زبینی شده برلب فراز — سبلتِ شاں گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ — سبزه کجا بردمد از روے تخ
کرد زنخ شاں زمحاسن کنار — اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چوں سیخ چو تاجِ ردے[1] — رشته بهیں نعمتِ شاں درگلوے
از سپشاں سینه سفید و سیاه — کاشته کنجد بزمینِ تباه
روغن اگر خلق زکنجد چشید — کنجدِ شاں روغن ازایشاں کشید
برتنِ شاں از سپشِ بے شمار — پشت چو کمیخت شده دانه دار
پشت چو کمیخت سزاے درفش — چرم قفا گاه سزاوار کفش
نیم تن از موے بره درخراش — نیم سر از بیم سپش در تراش
بیرقِ لعنت زسر افراخته — پرچم[2] وطاسیش زسر ساخته
خورده سگ و خوک بدندانِ بد — هر همه دنداں خرد[3] بے خرد

---

[1] توے از مغلاں ۱۲ [2] پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشاں همیں سر ایشاں بود ۱۲
[3] دنداں خرد که آں را در عربی خرس العقل و در هندی عقل ڈاڑھ گویند ۱۲

گشت یلی[۵۱] گو همه بر بانگ نے — همچو زنان نوحه کنان پی به پی

از روشِ موئے شتاں پروش — از غسن[۵۲] و پاشن سنسن خورش

قصه شنیدم هم از ایشان که گر — این بکند رقے بخورد آن دگر

خوردنِ قے را چو پے اندر پے اند — عیب نگیریم که تبرک قے اند

مائده شاں از خورش زشت قے — واں که به بیند قیش آید پے

اصل سگ لیک بزرگ استخواں — گربهٔ یخنی شده بر روے خواں

کوه تنانے بشتر کرده جاے — کوه شده بر سر کوهاں پاے

شه بعجب زاں همه رو های زشت — کایزد شاں زاتش دوزخ سرشت

دیو پسید آمن هر یک بروے — خلق بلا حول ز هر جا پروے

رخت چو بر لبست اسیرانِ بار — در عدد کشته در آمد شمار

سر بسر نیزه بسے داشته — سر ز پسِ مردگی افراشته

نیزه سر افراخته از حد برون — بیشتر از نی به نیستان درون

پوست دروں کرده پر از کهربے — از خسے افتاده بدیگر خسے

بر سرِ چوبے سرِ پر گه شده — سلخ براں غره موجه شده

چوں سخن از سرزدگانِ قطع گشت — پیشِ سر رشته بپایاں گذشت

اسپ چه گویم همه تاتاری اصل — بنده به بندش بهنر گرد وصل

---

۵۱ یلی گویا یلی زن سراینده وخواننده ۱۲ ۵۲ هر سه انواع گیاه بسیار بد طعم وزشت بو ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچیم زموے — پرچم سر بستہ بہ زیر گلوے
کاسہ سمانی ہمہ صحرا نبوش — تلخ کمیتان برآوردہ جوش
سخت چو سنگے تن کشتی نما — کشتیِ سنگی و بآب آشنا
چوب شدہ از روشِ بی قیاس — کرسیِ چوبیں شدہ زیر پلاس
باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ — یافت زہر پاے عصاے بخنگ
چوں بجگیا درزدہ دندانِ پیش — بیخ زمیں کندہ ز دندانِ خویش
لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں — سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں
چوں فرس افسار بآخور سپرد — میر سلاح اصلحہ را پیش برد
تیر و کماں را چہ تواں وصف کرد — بر سرِ پیکاں[1] ز بلا آب خورد
بیلکِ[2] شاں از سرِ چوبِ سپید — برگ بروں آمن از شاخِ بید
یافتہ از کلک خطاے عطا — وصل خطا کردہ دُو دُور از خطا
سخت کمانہاے تتاری شکنج — آمدہ از چوب[3] اتابک برنج
ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز — خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز
بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد — رفت سلاحی بسلح خانہ برد
آمدہ فتح چو از پیش رفت — ہر گہرے در محلِ خویش رفت
پیل طلب کردہ شہِ پیل زور — کاورد آں بے تمکاں را بشور

---

[1] پیکاں آب بلا خوردہ بود ندہ بیلک مصغر تیر شکاری و فیلک بالغار لغتے از د ۱۲
[3] چوب اتابک چوبے کہ بدو گردشِ کماں را اس کنند ۱۲

گشت روان پرّہ پیل از شکوہ — خاک بلرزید و بجنبید کوہ
پائے کشاں شد جل زرّینہ طرز — دامن کہسار درآمد بلرز
ہر یک ازیں گنبد رنگیں بپائے[۵۱] — در رخ صحرا شدہ گنبد نمائے
تا ش بہ پیشِ نظر آید بدی — گور کند زیر چناں گنبدی
از دہلِ ہندی و از کرنائے — وز شغب طاس و نفیرِ درائے
شد ہمہ روئے زمیں اندر خروش — در سرِ ہر پیل[۵۲] گراں گشت گوش
پیل کزاں غلغلہ آواز داد — کوہ تو گوئی کہ صدا[۵۳] باز داد
پیکر شاں پیش شہ ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند
شاہ بفرمود کہ بردند پیش — گاو قوی ہیکل و نرگاو میش
بستہ فگندند دو گاو نرا بہم — پشتِ زمیں شد ز گرانی بخم
پیل بیک حملہ کہ جنبش نمود — ہر دو بیک گوشۂ دنداں ربود
بلک بدنداں چو بکیں در گرفت — گاو زمیں را ز زمیں بر گرفت
گاو کزاں کوہ ببالا پرید — چوں بز کوہی بہ بلندی رسید
دور چو بگذشت ز گاو میش و گاو — شد بجہ[۵۴] افسار مغل کاو کاو
رشتہ کہ دادند بدیناں دراز — رشتہ گرہ ہائے دگر کردہ باز

---

۵۱ یعنی جست ۱۲ ۵۲ یعنی ہر پیل کر شد ۱۲ ۵۳ آوازے را کہ از کوہ و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ ۵۴ خر افسار رسنیکہ در گردن سگ وغیرہ بندند ۱۲

هر گره سخت کزاں رشته داد — پیل بدنداں گرهش برگشاد
خرد شد ندازته کوهِ گراں — گرچه که بودند بزرگ استخواں
پشت به پشت ارچه که از بهر جنگ — آمده بودند کمر بسته تنگ
گشته هماں نوع شده تن بتن — بسته گره پشت بپشت از رسن
شاه بفرمود که ده گاں بهم — سخت به بندند شکم بر شکم
پیل کزاں جمله بروں تاختند — آں همه را پیش دے انداختند
تن بزمیں کرد زمالش رحیل[1] — سر بهوا رفت چو با گشت پیل[2]
گر سر و پا شاں ببریدی ز پیش — فال گرفتندے ز احوال خویش
فال نگه کن که کجا سر کشید — واں سر و پا بیں که کجا ها رسید
چوں تنه چند ز امیر صده[3] — دست اجل داد بدام و دده
وانچه دگر ماند شهنشاه دهر — کرد رواں از پئے تشهیر شهر
روز بداں مشغله مشغول بود — گاه کرم گاه سیاست نمود
چوں فلک از شیشهٔ خود گاهِ شام — جام فرو برده بدور مدام
هم بفرو بردن جام از درُں — داد همه گوهر خود را بروں
شاه طلب کرد شراب رحیق — شیشه در آمیخت گهر با عقیق
شد لب قرابهٔ مے خوں فشاں — گشته رگ چنگ بخونش کشاں

---

[1] یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲ [2] تکیه، در اوائل پیلاں را تعلیم به برانداختن تکیه می کنند ۱۲

تری نم گشته مرکب برود — نام ترنم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت — شه زمی وے زلبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز — باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهره بربط زنش — این غزل تر ز زبان منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم — تیر بکشائے کز نظر برهم
آشکارم بکش که تا بارے — هم ز سر هم ز درد سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو دز خویشتن مگر برهم
با خودم جرعهٔ ببخش از لب — تا ازین عقل حیله گر برهم
بیتو دایم چگونه باید زیست — اگر از مرگ بیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زنده از دست تو اگر برهم
وه[2] که شب درمیان کنم هر دم — از تو روزے که ای پسر برهم
جور کردی بآه رخصت ده — بوکه از سوزش جگر برهم
عنصری خسرو بگویمت که اگر — از رقیبان بے هنر برهم

---

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

[2] کلمهٔ تعجب ۱۲

نامزد گشتن لشکر بیزک سوے اودھ

صدر افراز و ملک باربک اندر سرشاں

گرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[۵۱] دہل برد ببالاے بام
نوبتِ شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بدما مہ بدل
لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد
ماہ علم بعدِ دو منزل بعون — عکس نما شد بلبِ آبِ جون
کرد تہی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب
گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمودش بدر
گرد سپہ بس کہ بجون اوفتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد
گر بدے آنجا دو سہ روزے مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام
آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ
عبرہ[۵۲] شہ داد بیک روز عون — عبرہ[۵۳] یک روزہ عالم بجون
شہ ز لب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست
روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را بروں
کوکبہ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور شتاب

---

۵۱ یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ ۵۲ یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲
۵۳ بالکسر خراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه — ماند تهی از علف و از گیاه
حکم چناں رفت ز زرّیں سریر — کز صف لشکر زدو سو چند امیر
نامزد و باربک در گمند — در همه تدبیر بدو هم رهند
باربک و تیغ زنانِ سپاه — طبل زناں پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدن بے درنگ — لشکر شاں رفت گذار اے گنگ
گرم بآبِ سرُو در رسید — در سرُو رفت عنان در کشید
پیش درآمد ز بزرگان پیش — چند ملک با سپه و ساز خویش
خان کرّه چهجوے کشور کشاے — کز لب خاناں کره بستش بپاے
سردار ۱۲ برادر غیاث الدین
چند هزارش ز سوار نبرد — ساخته[۵۱] هر چه نخیزد ز مرد
خان عوض نیز بفرمانِ شاه — کرد بیک جاے فراوان سپاه
باربک و شاں همه یکجا شدند — ساخته کار مهیا شدند
لشکر شاں شد ز صف با شکوه — از لب آب سرُو دشش کروه
تیغ زن مشرق ازاں سوے آب — تیغ بروں آخته چوں آفتاب
در همه خشکی و تری لشکرش — بُرده ز عالم همه خشک و ترش
یافت خبر ز آمدن آں سپاه — کز پے شمشیر بریده است راه
از غضب افگنده برابر و گره — وز پے کیں کرده کماں را بزه

---

۵۱ هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردارد و آنها برداشته بودند ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام — ہر چہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد — کم نکند ہیچ زیر وے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — در خور ایں کار چو شمس دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کرشمے کہ راست
کیں منم اینک شہ مشرق کشای — بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای
آنکہ علم از سر مغرب کشید — پایش ازیں پایہ بمنصب رسید[۱]
لشکر آں ملک غلام من ست — خطبۂ آں تخت بنام من ست
ملک ز من چشم مراد و نور[۲] — خانۂ خویش ست نرفت ست دور
رشتۂ من گر بگہر بر دسر — مالک[۳] آں سلک منم در گہر
آنکہ برآرد بمیانہ غبار — تیغ بدست ست مرا آبدار
اے کہ پیش آمدی از راہ دور — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوان ما — دست چہ داری ز نمکدان ما
چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال — گر تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست — وارث ایں ملک ندانی کہ کیست
گر دگرے در محل من بدے — تیغ منش بر سر و گردن زدے

---

[۱] یعنی از مرتبہ من ۱۲ [۲] یعنی فرزند را بادشاہی ۱۲ [۳] مالک آں بادشاہی ۱۲

لیک چو هم چشم[۵۱] من این نور برد — چشم خود از خود نتواں دور برد
من ز پدر فرّ پدر یافته — تاج دریں ملک پسر یافته
چوں کلهم را بسرم شد پناه — کس نزاید ز سر خود کلاه
هر که فرستاده آں درگه است — بندهٔ مورودِ دریں شه است
بنده که باشاه شود کینه جوے — خلق چه گویند تو هم خود بگوے
خود که تواند که دریں داوری — پیش من آید بزباں آوری
ایں قدرم دست دریں کار هست — کت بنمایم بچنیں کار دست
لیک چو من با تو شوم هم عناں — برابر فرق چه گوئی چه بود درمیاں
مس که زراند و دکند زر گرش — کس نستاند بهاے زرش
عیبِ ترا زوست که چوں بر کشد — آهن و زر هر دو برابر کشد
نے ز فرستاده دلم عیب جوست — آنکه فرستاده عتابم بروست
در دلم آید که برآیم به تیغ — خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ
مشرقیم هندیِ[۵۲] من چرخ تاب — کس نزده تیغ به از آفتاب
لیکنم ایں پایه زیانِ خود است — حرمت تو نیست از آنِ خود است
گر سپهم در تو رساند گزند — جان من است آنکه بماند نژند
ور ز تو در قلب من آید غبار — هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

۵۱ فرزند من بادشاه شد ۱۲ ۵۲ یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲
۵۳ هندی تیغ دورویه و پولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دورویه است ۱۲

باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش — مہر مرا بیند و ماند خموش
رفتہ فرستادہ و برداں پیام — گفت بلشکر کش کشور ستام
خان سپہ باریک تیز ہوش — کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
در خور آں داد جوابے سرہ — سخنہ بمیزانِ ادب یکسرہ
گفت ازیں بندۂ حضرت پناہ — سجدۂ تعظیم رساں پیش شاہ
باز نماکاے بسر بر سرے — یافتہ از تاج گہر برترے
تاج ترا از گہرت باد نور — چشم بد از گوہر تاجِ تو دور
من کہ فرستادۂ شاہ خودم — بر خط اخلاص گواہ خودم
شاہ کہ از تاج کیاں سر کش ست — سخت پدر داشت نگہ زاں خوش ست
غیبت تو جاے تو نگذاشت ست — غیبت ازیں بہ کہ نگہداشت ست
شیر دگر در پئے ایں صید بود — شیرے او بیں کہ چگونہ ربود
نامزدم کرد کہ در ہر دیار — دشمن او را ندہم زینہار
زانچہ اشارت بمن ست از سریر — تیغ گزارم کہ ندارم گزیر
گر دگرے پیش من آید بہ تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ
ور ز تو از دور ببینم حضور — گر نہ گریزم شوم از پیش دور
عطف کنم لیک نہ از بیم کس — از پئے تعظیم شکوہ تو بس

---

۵۱ از فرزند تو ترا تاج ترا نور شدہ است ۱۲ — ۵۲ یعنی من یا معز الدین بدل و جان موافق ہستم

رفت فرستادهٔ او راز نهفت — هر چه که بشنید بشه باز گفت
شه چو خلافی ز مخالف ندید — زانچه همی گفت زبان در کشید
دست بمے برد و بیاراست بزم — دور شد از پیش همه سازِ رزم
گشت بمیدان طرب ناشکیب — بس که گران شد ز کمیتش رکیب
باده همی خورد بر آئین کے — گنج همی داد بهر جام مے
گنج برد رنج و لے گنج سنج — در کشش گنج همی برد رنج
لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر — گشته چو خورشید فلک لعل گر
شاه براں سو بطرب گستری — باربک ایں سوے بعشرت گری
ساغر ضحّاک همی خورد شاد — از کرم شاهِ جهاں کیقباد
باد خوش از بادهٔ شادی سرش — شاهد دولت بکنار اندرش
ساز طرب مطرب او را بچنگ — بر دل زهره شده ز و پرده تنگ
کرده بگوشش غزلِ من عمل — حال منش گفته بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم — آنجا که اوست جاں را پنہاں دروں رسانم
گفتی که جان خود را کس چوں بکس رساند — گر در حضور باشی دانی که چوں رسانم

لہ عبارت از شراب پیالہ ۱۲

آں بادرا کہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فزوں رسانم
جاں می بری زسینہ دارد گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم
گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم
آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا سر نہم ہمانجا خوں را بخوں رسانم
حکم ارکنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرماکنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و برہ رفتنِ شاہ

ابر بالاے سرو باد بدنبال دواں

عبارت از چتر — عبارت از اسپاں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت در آنخانہ دروں جا گرفت
رفت در آنخانہ تیر از مسیر — محرق[۵۱] از آتش خورشید تیر
باد[۵۲] ز جوزا شدہ آتش زمہر — سوخت جہانے ززمیں تا سپہر
چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست زجوزاش دو رویہ[۵۳] کمر
خانہ[۵۴] خیش از خنکی و تری — یافتہ از خرگہ مہ برتری
اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[۵۵] فلک برزمیں
مہر زجوزا — بد ورو گرم خوے — گرم[۵۶] بود ہر کہ بود از دو رو
آفتاب — دو پیکر — منافق

---

۵۱ یعنی باہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محرق خوانند گرماہ و عطارد و اکثر اوقات در احراق باشند ۱۲
۵۲ چوں آفتاب در جوزا در آید باد و گرما بسیار باشد ۱۲ ۵۳ ببب دو پیکر دو رو یہ گفت ۱۲
۵۴ خیش نوع از کتاں کہ در گرما از دو خانہا آراستہ کنند ۱۲ ۵۵ سقف و آفتاب ۱۲ ۵۶ کثرت التوضع من النفا

هر دم صبحے کہ دمادم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت
دشنہ کہ خورشید زد و سایہ خورد[۵۱] — در سپر سایہ بسے رخنہ کرد
ماند در آں رخنہ ز آتش نشاں — چرخ بہر رخنہ شد آتش فشاں
بسکہ ستد روز جہاں را ز تاب — دیدہ نشد نقش شب الا بخواب
صبح ہم از تافتن شب برست — طالب شب گشت چراغے بدست
تافتہ از گرمی خود آفتاب — تابش او کردہ جہاں را بتاب
شب شدہ چوں روز و ورا در گداز — روز[۵۲] چو شہاے زمستاں دراز
بیش بقا روز بمانند سال — بیش بقا تر شدہ بعد از زوال
تیزے خورشید ہم از باد داد — کرد حک از کاغذ[۵۳] شامی سواد
خلق کشاں در پنہ سایہ رخت — سایہ گریزاں بہ پناہ درخت
جانب سایہ شدہ مردم رواں — سایہ بدنبالۂ مردم دواں
بسکہ شدہ سایہ ز گرمی سیاہ — گرم[۵۴] در انداختہ خود را بچاہ
خواست کند خلق ز گرماے خویش — در پنہ سایۂ خود جاے خویش
لیک ز تاب فلک تابناک — سایہ[۵۵] نماند از تن مردم بخاک
گرم چناں گشت ہوا در جہاں — آتش گویند بسوزد[۵۶] زباں

---

۵۱ اے سایہ پارہ پارہ شد ۱۲ ۵۲ در ماہ وے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاہ و شب دراز گردد ۱۲ ۵۳ کاغذ شام نیلہ رنگ میباشد کنایہ از روز ۱۲ ۵۴ شتاب یا سوزاں ۱۲
۵۵ وقت استوار آفتاب ۱۲ ۵۶ یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

خوں برگ مرد زبوں آمدہ — خوے شد از پوست بروں آمدہ

پاے مسافر برہِ گرم دور — زآبلہ پر قُبّہ چو نانِ تنور

زآتش گرما کہ شد از سر جواں — آہوے صحرا شدہ آہوی خواں
برّاں ۱۲

چوب شد از غایت خشکی نبات — از پے یک شربت آبِ حیات

سبزۂ دُر پاشِ زمرد نماے — کاہ شدہ بلکہ شدہ کہرباے

خشک شد اندام گل از رنج باد — باد دراندام کسے را مباد

لالہ سیہ گشت زخشکی چو مُشک — خون بسیاہی کشد از کشت خشک

سنگ کہ آتش زوے آید بروں — ماند ز خورشید در آتش دروں

باد زنہ دست بدستِ ہمہ — وز دم او باد بدستِ ہمہ

یافتہ وامے بطلسمی تمام — بادِ ہوا کردہ مسلسل بدام[۵۱]

اصل[۵۲] ز نخلے کہ بمریم رسید — بادِ مسیحش بنفس ہم رسید

گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار — گرمی او پختگی آورد بار

بر سر ہر میوہ ز تاب تموز — مرغ شدہ پختہ مخور و خام سوز

زآتش خورشید کہ شد میوہ پز — بلبل و کنجشک شدہ میوہ گز

خشک شدہ برگ درختاں بشاخ — میوۂ ترگشتہ بستاں فراخ

---

۵۱ یعنی معجزۂ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲ ۵۲ یعنی درخت خرما باد زنہ از برگہا او راست کنند دوران شب کہ مہتر عیسی علیہ السلام زاد درخت خرما کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ درخت را باد مسیح رسید کہ سبز شد ۱۲

صفت خربزہ کز پردلی آنجا کہ بود
تیغ و شستیش مہیا بسر آید غلطاں

خربزہ گوئی کہ بصحرا وکشت — گوئے ربود از ثمرات بہشت
گوئے شکم بستہ بچوگانش رہ — گوئے یکے بینی و چوگانش دہ
سبز خطے در خط او موے نہ — مشک دمے مشک بداں بوے نہ
ساختہ در آب کمانش کمیں — چاشنی و آبِ کمانش ببیں
رنگ[۵۱] زہش سبز و کماں آبگوں[۵۲] — زہ[۵۳] زبروں بستہ کماں از دروں
بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ — بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ
از مزہ گر دو آمدہ در روے نبات — خام خضر[سبز۱۲] نخچہ چو آب حیات
گرچہ از و چشم کساں در درد — روشنیِ چشم من ست آں نہ درد
خلقِ جہاں را بچنیں وقت شاہ — داشتہ در سایۂ چترِ سیاہ
ہیچ ز خورشید نبود آگہی — در کنف دولت ظلّ الٰہی
با چنیں آتش کہ بود سنگ نرم — بر سپہ شاہ نشد باد گرم
ہیچ کسے را نہ ز خورشید غم — سایہ کناں بر سر لشکر علم
با ہمہ تابی کہ نمود آفتاب — تافتہ از خیمہ نشد یک طناب

---

۵۱ یعنی خط سبز خربزہ ۱۲ ۵۲ پرکالہ خربزہ یا مغز ۱۲ ۵۳ خط سبز خربزہ ۱۲

تاب خور از چار فلک در گذشت — خیمهٔ یکتوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گهِ گرم گاه — در پسِ خیمه همی جست راه
لیک همه پرده کشان بر طناب — تا نرود چشمه دروں آفتاب
گشته پر از خرگهٔ شاهان زمیں — بر همه چوں مه شده خرگه نشیں
خانه که یک روزنش اندر میانست — از تف خورشید در و صد فغانست
خرگه شه بیں همه روزن تنش — پرتو خور در نشد از روزنش
خانهٔ چوبیش ز خشکی تری — یافته از خرگه مه برتری[۵۱]
خلق ز گرما شده جویای خویش — کرده کتان لرزه ز سر پای خویش[۵۲]
لرزهٔ یک توبه بهای بتن — بر گل صد توبه دریده کفن
بس که کتان در بر شاهان خزید — ماه سما را بلت خود کشید
جامه تنک ساخته هر کس چو گل — خانه خنک داشته بر بوی مل
شه بگهِ کوچ همی شد چو شیر — چتر بسر کرده و توسن بزیر
تابش گرماش گزندے نداد — کش بزبر بر بدو زیر باد
تندهمی راند کشاده عنان — از گذر و دشت شکار افگنان

---

۵۱ خرگه مه کنایه از برج سرطان که خانه قمر است و آن برج بر فلک هشتم ست و یا مراد فلک اوّل که قمر بر فلک اوّل باشد ۱۲

۵۲ نوعے از کتان که در موسم گرمای پوشند ۱۲

یوزرواں گشتہ بہر سوے صف — زو ہمہ پُر خال شدہ رُوے صف
تند چو شیرے کہ بچابک روی — شیر ہمی گشت زبے آہوئی
بود بسر پنجۂ آہو ربائے — دست درازیش بکوتاہ پائے
سگ کہ بسے خون شکارے مژ — داد بخصم[1] ازبن دنداں گزید[1]
رفتن خرگوش بصحرا چو باد — بس کہ بسگ بازی رو باہ داد
از زدن تیغ سواراں بوزن — گشتہ بصد شاخ سر ہر گوزن
گرگِ گریزاں بوحل شد اسیر — شیر نہاں شد بنیستانِ تیر
گرگ کہ بارانش بسے بود یاد — دید چو بارانِ خدنگ ایستاد
شیر بہ تپ لرزہ بُد از بیم مرگ — بود گراں روز و شب اندام گرگ[2]
بہر نہاں کردن بالائے خویش — غار کناں گرگ ہم از پائے خویش
خوک کہ دندان گرازی نمود — طعمۂ سگ شد ز گرازی[3] چہ سود
لشکر ازیں گونہ جہاں می گشت — ناحیہ بر ناحیہ بر روے دشت
تا علم شہ بعوض در رسید — از پئے دہلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شہنشاہ دہر — بر لب گہکہر بحوالی شہر
گہکہر ازیں سو سر و زاں طرف — از تف لشکر لب آوردہ کف
روز دگر شاہ برآئین گشت — آمدہ زاں سوی عوض برگذشت

---

[1] یعنی جزیہ کہ از کفار ستانند ۱۲ [2] مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲ [3] یعنی رفتار کہ از روے ناز و تکبر باشد ۱۲

کرد صفے بر لب آب رواں — سود بہم پہلوے ہر پہلواں
در عقب شاہ سوارے ہزار — جملہ سرانِ سپہ و نامدار
تیغ زن مشرق ازاں سوی آب — کرد چو روشن کہ رسید آفتاب
کوکبۂ خویش چو پہ راست کرد — ماہ ازو کوکبہ درخواست کرد
بر لب آب آمد و آراست صف — تا فت دو خورشید ز ہر دو طرف
چشم پدر بہرِ جگر گوشہ تر — گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر
در پسر از دور نظر در فگند — وز مژہ در آب گہر در فگند
روے بدستار چہ میکرد پاک — تا نچکد گوہر چشمش بخاک
دُر کہ بدستار چہ شد بارہا — رشتۂ دُر گشت ہمہ تارہا
در عرقیہ قطرات عرق — شبنم گل بود بروے ورق
دید چو شہ سیل مژہ بیکراں — حاجب خود کرد بکشتی رواں
گفت بحاجب کہ ازیں چشم تر — مردمکِ چشمِ مرا دہ خبر
نیست بتو حاجت دیگر سخن — خود سخن من ببر اشک من
حاجب فرزانہ بآنجا شتافت — شست بکشتی و رواں شد چو آب
چوں بمیانِ سرو در رسید — پور معزے ز کرانش بدید
گرچہ بباطن اثر مہر داشت — لیک بظاہر نظر کیں گماشت
دید بکشتیش براں گونہ تیز — کاتشے برخاست ازاں آب خیز

تیر برآورد زکیش خدنگ — وز سر کین کرد کماں را بچنگ

غرق درآورد چناں بر کشاد — کاتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچہ کہ آں زخم بکشتی رسید — خستگی زخم بدریا کشید

تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد — از سر کشتی بتہ افتاد مرد

رفتہ فرستادہ بصد حیلہ باز — پیش شہ شرق عیاں کرد راز

شاہ کہ از خون خود آں زخم دید — نالۂ چوں تیر ز دل بر کشید

خشم ہمی گفت زکینش سخن — مہر ہمی گفت کہ ہے ہے مکن

گفت بخود کای دل تنگ و خراب — قلب شدہ نام تو از انقلاب

مہر چہ جوئی بوفائے کہ نیست — روی چہ بینی بصفائے کہ نیست

چوں طلبی داردی چشم از کسے — کز پئے چشمت خلہ دارد بسے

پیش کہ گویم ز خودم شرم باد — کز پئے خونِ خودم اندر فساد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں — بہ کہ بہ نشتر کند از تن برُوں

تیر کہ بر دیدہ رسد خوں بود — دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود

آنکہ چنین ست نویدم ازو — بہتر ازیں بود امیدم ازو

حیلہ چہ سازم بچنیں کار تنگ — با پسر خویش کہ کردہ ست جنگ

گر پسرم راز جوانی و ناز — عزم براں شد کہ شود رزم ساز

من کہ جہاں دیدۂ و کار آگہم — چوں غلط اُفتد بچنیں جا گہم

گر رسد آزار ز تیغ منش — جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند — او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ براں تیغ زن — حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که دریں کار چیست — بخت که داند که دریں یار کیست
با خود ازینساں گله مے نمود — وانچه پسر گفت ز دل مے شنود
روز چو در پرده بپوشید راز — راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گله آفتاب — کاو دست نمن داده و من زو خراب
بادشه شرق همه شب نخفت — جز گله زیں ساں که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد — روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پس از تیغ کشاید زبان — چوں گره صلح نهم درمیاں
ور ز رخ صلح برافتد نقاب — معذرتش را چه نویسیم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید — کز شب زاینده چه آید پدید

ذکر پیغام پدر سوی جگر گوشهٔ خویش

سوی یاقوت رواں گشتن خونابه کاں

چوں دل شب حاملهٔ مهر گشت — بر شب حامل مه کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه — تا جوری زاد دراں کوکبه

مهر نما گشت چو آبا سپهر — خونِ شفق گشت کشاں سوے مهر
جست پیام آوری از آگهاں — آمده و رفته به پیش شهاں
گفت بدو نکته نهانِ خویش — کرد تلقینش زباں دانِ خویش
کز پدر اوّل برسانش سلام — وآخرش آئینِ دعا کن تمام
وانکه از آئینه بروں ده خیال — صورت این حال بگویش بحال
کای خلف از راه مخالف بتاب — تیغ بیفگن که منم آفتاب
در نسب از ملک خلافت مراست — تو خلفی سر نخلافت خطاست[1]
غصب مکن منصبِ پیشین ما — غصب روا نیست در آئین ما
از پدرم کے رسد این فن بتو — از پدر من بمن از من بتو
گر ز خود این نقش گرفتی بدست — سوے خدا بین و مشو خود پرست
ور ز بد آموز شد این ره پدید — گفت بد آموز نباید شنید
خصم بصد دست گر افسون کند — ناخن از انگشت جدا چوں کند
دجله چو آمیخته گردد به نیل — هست جدا کردن آں مستحیل
کار شناسانت که پیرامنند — گر بزباں با تو بدل با منند
گر ز رهِ رنجه دهی شاں عیار — نیز ز غایت کنند این شمار
آنکه شکوه منش اندر دل ست — خدمت تو کردن از و مشکل ست

---

[1] خلافت بمعنی دشمنی و تمنائے خطاب ست ۱۲

تا بچمن سرو بود سایه دار — کس نخزد زیر گیا سایه وار

در غلطی با من ازین دم مبرس — وز غلط اندازی عالم مبرس

گرچه جهان جمله بدیدی چو روز — لیک جهاندیده نگشتی هنوز

گرچه کنی دعوی دانش ولیک — نیک بدانم که ندانی تو نیک

خردی و در کار خرد نارسید — درد سر خلق نیاری کشید

کودک اگرچند هنر پرورست — حرد[1] بود گرچه پیغمبرست

هر که دریں ملک شبی روز کرد — بے ادباں را ادب آموز کرد

چون تو شب و روز ادب افزوں کنی — بے ادبی با چو منے چوں کنی

گرچه جوانی همه فرزانگی ست — این نه جوانی ست که دیوانگی ست

اے پسر ار چه پسری درخوری — لیک مکن با پدر این سروری

طفل شدی عمر چو طفلاں گذار — جای بزرگاں به بزرگاں سپار

دُرِّ بزرگ از پئے تاج شه است — لولوکِ خورد نثار ره است

کسوت شاهی که تو داری مپوش — شوکت من بنگر و بر خود مپوش

گرچه بگوهر ز تبار منے — کی بمحل مرتبه دار منے

چشمهٔ چه ارچه که بالا شود — چشمه محال ست که دریا شود

بر سر خواں آے که هم توشهٔ — یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

---

[1] قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

خون منی و دل من مهر جوست | جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت و مکن گفت کس | بشنو و بشنو سخن این ست و بس
رفت فرستاده و بگذشت ز آب | کرد ازاں جوے بدریا شتاب
با دشه روی زمیں کیقباد | بود هم از اوّل آں با مداد
همچو گل از بالشِ خود خاسته | جایگهِ بار برآراسته
بارگراں داد کراں تا کراں | پست شده خاک ز فرقِ سراں
رفت رسول شه مشرق چو باد | خاک ببوسید و زباں برگشاد
پرده برانداخت ز راز نهفت | هر چه شهش گفت بشه باز گفت

گفتنِ شاهِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر
قصّهٔ یوسفِ گم گشته به پیرِ کنعاں

شاه ازاں چاشنی تلخ دتیز | تیز شد و تلخ ز روی ستیز
پاسخ انگیخت ز جنس پیام | قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب که بشه باز پوی | خدمت من گوی و پس انگه بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند | رائے تو از گنج خرد بهره مند
با منت از بهر تمنائے ملک | خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پخته بمن شد تمام | کے دهم از دست بسودای خام

پختۂ آخر دم خناں مزن — من ز تو زادم نہ تو زادی مرا من
تخت نہ از آباست مرا کز من ست — ملک عقیم و فلک آبستن ست
ملک گر از ارث بدی ذی بخت — کے شدمی پشتیر از تو بتخت
ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغ دو دستی بسے
ور تو ز میراث پدر دم زنے — قصر سلہ جد راست ز من روشنے
ہست یک سو بتو میراث شاہ — من ز سہ شاہم بتو میراث خواہ
حضرت سلطان شہید کریم — خلدہ اللہ بخلد عظیم
راند چو در راہ ابد مہد خویش — خواند و مرا کرد ولی عہد خویش
خود چو ازیں عالم خود رائے رفت — جائے خود م داد و خود از جائے رفت
کرد بجائے تو مرا تاجور — من بسپرم لیک بجائے پدر
شہ بحیات خودم ایں نقش بست — ملک من ست ایں دگر یراچہ دست
گر تو ازاں شاہ نکو زادۂ — من ز تو زادم کہ از و زادۂ
مثل من اے یاد تو شادی مرا — ہم تو نزادی کہ بزادی مرا
از تو اگر نام پدر روشن ست — خطبۂ جد ہیں کہ بنام من ست
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست — بالغ ملکم ببلاغت درست
خرد مخوانم کہ ز دور زمن — داد خداوند بزرگی بمن
شرط ادب نیست مرا خرد خواند — بخت چو بر جائے بزرگم نشاند

هر دو جوانیم من و بختِ من — با دو جوان پنجه بهم برمزن
ملک و جوانی چو بهم[۵۱] برفروخت — کیست که از تاب دو آتش نسوخت
سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر
ورچه برآئی تو بجهت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ
گرچه برویت نکشم در ستیز — از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی که چو کین آورم — شیر فلک[۵۲] را بزمین آورم
در سپهم پا برکاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد
شاهے ازینسان و سپاهی چنین — گرد مینگیز برا ہے چنین
جز تو کسے گردم ازیں در زدی — سر ز نشِ تیغ منش سر زدی
لیک تو ئی چون بپئے ایں سریر — من ندہم گر تو توانی بگیر
مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان درکشید
راز نهاں را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت
رفت بشه پاسخ پیغام برد — هرچه بدل داشت زبان را سپرد
شاه ازاں زمزمهٔ بحر جوش — چوں صدف بحر فرو هشت گوش
لختے از اندیشه فرو شد بخویش — تا دل داناش چه آرد به پیش
مصلحت آں دید ز رائے صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب

---

۵۱ در وقتِ واحد ۱۲ — ۵۲ برج اسد ۱۲

باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود که برزم
پیلِ خویش از می خمن مست کند در میدان

جست دگر موی شگافی شگرف — عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف

راز که باریک تر از موی بود — موی بمویش همه بشگافت زود

کز من بیدل بسوی جان خرام — جان مرا از دل من ده پیام

کای سر از آئینِ وفا تافته — وز تو دلم تا فتگی یافته

گرچه بغیبت شدیم کینه توز — بیخ چه داری بحضورم هنوز

آدمئے را که بود گرم خوں — خونش به پیوند بود رهنموں

طرفه که تو خونی و دلبند من — لیک نه گرم به پیوند من

با چو منے دور کن از سر سنی — چوں بصفت من توام دو تو منی

مشک شوم هم نکشی بوی من — چیست بنزدیک تو آهوی من

تیغ مکش تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست ز خود شرم دار

گرچه که تیغت بگهر روشن ست — گوهرت آخر نه ز تیغ من ست

تیغِ زباں را چه کشی در عتاب — نیست حسابیت ز روز حساب

به که دریں کار زباں در کشی — تیغ کشی به نه زباں بر کشی

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست — تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

پیشِ من از پری لشکر ملاف — حاضرم اینک من و اینک مصاف
لشکرِ من نیست کم از لشکرت — کشورِ من بیشتر از کشورت
من که سپه را بوغارانده ام — نه از سربازی و دوغارانده ام
تیغ برآں گونه نه کشیدم بروں — کش بلب سند بشویم زخوں
کافر اگر روے بتابد زپیش — از کجک پیل کشم سوے خویش
تا بگلوشاں فگنم در رحیل — سلسله از حلقهٔ خرطومِ پیل
باچومنے تیغ فشانی مکن — دولت من بین و جوانی مکن
لشکرِ من گشت چو صحرا خرام — دورِ زمیں گرد نماید تمام
ورصفِ پیلانِ من آید بکار — ابر بود قطره صفت بے شمار (گوی)
پیل بجاے که بجنبد زجاے — پشت هزار اسپ کند زیر پاے (۱۸۱۶ هزار اسپ)
ورچه هزار اسپ کنند ایستاد — کوه چه غم دارد از آسیب باد
اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه — باد بکسار ندارد شکوه
پیل بیک حمله صفے بشکند — درصفِ پیلاں که شکست افگند
اسپ چو با پیل نماید ستیز — چاره تو دانی که چه باشد گریز
پیل چو خرطوم براسپ افگند — برکند از خاک و بخاکش زند
اسپِ ترا گنبد اگر بے حدست — پیلِ مرا خود همه تن گنبدست
قیمت یک پیل هزار اسپ پیش — کرد دو هزار اسپ یک پیل بیش

اسپ بهر خانه بود در سپاه — پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن — حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم زپای — خاک بلرزد چو بجنبم زجای

گر نکشم تیغ که خونِ توام — تا تو ندانی که زبونِ توام

لیک ازاں تیغ نرانم همی — کز تو بریدن نتوانم همی

چوں پدر من زجهان رخت برد — ق — در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن کارِ تست — دشمن تست آنکه دریں یارِ تست

تخت رها کن که سزای تو نیست — تا منم ایں پایه بپای تو نیست

گر کمر کینه کنی استوار — پیش تو بیش از تو درآیم بکار

در بدار اکشد ایں گفتگوی — نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے که دریں رائے من — جاے پدر گیرم و تو جاے من

کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر — تا کند از دُرِ صدف بحر پُر

پیش سر آمد و بوسید خاک — لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش زگزارش گزیر — سرِ سخن باز کشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُرگره — ق — دید مسلسل چو شکنجِ زره

کرد پر از چین سرِ ابرو ز کیں — بلکه درآمیخت بهم روم و چین

باز پاسخ زپسر سوے پدر کا سپ مرا

پیل بندست دوالے کہ بہ پیچد بعناں

داد جوابے ادب آمیختہ — لعبتی ہاے عجب انگیختہ
کاے برخم چشم جفا کردہ باز — دیدۂ مہر تو بر و یم فراز
چند زنی لاف زپیلانِ مست — کانچہ ترا ہست مرا نیز ہست
پیل ترا پنجہ و مارا صد ست — واسپ تو دانی کہ بروں از حدست
ور نبود پیل چو تو سن بود — پیلِ تو در سلسلۂ من بود
زاسپ تواں پیل گرفتن بسے — لیک زپیل اسپ نگیرد کسے
گر ہمہ عمر اسپ بود زیر شاہ — حاجت پیلش نبود ہیچ گاہ
ور بودش پیل دمے زیر راں — حاجتِ اسپش بود اندر زماں
اسپ چو در راہ نباشد دلیل — شاہ پیادہ است ببالاے پیل
گر نبود پیل تواں ملک داشت — ور نبود اسپ بباید گذاشت
پیل ترا اسپ مرا در خورست — زانکہ زپیل اسپ بسے بہترست
بیں کہ بشطرنج ہم اُستادِ کار — پیل کم از اسپ نہد در شمار
کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں — پیل شکارند سوارانِ شاں
پیل تنانی کہ دریں لشکرند — نے کم ازاں پیل خصومت گرند

گرچه کہ پیلان تو کوہ آمدند — کوہ تنانم ہمہ پیل افگنند
شیرِ نبردم چو برآیم دلیر — شیر بود ہر کہ برآید زشیر
باہمہ ایں قوت و جوش سپاہ — نیستم اندر پئے آزار شاہ
با تو برابر نشوم در مصاف — ورچہ بدوزم بسناں کوہ قاف
قصہ شود در دہن مردوزن — کینِ پسر با پدر خویشتن
تیغ کہ سہراب بر ستم کشید — ہیچ شنیدی کہ زگیتی چہ دید
گر گہر صلح پذیرد نظام — حلقہ بگوشم بر ضاے تمام
در زسر کینہ فرازی سناں — باز کشم تا بتوانم عناں
گرچہ کہ از گردش دور سپہر — تافتہ بر سر من ہم چو مہر
در ہمہ آتش زنی از چار سوے — روے نتابم ز تو از ہیچ روے
تیر تو گر خواست بجانم خلید — من بکشم تا بتوانم کشید
چشم تو ام تیر برابر مکش — خون تو ام تیغ جفا بر مکش
تیغ کشم سوے تو ام خون کشد — بر سر خود تیغ کسی چوں کشد
گر بگہر تاج ستانِ تو ام — عیب مکن گوہر کانِ تو ام
در ہوس تاج ترا در سرست — من گہرم تاج بمن درخورست
ورچہ توئی درخور تاج و نگیں — ملک بمن مید ہد انگشتریں
چوں سرم از بخت سرافراز گشت — تاج تو بر تارک من باز گشت

بہر تو شد ساختہ چترِ شہی — دادہ من پرتوِ ظلّ اللّٰہی
تختِ جہاں بہر تو برپا کرد — لیک برآں تخت مرا جا کرد
کرسیِ زر بہر تو کردند ساز — پایۂ عرشش بست بگوہر طراز
خواست یکے خواستہ لیکن نیافت — وانکہ نمی خواست برادنو دشافت
محنت دریا ہمہ غواص برد — شاہ گہر بر کمر خاص برد
رفت یکے در طلب لعلِ سنگ — ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ
واں دگرے را کہ غمِ آں نبود — لعل چناں یافت کہ درکاں نبود
کوشش بیہودہ زغایت بردن — کوبش آب ست بہاون دروں
گفتن چیزے کہ در و مغز نیست — نے ز تو کز ہیچ کسے نغز نیست
در نظر من کہ فلک سر نہد — جز تو کرا زہرہ کہ افسر نہد
این تن من نیست کہ بر تختِ تست — عکس تو در آئینۂ بختِ تست
ماہِ فلک غرّہ نمائے من ست — روت مہ پر تو رائے من ست
تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاختر بختِ ست بہ پیشانیم
طلعت من بین و بوحشت مکوش — مہر خود و روشنی من مپوش
در بقیں در دل تو ایں ہوست — بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج ز من می طلبی چرخ سائے[1] — بر سرم آ تا کشمت زیر پائے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزد یکم بیا یا مہر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

بازپیغامِ پدر جانبِ فرزند عزیز

ماجرائے کہ زخوں بود دلش را بمیاں

مردِ نیوشندہ ازاں امرِ ست — باز شد و کرد حکایت درست

شاہ سخن را دگر از سر گرفت — نکتہ بآزرم تری در گرفت

کای ز نسب گشتہ سزای سریر — وَرِ سپرے ہمچو پدر بے نظیر

چشم منے ہیچ غبارے میار — چشم نشاید کہ بود پُر غبار

در چہ غبار ست ز کار تو ام — سرمۂ چشم ست غبار تو ام

کیں نکنم لیک بتکیں کنم — مہر رہا گر کنمد کیں کنم

تا تو ندانی کہ دریں حبست و جوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے

گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد — از تو ستانم بکہ خواہم سپرد

لیکنم ایں راہ نمونی بملک — از پئے آنست کہ چونی بملک

شکر کہ شد زندہ در ایّام تو — من ز تو و نام من از نام تو

باش بکامم کہ بکام تو ام — زندہ و نازندہ بنام تو ام

من بتو ام زندہ تو زیں پرسال — تا ز تو من نیز بوم زندہ حال

زندگی از مرگ ندارد گزیر — لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر

خواہمت از جاں کہ پناہے مرا — گر تو بخواہی و نخواہی مرا

مُنت بخواہم تو نخواہی اگر — ورت بخواہیم چہ خواہم دگر

من نخودم آمدہ پہلوے تو — کآرزو آوردہ مرا سوے تو

جز بتمنائے تو سودام نیست — بہتر ازیں ہیچ تمنّام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر — در رہش از دیدہ فشانم گہر

ور زتوام حاجبے آید بہ پیش — شانمش از مرتبہ بر چشم خویش

پیک تو گر نامہ رساند بمن — وردِ دلش سازم و تعویذ تن

گر دسمندت کہ برآید بماہ — سرمہ کنم از پئے چشم سیاہ

تیغ کشی تیغِ تو جاں بخشدم — ز آئینۂ بخت نشاں بخشدم

ور نئی تیر تو بسویم جہد — ہر گرہش تازہ فتوحے دہد

گرچہ کہ سلطانِ جہانم بملک — تاج دہ و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو اے نیکبخت — نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت

بخت من ار پایہ بر افلاک سود — با تو چو یکدم نہ نشینم چہ سود

تاج خود ار پُر دُرِ مکنون کنم — با تو چو ہمسر نشوم چون کنم

در شدہ در چشم کساں از تو نور — دیدۂ من ماندہ ز روے تو دور

مردمک دیدۂ غیرے شوی — طرفہ کہ از دیدۂ من در روی

دیدہ کہ نا دیدۂ دیدار تست — دیدہ و نا دیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم — بیشتر از دوری تو ہیچ غم

دل کہ نبرد یکِ تو مجنوں بود — دور ز تو دور ز تو چوں بود

شربت دوری نتوانم چشید — درد جدائی نتوانم کشید

ہجر تو بشگافت دلم نرم نرم — در رود و پیوند کن از خون گرم

اے مدد جاں شدہ حاصل ز تو — کے شود دل کہ کشم دل ز تو

می شودم دل کہ جگر بر کشم — پس بدلت ہمچو جگر در کشم

گرچہ جگر ہست بہر گوشۂ — بہ ز تو ام نیست جگر گوشۂ

خود ز پئے دیدۂ مردم پرست — جز تو مرا مردمک دیدہ ہست

لیک ازیں خز نتواں حلّہ دوخت — شمع بمہتاب نشاید فروخت

سکّہ چو زد در دل من کیقباد — نامۂ کاؤس کے آرم بیاد

نام برادر معزالدین

بہر خدا صورت خویشم نمائے — روی مگرداں و بترس از خدائے

نقش چو بر زد ورق سادہ را — باز فرستاد فرستادہ را

آمد و آورد پذیرائے راز — قصۂ آزرم بآزرم ساز

شاہ چو لولاد پدر نرم دید — تیغ سیاست بمیاں در کشید

گوہر دل را بوفا آب داد — سلک سخن را ز گہر تاب داد

گفت بتدبیر پسندیدہ زود — باز جوابے کہ پسندیدہ بود

باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر

شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ ہجراں

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب

من کہ گل رستہ ز باغ توام — پرتوے از نور چراغ توام

شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں — کز رہ فرمان تو تابم عناں

گر ہمہ بر راہ رسد افسرم — ہم بتہ پاے تو باشد سرم

من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ بند

سدّ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنہ یاجوج معغل را تباہ

تا بحد شاہ زبالائیاں — من چو بوم پیش نیاید زیاں

رو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بسم اسکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامروا انگیز رخش — من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعہ سین[۵۱] جوے گنج — من ز در روم شوم سیم سنج

عبرہ[۵۲] از معبر دریا تو جوے — من دہم از تیغ بحرین شوے[۵۳]

زابروے خود کن تو اشارت بہ چیر — من سر خاقان فرنگم بزیر

ارمن ہند ست ترا زیر دست — کار من بالاست ز من در شکست

رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند — اسپ بخواہم من ازیں سو فگند

از تو ز ہندوستدن پیل و مال — وز قبل من بمغل قیل و قال

---

۵۱ قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی او را تانہ گرہ گویند ۱۲

۵۲ خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ۱۲

۵۳ یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ۱۲

تاج ز تو سر ز من افسر اختن — عاج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب — حربه خورد هر که در آید بحرب

در بملاقات ره و رای تست — افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه — کز سر خود سایه فشانم بکوه

در فگند رای تو بر بنده تاب — ذرّه شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود — چون بر ضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زرنگار — بافته یکسره بدُر شاهوار

بس که گران شد سَلَب زر کشید — حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خورم و خندان چو گل از بارگاه — سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمود ار خود آنجا نمود — هر چه ز دُر یافت بدریا نمود

غالیهٔ صلح که در نافه برد — شمه بشمه همه شه را سپرد (نصیر الدین / نظام الدین)

بادشه شرق چو این مژده یافت — روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و را شگران — مجلسی آراست کران تا کران

باز طلب کرد بفرهای — خون خروس از بط سرخاب رای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ — دَور بمی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال — رنجیتن خون صراحی حلال

خازن شه آمد و در باز کرد — داد دن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جهان معدن دُرّ عدن — کرد زمیں باز رصامت سخن

هر که دراں بزم طرب ساز گشت — دامن پر گوهر و زر باز گشت

بسکه زر گشت زمیں ناپدید — هر که زمیں جست نشانش ندید

شاه چو از خون قدح گشت خوش — دل بجگر گوشه شدش هم کش

خواست دلش تا بخوشی جام مے — نوش کند بر رخ کاؤس وکے

کرد اشارت که درآمد به پیش — خاک[۵۱] ببوسید بر آئین خویش

زاں گل نورسته دل تاجور — شد ز گل تازه دتر تازه تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید — لیک ببوی گل دیگر کشید

دیده براں نور پسندیده داشت — دل بدگر مردمک دیده داشت

زیور افسر بکلاه اوفگند — قرعه خورشید بماه اوفگند

گرچه دلش مهر بکاؤس داد — هم ز دلش دور نشد کیقباد

باده همی داشت برآنش که خیز — قصهٔ غیبت بحضورش برین

لیک سر بر سری و تاج کے — دست بدامانش همی زد که هے

چوں اثر شوق ز غایت گذشت — کفهٔ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاوس کے آورد و گفت — تا شود آں ماه بخورشید جفت

---

[۵۱] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

سوے برادر شود آراستہ — با سپہ و کوکبۂ و خواستہ

جست بسے ہدیہ بقیمت گراں — دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں

بے عدد از رشتۂ دُر دری — دوختہ زاں رشتۂ لب جوہری

سلک دُر از گہر شب چراغ — ہر گہرے مملکتی را فراغ

لعل کہ بودہ است نہ غایت بروں — سنگ نہ مہر از پئے شاں خوردہ خوں

جامۂ ہندی کہ ندانند نام — کز تنکی تن بنماید تمام

ماندہ بہ پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں

عود بجز ذرہ قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشک ختن

عنبر و کافور معنبر سرشت — صندل خالص چو درخت بہشت

ساختۂ ہند بسے تیغ تیز — تیز تر از آب گہ آب خیز

سر بفلک بردہ بسے ژندہ پیل — کوہ گراں را بقیامت دلیل

ہدیہ چو آراستہ شد بے شمار — چار طرف گشت طرائف بکار

داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسرواں

وانچہ سخن بود ز اسرار ملک — کن مکن از ضابطۂ کار ملک

چوں دگرے محرم آں سر نبود — محرم سر دید فرو خواند زود

تا بامانت بودش در ضمیر — باز رساند بامانت پذیر

راز کہ داند کہ چہ بد در نہفت — ظاہرش از باطن آشفتہ گفت

کاے غم تو کردہ بجانم اثر
تو زمن و حالت من بے خبر

جاے تو در چشم و تو در جاے نہ
ہیچ سوے مردمیت راے نہ

تا شدی از چشم من اے آفتاب
دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب

خواب من از دیدہ من آب برد
آب من ایں دیدۂ بیخواب برد

ایں منم و نقش تو و آب چشم
عکس خیالت شدہ مہتاب چشم

گرچہ نہ چشمم برخت روشن ست
صورتت آخر بخیال من ست

گرچہ پرستیدن صورت خطاست
صورت تو گر بپرستم رواست

اے بصر دیدہ و جان پدر
زان دگر کس نہ از آن پدر

صبر من از دوری تو رفت دور
مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو
وائے کہ محروم بمانم ز تو

می نکند سوز من اندر تو کار
باش کہ تا در رسد آں روزگار

آمدنم نہ از پئے ایں کار بود
کافسر و اقلیم تو انم ربود

ایں قدرم عرصہ دریں ملک ہست
کم نزود سوی دگر پایہ دست

لیکنم از بس کہ بتو دل کشید
میل تو ام رخت بمنزل کشید

ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں
نیست مرا طاقت غم بیش ازیں

تشنۂ دیدار تو ام روز و شب
شربت خود باز بگیرم ز لب

از تو نشاید کہ بدیں سان رمم
تشنہ دل از چشمۂ حیوان رمم

شاد کن ایں جان غم اندیش را — روے نما منتظر خویش را
تختۂ حال دل ریشم بخواں — یا بمن آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نو بر سرِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ — سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و از آبِ سرو واگذشت — چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر — ز آمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت — تا نگرد ہمچو خودے را زبخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار — چتر کشادا ز دو طرف چترداراں
کرد زباں آوری دو رباش — چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ — گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل — ز انبُہیِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دویدند سران و سپاہ — تا لب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں — جبہہ نہادند بروے زمیں
شیر نمودند بزیر عناں — تا بدر شاہ نثار افگناں

لہ پیادہ شدہ آمدند ۱۲

بر در دہلیزِ شہ تاج بخش — جاے ادب دید و در آمد ز رخش
تحفہ آوردہ ہمہ کردہ راست — شد دو صف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ زوے — رفت زمیں راز تواضع بموے
شاہ برویش چو نظر کرد چست — دید[۵۱] در آں آئینہ خو درا درست
گرم فرو جست ز تخت بلند — کرد بآگوش تن ارجمند
داشت بآگوش خودش تا بدیر — سیر نشد چوں تو دز عمر سیر
باخودش از فرش باورنگ برد — تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ مہش خواند بر عنم سپہر — گاہ ببوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک — گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد — گاہ دل از مہر تنکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای — گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے — در تتق نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت — حد نوازش ز نہایت گذشت
از در دیگر سخن آغاز گشت — قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاؤس کے آوردہ گوش — نکتہ[۵۲] بروں داد خداوند ہوش

---

۵۱ اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ ۵۲ نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

گنج سخن باز کشاد از ضمیر — داد امانت بامانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل درگرفت — دزد گرانديشه سخن برگرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست — نی زنی از خون عدو شست دست
از رخ فرخندهٔ ایں هر دو کے — بلبلهٔ بلبل شده گل کرده مے
رهزنِ عشاق شد آواز چنگ — باده رواں گشت دراں راه تنگ
هر چه بمجلس غزل ترزدند — جمله بنام شه کشور زدند
بر در او مطرب فرخندهٔ فال — دور مباد از غزل و از غزال
با خوشی دل چو شود باده کش — زیں غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایهٔ بید ست و آب در سایه — ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایه
کنوں چو باد بباید چمید پیش از صبح — بگلشنے که رواں باشد آب در سایه
بیانگِ نوش مگر ساقیم کند بیدار — چو خفته باشم و مست و خراب در سایه
بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت — چه خفته که رسید آفتاب در سایه
ببوستاں منم امروز مجلسے و گلے — روانه گشت مئ چوں گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش — و گر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم و تو نازک بروں مرو جاناں — بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جاں در آفتاب مگرد — مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

فروغ روے تو تیز ست و زلف بر لب نوشتر — ز آفتاب بنہ آں شراب در سایہ
بگفتِ خسرو و بکشاے زلف تا شیند — حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

رفتنِ شاہِ کیومرث و بتوزک عارض

بر شہ شرق بیکجا عرض ایں جوہر آں

روزِ دگر کرد چو ناف جہاں — مشک شب از آہوی مشرق نہاں
ناف جہاں مشک زمیں را سپرد — باد شد آہو تگ و آں مشک برد
شاہ شد از سیرت خود مشک سائے — خوں بسوی صلح شدش رہنمائے
شمعِ دلِ ملک کیومرث شاہ — خلدہ اللہ بجد و جاہ
خواند و رواں کرد بسوی جدش — جدّ ادب کرد بروں از حدش
ہدیۂ زر بفت خطا و عراق — ہر یک ازاں طاقہ در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ مہیں اصل و لایت نورد — گاہ تگ از باد برآوردہ گرد
سخت کمانہا ز مہ نو فرہ[1] — در خور زہ کردن و ناکردہ زہ
سادہ غلامان خطا و تتار — موی شگافندہ بشب روزگار
اشتر پوینده و پولاد پائے — کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

---

[1] فرہ بیشی و سبقت ۱۲

جنس دگر ہر چہ تواں بر نام — وانچہ کسش نام نداند تمام
ساختہ کردند ز ہر جنس صد — وز در و یاقوت بروں از عدد
داد بشہزادہ کہ بر جد رساں — خدمت من خدمتے خود رساں
دید کہ آں طفل وشے خرد سال — رمز بزرگاں نشناسد بحال[1]
توزک آں عارض فرزانہ را — خواند و تہی کرد نہاں خانہ را
ہر چہ ز کاؤس شنید از نہفت — پاسخ آنرا بنہاں باز گفت
کانچہ دل شاہ بداں مائل ست — رائے مرا نیز ہماں در دل ست
دل نہ زکیں کرد روانم بہ تو — کآرزو آورد کشانم بہ تو
تن بوفا گرچہ کہ حائل[2] نبود — دل ز تمنائے تو خالی نبود
ورنہ تو دانی کہ بشمشیر تیز — کس نکند با پدر خود ستیز
ظاہرم از نقش خلافی گذشت — باطنم از حد وفا بر نگشت
ایں نہ خلاف تو پسندیدہ ام — مصلحت ملک چناں دیدہ ام
تا چو شوم با تو مخالف بپوست — دشمن تو باز شناسم ز دوست
جلوہ کنم از ہمہ رو آں جمال[3] — تا ز ہر آئینہ چہ بینم خیال
دوست بود راہ بہ نیکی برد — دشمن از اندیشۂ بد نگذرد
آرزوے من کہ گذر بر تو کرد — مہر من ست ایں کہ اثر در تو کرد

---

[1] فی الحال ۱۲ [2] آراستہ ۱۲ [3] این جمال مخالفت ۱۲

پیشتر از جنبش این دارو گیر — با عیشه برانگیزنده بود مرا در ضمیر
کم ز چه[۱] رو دست برآن در شود — کین شر فم زود میسر شود
در سبق ار شاه قدم پیش راند — این سبقت با در قم باز خواند
آمدم اینک بهزاران نیاز — تا کنم این دیده بروی تو باز
بود بسی پرسش شاه زمن — کامدن از خود طلبی یا زمن
من بدر شه بسر آیم دواں — چوں پسراں بر پدراں بگماں
لیک مرا پایه نیافت پاے — گلبس نو به که بجنبد ز جاے
لیک خداوند سریر و کلاه — بود همه وقت براورنگ شاه
مملکتش ضبط و جهاں زیر دست — هر چه کند باک نه از هر که هست
شرط چناں ست که در بحر و بر — چشمه کند بر لب دریا گذر
لیک سزد گر شه دریا نشاں — بر سر این چشمه شود در فشاں
شاه چو فارغ شد ازین گفت و گو — کرد رواں عارض فرزانه خوے
عارض دانا و کیومرث شاه — سوی شه شرق گرفتند راه
زاب گذشتند و بسلطاں شدند — چوں گل و بلبل گلستاں شدند
حال بگوش شه کشور رسید — کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید
رفت براورنگ سکندر نشست — در صف پیلاں سد یاجوج بست

---

[۱] کم مرا از چه نوع و صورت دست براں در شود ۱۲

چشمہ برآمد زدو سو یکسرہ — ساختہ شد میمنہ و میسرہ
بارگہر داد کیانی درخت — پیش ستادند بزرگان تخت
فرش کشادند تتق برزدند — پردۂ دہلیز برافراختند
ساختہ شد پردۂ پیلان مست — صف جنیبت زدو سو راہ بست
مقرد[1] کمر بند کلہ کژ نہاد — راست بہ پیرامن داخل ستاد
پایک ہندی معلق زنی — در صف خود گشت بہ تیغ افگنی
شعشعۂ تیغ فلک تاب گشت — چشمۂ خورشید ز سہم آب گشت
گرگسے زد بر تیغ پر — شعشعہ در پرّ مگس کرد اثر
کارگزاراں ہمہ رفتند پیش — سجدہ کناں پیش خداوند خویش
پیش عناں بانگ رواروزدند — سکّۂ نو بر درم نوزدند
رفت خراماں ملک ارجمند — تا درِ دہلیز بہ پشت سمند
چشم چو بر گلشن بختش فتاد — گشت پیادہ چو گل از پشت باد
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں — گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
آمد از او رنگ بزرگی فرود — دست بگل درزد و گفتش درود
برد و ببالاے سریرش نشاند — وز مژہ بر ماہ گہرے فشاند
خون خودش دید بجاں درکشید — خون خود از دیدہ رواں برکشید

---

[1] مقرد بکسر بند سپاہی کہ در حفاظت پادشاہ باشد و در زیر حکم کسے نبود ۱۲

کرد چو نوزش بدل دیده جاے — گاه سرش بوسه زد و گاه پاے
مهر جگر گوشه ز سر تازه کرد — جنبش خوں راز جگر تازه کرد
گاه ز رحمت بکنارش گرفت — وز سر تا پا بنثارش گرفت
گاه بیاقوت لبش داشت هوش — کرد پر از لولوے ناسفته گوش
روے و را آئینهٔ ملک خواند — آئینه را بر سر زانو نشاند
دیدازاں گوهر نیکوے خویش — ز آئینهٔ زانوے خود روے خویش
بس که مبارک نظر تاجور — ماند به نظارهٔ لولوے تر
دیده زمانے ز رخش بر نکرد — میل بآیندهٔ دیگر نکرد
در رخ آں دیده همی دید شاه — هیچ نمی کرد بعارض نگاه
عارض از آئین ادب پروری — بود کمر بسته بخدمت گری
تا نظر شاه برآں سوے تافت — خدمت عارض محل عرض یافت
تحفهٔ شاهانه که با خویش برد — کرد نمودار و بنجازن سپرد
هدیه چو از زره بکراں بر درخت — گشت سخن تازه ز اسرار تخت
مرد خردمند پسندیده هوش — ریخت ز لب هر چه در آمد بگوش
شاه براں مژدهٔ شادی فزاے — هیچ نگنجید ز شادی بجاے
داد بعارض ز قباهاے خاص — نادره چرخی[۱] همه ز رّ خلاص

---

[۱] جنے از جامه ابریشمی ۱۲

داد بشهزاده کیومرث نیز — تحفهٔ آن ملک ز هر گونه چیز
یافته چندین کمر از در و لعل — داشت نوردانِ برز بسته بغل
پیل بسے زیر عماری زر — بارِ عماری همه گنج و گهر
وعده چنان رفت که فردا پگاه — جنبش خورشید شود سوے ماه
منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چنان — سکه چو زر شد ز عیاری چنان
خرّم و خوش عارض و فرزند شاه — باز نوشتند سوے خانه راه
حال نمودند بدارائے ملک — کاب درافزود بدریائے ملک
کار که اقبال خداوند خواست — شد همه ز اقبال خداوند راست
وعده بفرداست ملاقات را — ساخته شد رسم مراعات را
شاه بفرمود بفرمانبراں — ساختن برگ و نوائے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار — گوهر و یاقوت ز بهر نثار
کانچه بباید همه یکجا کنند — جمله بترتیب مهیّا کنند
کار چو بر کار گزاراں گذاشت — خود می و شادی و طرب پیش داشت
جام همی خواست ز ساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چون بزمیں داد تف — کرد پُر از دُرد قدح شب بکف

ساقی خورشید وش و ماه چهر — دور همی کرد چو مه بر سپهر
شاه ز هرے که بکف بر گرفت — جام ز کف در دُرد گوهر گرفت
جام همی داد بخورشید و ماه — زهره همی رفت ز دورش براه
زخمهٔ قانون که همی کند تار — بود ازو در رگ جان خارخار
مجلسے از خلد بریں تازه کرد — شاه ز طوبیٰ فلک آوازه کرد
تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش — نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش
این غزلم گرچه ندارد محل — مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روے تو در نظر آید مرا — پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا
بستهٔ تست این دلم باد گرانش مبند — کاش که باد دیگراں دل نکشاید مرا
روے نماشد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز — از تو چه خونا بهارو ننماید مرا
خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت — پیشتر از من دوید هیچ نیاید مرا
دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد — پیش چنیں مردنے زیست نشاید مرا
جان من آں روز رفت کم رخت آید پیش — یارب کایں روز هیچ پیش نیاید مرا
سینهٔ خسرو ز تست آینهٔ زنگ خورد — مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را بروں
کشتیِ مہ سوے کراں[1] ساز کرد — چشمۂ خورشید بدو باز کرد
شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار — کرد براں چشمۂ و کشتی نثار
شاہ درآں ناحیہ کاوّل نشست — دشتگہے دید در و تنگ دست
از چپ و از راست نظر برگماشت — تختِ دو جمشید مسافت نداشت
شہ ز زبردست عوض کوچ کرد — سوے فرودست برآورد گرد
پیشترک شد قدرے زاں سواد — نصبِ علم را رقم فتح داد
دور سراپردۂ سیّارہ سا — برلبِ آبِ سرِ شد بپاے
در محلے کاب رواں تنگ بود — گرچہ کہ پہناش بفر سنگ بود
تا بگہ عبرۂ آں شاہ شرق — زود ترے سیر نماید چو برق
تا جوراں سوی خود از جاے خویش — آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش
کرد سراپردہ مقابل بلند — منتظر دیدن آں ارجمند
شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست — جملہ بترتیب ہمی کرد راست

---

[1] کراں یعنی کنارہ ۱۲

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور خواست زدیا گذشت
تا جورِ شرق برآہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بہشتی شگرف — سدرہ وطوبیٰ بجل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ زکراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کار آگہاں — خانۂ گردندہ بگرد جہاں
نادرۂ حکم خدائے حکیم — خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر را ہمہ بردے گذر — ہمرہِ او ساکن و او در سفر
گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب — آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم — حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود بآب اندروں — کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوار — یافتہ در خانۂ ماہی قرار
ماہ نوے کاصل وی از سالؔ[1] خواست — یک مہ نوگشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں — عکس ہلال ست بآب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا — عین چو ابر دشدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ از و کشتی وغیرہ سازند از ہلال مراد کشتی ۱۲

لیک جزیں فرق ندانم کنوں — کوست سرافراختہ ابر نگوں

ابروے او دادہ بہر چشم نور — چشم بداز ابروے نیکوش دور

ہمچو کماں پرخم و تیر از میاں — تیر ستادست و کمانش رواں

راہ نخواہد بمدارا شدن — راست چو تیرے بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج — تیر بہ تیرش نرسد گاہ موج

تیر دروگرچہ کہ بیش افگنند — پس فقدش گرچہ کہ پیش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در کشاد — پیشتر از باد رود روز باد

وقت دو منزل بدے بل دو چند — بارسن و سلسلہ و تختہ بند

بستہ بزنجیر مسلسل دراز — بحر رداں زو شدہ زنجیر ساز

یک زدن چشم کہ بینیش پیش — تا بزنی چشم نہ بینیش پیش

بر پرد از جاے نہ جنبید نی — نیست دریں ہیچ پرا نیدنی

ہمچو کلنگاں بہوا سرفراز — پرچو حواصل زدو سو کردہ باز

مرغ کہ آں از پرچو بیں پرد — طرفہ بود لیک نہ چندیں پرد

ہر طرفش رہ بشتاب دگر — ہر قدمش سیر بر آب دگر

از تگِ طوفاں تنکنش در شتاب — معجز نوح آمدہ بر روے آب

گرچہ ز دریا گذرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم

دیدہ شب و روز بسے گرم سیر — رفتہ بہر سوز پے آب خورد

تختہ تہی حرف گرفتہ بکش — بادبر آب از ہوش حرف کش
تختہ نشد پیش معلم درست — طرفہ کہ صد تختہ بکیار شست
دست چو در آب فراز افگند — آب بدست آرد و باز افگند
ہمچو جواں مرد کش آید بدست — سیم فراواں و نیاید بدست
لطمہ زناں بر رخ دریا بزور — آب ازاں لطمہ بفریاد و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش — بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش
تا عمل بحر شدش مستقیم — آمدہ از عبرۂ دریاش سیم
پیشۂ ملاح در و شیم پاش — تیشۂ نجّار ازو در خراش
مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب — بر طرف بحر شدہ پائے کوب
بگذر و از آب سوارش بخواب — غرقہ نگردد چو سواران آب
در تہ او آب سبک خیز نیست — گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگریست ترو آب دار — گاہ لبش گیر دو گاہے کنار
ہر کہ پئے آب برو شد سوار — آب گذارد چو بگیرد کنار
در رہ بے آب نداند شدن — کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد — تیرگیِ دیدہ ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش — ہیچ ز گرداب نگردد سرش
با سبکی یار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید

موج گران یافت سبک بر رود — ارچه گران گشت سبک تر رود
گرچه که ده سال بریداز درخت — هم تهی از بار نگشت اینت بخت
طرفه درختیست نمودار او — کادمی و اسپ بود بار او
شاه دران خانهٔ چوبین نشست — وز پل چوبین همه دریا بهبست
آب شد از بحر رواں تخته پوش — کرده ز هر تخته معلم خروش
موج سوی جاریه می برد دست — بیل سبیلیش همی کرد پست
نعرهٔ ملاح که می شد باوج — بر تن خود لرزه همی کرد موج
سلسلهٔ موج زدامی که بافت — ماهی ازاں دام خلاصی نیافت
بس که بجوشید زمیں همچو دیگ — آب رواں تشنه گلِ شد بریگ
آب ازاں غلغل زاندازه بیش — گردنی گشت بگرداب خویش
کشتی پوینده که چون تیر بود — بود بجاے که زمیں گیر بود
وز خلهٔ پشت کشف ناتواں[1] — داشت بسے رخنه ببرگستواں
عکس رسنها که فرو شد بآب — بست بپهلوے نهنگاں طناب
کشتیِ شه تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت
راست که شه برلب دریا رسید — گوهر خود برلبِ دریا بدید
خواست که از سوزِ دل بیقرار — برجهد از کشتی و گیرد کنار

---

[1] یعنی از خلشِ خله (پتوار) برپشت کشف رخنها مثل برگستواں (جهال) اسپ پیدا شده بودند ۱۲

صبر همی خواست نمی آمدش گریه نمی خواست همی آمدش
بود ازیں سوے معزّ جہاں ساختہ بر جای ادب چوں شہاں
چوں کہ در آں شیفتۂ خویش دید شیفتہ تر شد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت شہ بدو دید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردمیل تشنہ و از دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آغوش تنگ ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں دور نشد آں ازیں و ایں ازاں
جاں بدو تن بود یکے از نخست صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِّ دو فرقد کہ بہم باز خورد کارِ دو رو یہ ہمہ یک رو یہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور فاتحہ می خواند بر یشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا حرام کز تو برد پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست کز تو شود سکۂ نام درست

باز پسر گفت کہ بر شو بتخت — کایں محل از بہرِ تو آراستند بخت
باز پدر گفت کہ اے تاجدار — تخت ترا بہ کہ تو ئی بختیار
دیر بماندند دریں گفت و گوے — پاے کسے پیش نشد پایہ جوے
چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش — شرطِ ادب دید زاندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل است — منت للہ کہ کنوں حاصل ست
ایں کہ بدستِ خودت انیکبخت — دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر — من نہ بدم تا شدمے دستگیر
گرچہ تو محتاج نبودی بمن — کافسر ملکی بسرِ خویشتن
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند — دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست — ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں — آگہیئے داد بکار آگہاں
کاے دمِ تاں در رہ اخلاص پست — بہ کہ نباشید دریں کار سست
من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ — بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ
ہر کہ ازیں پایہ والا برد — نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد
بود ستادہ نفسے ہم بجاے — ہم نفسش نیز ستادہ بپاے
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود — خواہش عذرے بسزا می نمود

دو لیتاں ہر طرفے بستہ صف — کردہ طبقہائے جواہر بکف
لعل و زر بر جد کہ بر آمیختند — بر دو سر افرازہی ریختند
تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود — روئے زمیں پر ز جگر گوشہ بود
زاد تو گوئی ز زمیں زر و سیم — حاملہ شد خاک ز دُرِّ یتیم
چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد — زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست ایں قدر — روز دگر جلوۂ ملکِ دگر
شکر خدا را کہ رسیدم بکام — کام دلِ خویش بدیدم تمام
زیں نمط از کام چو دمساز گشت — فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت
رفت پدر کشتیِ مقصود راند — باز پسر بحر[1] بکشتی نشاند
کرد طلب کشتیِ دریا نشاں — کشتیِ زر داد بدریا کشاں
سیل روان کرد محیط شراب — تا بلب آمد ہمہ را جوش آب
غوطہ خور انید ز سر بر گذشت — کیست کہ جز شاہِ جہاں بر گذشت
ہوش بگرداب قدح در فتاد — داد ہمہ رختِ ادب بر باد
عقل شد از بہر کشیدن دوں — او ہم ازاں قعر نیامد برون
چنگ ز گیسوے سیہ دام یافت — گرچہ در افگند نشانی نیافت
عقل اگر شد بقدح ناپدید — عقل عقیلہ است نیاید کشید

---

[1] بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

عاقلِ دولت که مبادا ش نقل — باد سرافراز جهانی چو عقل
باده که از عقل رباید چراغ — تا ابدش عقل فزاید دماغ
چنگی او عقل فزاے جهاں — عاقلهٔ عیش و نشاط شهاں
این غزل از تار ترنم سرا ے — در سرِ او یافته چوں عقل جاے

غزل

خورّم آں لحظه که مشتاق بیارے برسد — آرزومند نگارے به نگارے برسد
دیده بر رے چو گل بندد و نه بوذ خبرش — گرچه در دیده ز نوکِ مژه خارے رسد
تن چو بینش که بر سیلِ مژه کشتی راند — از پسِ قطعِ سواحل بکنارے رسد
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند — جانِ بیکار شده باز بکارے رسد
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نبوذ — هر کجا از قدمِ دوست غبارے رسد
اے خوش آں تلخیِ پاسخ که دهد بعد از هجر — که خمارے شکن از بهرِ خمارے رسد
لذتِ وصل نداند مگر آں سوخته — که پس از دوریِ بسیار بیارے رسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — که خزاں دیده بوذ پس بهارے رسد
خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می پوے — بهرِ تسکینِ دلِ خویش که آرے رسد

ذکر در اسپ فرستادنِ سلطان آید

هم براں گونه که در باغ وزد بادِ وزاں

شد کرهٔ چرخ چو گنبد نمایے — نعلِ مه افگند بگنبد زپایے
زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست — رفت و بمیدانِ افق بر نشست
شاهِ فلک مرکبِ جوزا ستام — هم شه و هم شاهسواری تمام
چیست نهنگانه نگاور به پیش — در دلِ دریا شده از آب خویش
رفت امیر آخور و آورد زود — هر چه در اطرافِ جهان باد بود[1]
پس که پر از بادِ دوان گشت و شت — مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپان که ز سرعت بخروج و به دخول نتوان خارج شان گفت نه داخل چون جان

تیز تگانِ همه تازی نژاد — چون دمهٔ آتش و انبانِ باد
گرد سرینے همه گردن دراز — تا به فلک گردنِ شان سرفراز
تیز تگِ گوش چو پیکان پدید — بر سرِ یک تیر دو پیکان که دید
سر چو مه افراخته بر اوجِ مهر — ساخته از چشم چراغِ سپهر
از هنر آراسته پا تا بفرق — گاه روش ابر و بجستن چو برق
در گله بے دست زدن جسته زن — کوفتنِ پا بطرق کرده فن
نازکناں در صفتِ نازکی — زخم نخورده گهے از چابکی

---

[1] امیر آخور را امیر اصطبل و از باد مراد اسپان ۱۲

کبکِ خرامندہ بصحنِ سرائے — کبکِ دواں ابزدہ زاغ پائے

ہیکلِ شاں گرم چو آتش گہے — آتشِ شاں چوب نخوردہ گہے

کوہ گراں لیک گراں سنگ نی — یک تگِ شاں جز بسبہ فرسنگ نی

سنگ دراں کوہ تناں ناپدید — کوہ کہ بے سنگ بود کس ندید

زاتش خود گرم رواں ہمچو تیر — سوختہ شد کرۂ گرمِ اثیر

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ — باد بدیوار بسے سر زدہ

سرعتِ شاں از تگِ شاں بیشتر — گاہِ تگ از خود قدمی پیشتر

وز رہِ جولاں بفلک راہِ شاں — سنبلۂ چرخ چراگاہ شاں

بے سمِ شاں کوہ نیارد خمید — بے تگِ شاں فتح نیابد پدید

پا ز نہادہ بزمیں ہیچ جائے — بر سرِ گردوں شدہ جولاں نمائے

کردہ ہوا در تہِ ایشاں زمیں — پا ننہادہ بزمیں جز بجبیں[1]

آب رواں از پیِ صحرا گشت — بادِ صبا از پیِ گلگشتِ دشت

گر بلگد خشتِ زمیں بشکنند — گاہ بیک جست دو گنبد کنند

از لگدِ پا کہ بیک پے فشرد — خرگہِ پرنہ کرہ را کرد خرد

چوں سمِ شاں لرزہ بگیتی فگند — کرۂ ناکندہ زمیں را بکند

گاہ روشِ زاں سمِ گیتی نورد — از کرہ خاک برآورد گرد

---

[1] خرگہِ پرنہ کرہ - آسمان ۱۲

کاسۂ سم کز طبق[۵۱] آزاد گشت — کرد بصحنِ زمیں آشام[۵۲] دشت

باد گرفت اسپ کساں ابلہ — وز رہِ شاں رفت بصحرا خسے

گرچہ کہ زادہ شدہ با بند پائے — ہم گہ تگ ماندہ[۵۳] صبا را بجائے

بر سرِ نہ چرخ بود جائے شاں — گر نہ بود بند بہر پائے شاں

پیکرِ آں اہ نوردانِ پاک — بادِ مجسم شدہ بر روئے خاک

بر سرِ بدخواہ رواں ترشدہ — وز سبکی دیدہ دروں دشدہ

صورتِ شاں از رہِ دشِ پذیر — وہم مصور شدہ اندر ضمیر

گشت چو سیارہ منازل سپر — ماہ سبک سیر شدہ نعل زر

زال مہِ رہ یافتہ در برجِ باد — باد بسے گرد بسیارہ داد

جوشِ کمیت از سرِ میدانِ شاہ — مست ہمی کرد کساں را براہ

شکلِ سیاہانِ[۵۴] سر افراختہ — آتشے از دودِ سَلَب ساختہ

آتشِ سوزاں کہ ز تابِ وجود — ہم ز تنِ خویش بر آوردہ دود

تیزیِ خنگانِ محیط آزموں — آب ببرد از فلکِ آبگوں

گنبدِ شاں کردہ فلک را خراب — گنبدِ آبی شدہ بر روئے آب

سونیاں[۵۵] خوش فش و نرگس دماں — وز دمِ شاں نرگس و سوسن دماں

---

۵۱ طبق نام بیماری کہ در سمِ اسپ می باشد ۱۲ ۵۲ اے زمین! می نور دیدند ۱۲

۵۳ گزشتہ بودند ۱۲ ۵۴ اسپان مشکی ۱۲

۵۵ سونیاں۔ اسپان برنگ سوسن و فش موے عیال۔ و ماں بمعنی دہندہ ۱۲

چال[۱] زگلرنگ ترانگیخته — بادِ صبا را بگل آمیخته
پشتِ قلہ[۲] از خطِ مشکینِ خویش — سبقِ ہنر داده صبا را بپیش
زردۂ شاں چوں رقیمت فزائے — گرچہ نہ بیجاده[۳] ولی کہربائے
خنگِ مگس[۴] دشت خورد و کاسہ سم — ہر مگس کرده مگس راں زدم
لیک[۵] چہ راند ز مگس کز سرین — خواست بلغزد مگس اندر زمین
ابرشِ شاں ابر تگ و برق تاب — برقِ فلک سرعت و ابرش خطاب
در تگِ شاں گاه کشادن زبند — کم شده ایں ابلق دنداں بلند
ابلقِ شاں را ز بیاض و سواد — خامۂ نقاش نشانے نداد
دہر شد از نسخت شاں نا امید — گرچہ بسے کرد سیاہ و سپید
صورتِ شاں خامہ ندانند نبشت — بادِ صبا را کہ تواند نبشت
از تگِ شاں گر بنویسیم سخن — باد رباید قلم از دست من
مہ ز پئے آخورِ آں مہوشاں — ساخته خرمن برہِ کہکشاں
کارگزارِ عملِ پاسگاہ — می گزرانید یگاں پیشِ شاہ

---

۱ چال۔ اسپ کہ سرخ رنگ باشد ۱۲ ۲ قلہ اسپ کہ رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
۳ در لفظ بیجادہ کہربائے صنعتِ ست بلیغ کہ او ہم جوہریست و معنی بر راہ و کہرباہم جوہریست و معنی خون خورندہ کاہ ۱۲
۴ خنگِ مگس اسپ سفید کہ بر آں نقطہائے سیاہ باشند ۱۲
۵ لیک چہ راند الخ۔ یعنی اگرچہ دم آں مگس راں ست مگر مگس را چہ گونہ راند کہ از فربہی و چربی مگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

بستہ بریشم گہرِ مہرہ وار — مہرہ نگویم کہ دُرِ شاہوار

شاہ چو در مہرۂ شاں چشم داشت — چیدیکے از صد و دیگر گزاشت

گرچہ ہمہ مہرۂ شاں چیدہ دید — عاقبت از گوہرِ شاں مہرہ چید

کرد گزیں زاں ہمہ گردوں نگاں — پنج ہزار و صد و پانصد یگاں

داد بدانا کہ برایں نزد شاہ — عذر قدم زآمدنِ وے بخواہ

وعدۂ امروز فرازم رساں — جان بجنابش برو و بازم رساں

رفت پذیرندہ و آں ہدیہ برد — خدمتیے خاص بخدمت سپرد

خواہشِ عذرے کہ بہ پنہانش بود — کرد بفرمان دہِ فرمانش زود

داورِ دولت کہ دراں یاوری — دید ز دارائے خود آں داوری

سکۂ مہرے کہ عیارش نمود — گرچہ یکے بود ہزارش نمود

داد بآرندہ لباسے عجیب — قیمتی و در ہمہ عالم غریب

سُرخ نطاقی ہمہ از لعلِ ناب — لعل کہ خورشید ندیدہ بخواب

از پئے شہ چند طرائف دگر — طُرفۂ اطراف ہمہ بحر و بر

وعدہ چناں رفت کہ ہنگامِ شام — جلوہ کند مہر بماہِ تمام

مرد سخن سنج کزاں سلک دُر — کفِ خود و کفّہ خوریافت پُر

آمد و بکشاد ترا زوے راز — نکتۂ سنجیدہ بسنجید باز

شاہ بفرمود بفرشش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

هر همه در حجلهٔ بار آمدند — بار کشادند بکار آمدند
نصب شد اورنگِ زرِ پیشگاه — پایه بپایه سرِ او تا بماه
تاجِ مرصّع که در آویختند — یکسر از آبِ گهر آمیختند
بود تتق جمله ز زر یافته — پردهٔ درها ز گهر یافته
پردهٔ دیوار ز یاقوت بود — کلّهٔ بالا ز زمرد نمود
فرشِ زمین بود مسلسل بزر — در تهِ آن خاکِ زمین نقره گر
هر که در آمد بچنان منظری — صورتِ خود دید ز هر گوهری
یک تنه ز و شد بتصوّر هزار — بیں که هزارش چه نمود از شمار
شاه در آن خانه در آمد تخت — آئینهٔ دید نمودارِ بخت
خانه از و شد همه صورت پذیر — با همه تصویر نبودش نظیر
خواست ز ساقی مے آئینه فام — دید در و صورتِ خود را تمام
گشت سکندر که ز گنجینها — داد زر و کرد نوآئینها
با دلِ آئینهٔ اسکندرش — با دلِ گلرنگ صفا پرورش
داد مرا ایں غزل اندر خیال — بر دلِ چوں آئینهٔ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمه یک ره گذرے بسوے من کن — بعنایتے که دانی نظرے بروے من کن

من از آرزوت مُردم دلتا رچہ نسبت با من
تبکلف ار تو دانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے زغمت چو نا توانا ں
بزکوۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

ہمہ بوے عود نبود کہ برغبتش بسوزی
دلِ سوختہ است رغبت قدری ہوے من کن

اگر ایں ست رسمِ خوباں کہ بمونہند دلہا
دلِ من بیار و جایش تنِ چو موے من کن

بدو زلف طوق داری نہ یکے کہ صد کم ہم
وگرت ہزار باشد ہمہ در گلوے من کن

زشکنجِ زلفِ مشکیں چو نہی بدوشِ چوگاں
بفدائے حالگاہش سرِ ہمچو گوے من کن

تنِ خاکیم لبالب ہمہ پُر زخوں ست از تو
لبِ خویش را تو ساقی زسرِ سبوے من کن

بکراں مشو زخستہ و کہ چنیں بدستِ خویم
نفسے بیاد بنشیں بدِ خونکوے من کن

صفتِ آں شبِ با قدر کہ تا مطلعِ فجر
نزدِ آں روحِ ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیاراست سر بر سپہر
گشت مکلّلِ تتق ماہ و مہر

یافت فلک پردۂ گوہر نگار
رشتۂ شب از پئے آں بود و تار

چرخ بہر زاویۂ شمعِ سوخت
خاک بہر خانہ چراغے فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آنچناں
طاق یکے بود چراغش ہزار

دہر شد از دود معنبر دماغ
کم نہ بود دود ہ چندیں چراغ

سُرمہ بود از دُر و گردوں برآ
از دُرِ ستارہ شدہ سُرمہ سا

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زاے — سنگ ندارد زچه شد سرمه سا
دیدهٔ انجم بسیاهی دروں — دیده دروں ماند سیاهی بروں
ریخته از شیشهٔ گردوں مداد — مجمرهٔ گل شده زو پر سواد
جوهریِ شام بسودا گری — کرد گهر پیش کشِ مشتری
گاوِ فلک ریخته عنبر براه — گاو زمیں ساخته پر چم سیاه
طاسِ فلک شد علم زرنگار — روے زمیں شد زعلم سایه دار
از نمِ شبگیر که هر سو فتاد — کوسِ سحر صبح صدای نداد
او هم شب گشته به تندی روال — پر زجلاجل شده برگستواں
گرچه هوا پر زجلاجل نمود — هیچ طرف بانگِ جلاجل نبود
چرخ یکے حلقهٔ انگشتریں — بر سرِ یک حلقه هزاران نگیں
خوانِ فلک پر زگهاے زر — زرد چو زنبور برآورده سر
زاں همه زنبور که از نور بود — پردهٔ شب[1] پردهٔ زنبور بود
خوشهٔ[2] چرخ از علفِ خانه خیز — بهرِ خرسانِ سحر دانه ریز
بود خروسِ سحر اندر عدم — ورنه چرا دانه نمی گشت کم
مرغِ شب آهنگ نوا گر شده — نغمهٔ زیرش بهوا بر شده
شپرکِ از بس که ببالا پرید — مرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

[1] از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبورست که سوراخ داری باشد ۱۲ [2] خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان سبع حیان ملایک و دانه ها ستارها ۱۲

کرمکِ شب‌تاب بصحنِ جهان — همچو شرار از سرِ آتش جهان

چرخِ کمان شکل به تیرِ شهاب — شانده پرِ زاغ بپرِ عقاب

تیرِ شهاب از دلِ اختر گزشت — روشن ازیں هفت سپهر گزشت

آتشِ خورشید که گرمی نمود — زآتشِ او چرخ برآورد دود

روز ز دریای فلک شد درست — چشمهٔ خور در تهِ دریا نشست

طرفه که خورشید چو در شد بچاه — گشت روان ز ورقِ زرّینِ ماه

در شده آن چشمهٔ روشن بچاه — خونِ شفق سرخ شد آنگه سیاه

پرتوِ خورشید کند از عمل — سُرخیِ خون را بسیاهی بدل

بلک چو خورشید شد آتش فشان — زود دهد از رنگِ سیاهی نشان

طرفه که خورشید چو رو در کشید — روی زمین کرد سیاهی پدید

خور چو شود تافته از تابِ وی — روی پر از قطره نماید ز خوی

طرفه که چون تابش خور شد نهان — گشت پُر از قطرهٔ رُخِ آسمان

تا ندهد آهوی مشکین عطا — هست طلب کردنِ مُشک از خطا

طرفه که کم گشت چو آهوی مهر — مشک فشان گشت بگیتی سپهر

قرصهٔ خور تا بسرِ خوان بود — خلق برو آخته دندان بود

طرفه که چون قرصِ خور از خوان فتاد — چرخ لبالب همه دندان گشاد

مست شده از قدحِ دورِ مهر — بر زمین اُفتاد ز روی سپهر

صفتِ شمع که چون سر برش آید مقراض در زمان چاک زند پردهٔ ظلمت نمیان

شمع بهر بزمگهی سرفراز — خاصه ببزمِ شهِ عالم نواز
شمع نه بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعه پیوند روز
از همه سو رو دو همه روی چشم — نی پلکش دیده و نی موی چشم
پاسِ نفس داشته تا بامداد — هر که بروز و نفسے جان بداد
اولِ شب آمده عمرش ببر — زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادره شخصے که ز نورِ صفات — زنده بماند چو سر آید حیات
زنده شد آتش ز نفس چون مرد — و آتشِ تیزش ز نفس جان ببرد
جانش که از سوز رسیده بلب — زنده از ان داشته بسیار شب
چون دلِ سوزانش ز سر برگذشت — جان شد و از وے دلِ شب برگذشت
شد بگهِ صبح حیاتش تمام — عمر ز سر یافت بهنگامِ شام
کرد چو مقراض ببویش گزر — بوسه زدش بر لب و بربد بسر
بس که سرِ او شده با زبان — کرد سر اندر سرِ کارِ زبان
تیغ رسید و سرش از تن ربود — او بزبان کرد حرا را چه سود
سوز ببرد اشت که چندان گرست — تا ببریدند سرش را نه زیست

ساختہ از دود مداوی ز سر — دادہ بہ پروانہ سوادی ز سر
بس کہ گزیدہ شدہ از زخم کار — دادہ سر خویش گزیدش براز
زاں ہمہ نیشے کہ ز زنبور خورد — عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ کہ اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جواں

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
گرم دماغ آمدہ در ہر دماغ — بینیش از گرم دماغی بطاق
پنبہ دہانی بزبانِ دراز — با ہمہ کس گرم سرِ سوز و ساز
پنبۂ او آتش شدہ در روغنش — در تن و ناسوختہ ہر گز تنش
پیش رو راہ ز نورِ بصر — گم شدہ را در دلِ شب رہبر
تا شب از و نور نیاماد پدید — دیدۂ تاریکِ جہاں را ندید
چرب زبانی بدلش گشت جمع — چرب تن و چرب زباں تر ز شمع
شعلۂ او کز خسے آشوب یافت — صد خلہ از سینک جاروب یافت
نادرہ کرد عیاں دل پذیر — سینک جاروب بر آتش امیر
خس ببرد بینیِ او را بسے — چوں ببرد بینیِ آتش خسے
کرد بچوب آتشِ خود را ادب — وز پیِ چوب آمدہ جانش بلب

بستہ جہاں چشم چو گاہِ خراس — گوش بفریاد ز آواز پاس
کرد عسس بر سرِ ہر کو کمیں — کیست کہ جنبد بہ بساطِ زمیں
مردم ہر خانہ شد از رہ گزر — مردمکِ دیدہ فرو بستہ در
موسمِ گرما و تن از خوی بجوش — دیدۂ مردم ز پلک شقہ پوش
شقہ گری از پلک آموختہ — وز مژہ قند ز بکراں دوختہ
موے بہم کردہ مژہ دادِ تاب — دام ز مو بافتہ از بہرِ خواب
فتنۂ چشم آمدہ زاں مو بدام — تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام
ہمچو فلک پُر ز ستارہ جہاں — ہمچو زمیں پُر ز چراغ آسماں

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلہا
کہ ہمہ کارگزارِ فلک اند از دَوراں

میرِ منازل[۱] ہمہ نزدیک و دور — منزلتے دادہ فلک را ز نور
قرنِ حمل[۲] کردہ قراں یکدگر — وز حدِ شرطین برآوردہ سر
بستہ حمل حملِ بناف بُطین[۳] — زادہ سہ سیارہ بہ تثلیثِ عین

---

۱ میرِ منازل - ماہ ۱۲ ۲ قرن بمعنی شاخ و حمل بُرج جدی کہ بصورت برۂ گوسپندست شرطین بضم شین نام منزل اوّل ماہ و آں و ستارہ اند از برج حمل و بجاے دو شاخ آں واقع شدہ اند ۱۲
۳ بطین بضم با نام منزل دوم ماہ کہ دریں مدت ماہ در شکم بُرج حمل می باشد و بطین سہ ستارہ اند باریک بشکل مثلث بدوریں شکل ۱۲ ۵ ۵

ثور گرفته ز ثریا نثار — کوهه کوهان ز گهر زیر بار
ساخته ثور از دبران[۱] چشم خویش — کحل جواهر فلک آورد پیش
هفعه[۲] سه سیارهٔ روشن بدو — گشته مثلث چو سه نقطه ثور
هنعه[۳] دو آتش که بیکجا نمود — داغ وی از گردن جوزا نمود
بس که دراع[۴] اطلس گردون نوشت — پردهٔ اطلس همه پیمون گشت
نثره[۵] چو ابری شده گوهر فزای — چار گهر ریخته بر پنج پای
طرفه[۶] بیک طرف دو چشمش پدید — دیده چنین طرفه بچشمی ندید
قلب فلک در طلب جبهه بود — جبهه بقلب آمد و بهجت فزود
زهره[۷] ز بر دست شده چون اسد — بر اسد کرده ز آهن جسد
مهرهٔ صرفه[۸] بدم شیر گم — مهره بسر باشد و او را بدم

---

۱ دبران بفتح دال نیز نام منزل ماه است و آن پنج ستاره اند در ثور یعنی فلک برای (دبران) چشم ثور کحل جواهر آورد تا که چشم او روشن شود ۱۲

۲ هقعه سه سیارهٔ روشن در برج جوزا ۱۲ ۳ هنعه بفتحتین نیز نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر گردن جوزا ۱۲

۴ دراع گز مراد ماه است یعنی ماه اطلس گردون را در نوشت ۱۲

۵ نثره نام منزل قمر و آن چار ستاره اند در برج سرطان ۱۲

۶ طرفه بالفتح نام منزل قمر و آن دو ستاره اند در یک طرف یعنی این طرفه تراست که طرفهٔ دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

۷ زهره اتراشهٔ آهن و آن ستاره ایست در برج اسد که جسد اسد را مثل آهن مضبوط کرد ۱۲

۸ صرفه نیز ستاره ایست بر دم اسد یعنی این عجب ست که مهره بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

پنج گہر یافتہ عوا[۱] بزیر — پنجۂ شیر آمدہ بر رانِ شیر

رمح[۲] سماک از حدِ تیر آمدہ — رفت بمیزان و ترازو شدہ

غفرہ[۳] چو سطرے کژ و رو سہ حرف — راستی اندر خط میزانش صرف

شکل زبانا[۴] بچینان دو اوری — بر سر عقرب بزبان آوری

عقرب از اکلیل[۵] سہ گوہر بہ پیش — بر سہ گہر سفتہ بیک زخم نیش

روے چو بکشاد مہ مہر جوے — قلب شدہ عقرب[۶] و پوشیدہ روے

شولہ[۷] شدہ بر سرِ عقرب چو خار — دادہ دوگاں شعلۂ آتش شرار

شکل نعایم[۸] چو سریری بجاے — کژ شدہ بار استیِ ہشت پاے

---

۱ عوا سگِ عوعو کنندہ و نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر ران شیر یعنی ایں عجب ست کہ پنجۂ شیر بر رانِ او آمد ۱۲

۲ رمح نیزہ و سماک بالکسر نام منزل چہاردہم ماہ و آں یک ستارہ است و سماک دو نوع ست۔ یکے رامح یعنی نیزہ دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح۔ میزان یعنی ترازو و نام بُرج۔ یعنی سماک از حد مسافت عطارد آمدہ بہ بُرجِ میزان مقابل شد زیرا کہ ترازو شدن یعنی مقابل شدن ست ۱۲

۳ غفرہ نام منزلِ قمر و آں سہ ستارہ کژ و اقع شدہ کہ آں را سہ حرف گفتہ یعنی در بُرجِ میزان آمد راست شدند ۱۲

۴ زبانا بالضم نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند بر سر عقرب ۱۲

۵ اکلیل نام منزل قمر و آں سہ ستارہ اند در بُرجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سہ گوہر السفت ۱۲

۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماہ از دیدنِ عقربِ منحوس روے خود پوشید ۱۲

۷ شولہ دم کژدم و نام منزل قمر و آں یک ستارہ است بر سر عقرب و دوگاں دو چند یعنی عقرب نیش خود را دو چند ظاہر کرد ۱۲

۸ نعایم بالفتح نام منزل قمر در بُرجِ توس و آں بشکلِ تختِ ہشت پایہ واقع شدہ است یعنی نعایم (شتر مرغ) با وصفِ راستیِ ہشت پا کژ گردید ۱۲

بلده چناں از نظر آنجا نہی — ہست دہے لیک ز مردم تہی
سعد شدہ ذابحِ بُزد رہناں — از پئے آرایشِ خوانِ جہاں
سعدِ بلع[۵۱] در شکمِ بزد روں — رفتہ و آوردہ دو بچہ بروں
سعدِ سعود از دو طرف در فشاں — با اثر سعد ز تثلیث شاں
اخبیہ[۵۲] با چار حریفِ درشت — دلو کشاں گشت ز بالائے پشت
کردہ مقدم ز قدم پیش و پس — آب کشِ دلو شدہ از ہوس
دستِ موخر سوے ماہی دراز — در دلِ ماہی شدہ تا خیر ساز
کردہ رشا[۵۳] رشتۂ پیچاں بدست — در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جد — نور مشرف بقرانِ دو سعد
ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم — ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم
برجِ دو پیکر ز دو رو پر ز نور — دیدۂ اختر ز درش ماندہ دور
شاہِ کواکب شدہ کرسی نشے — کرسی او کرد فلک پنج پاے

---

۵۱ سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲
۵۲ اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و سختی آنہا باعتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲
۵۳ رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است قبکل رسنِ دلو ۱۲

گشته عطارد بامید جاے گیر — شه زده گوئی بدلِ شیر تیر
شیر چو پهلوے عطارد بخست — سنبله در سوگ میانرا ببست
راس[۱] چو مریخ ترازو بچنگ — هردو برابر شده در وزنِ سنگ
عقرب دم دار شده قلب دار — کرده هم از کوکبهٔ خود کنار
مشتری از خانهٔ خود بے خبر — قوس تهی تیر بجاے دگر
بزکه شدش هندوے گردون شتاب — رفته شتاب از سرِ آن بے زباں
دلو شده در ته دریا نشست — کاب کشاں زو همه شب متدست
کرده زحل در دلِ ماهی مقام — طرفه که ماهیش به بسته بدام
تیره شبی دُمهٔ گردون بخواب — ماهِ زمین منتظرِ آفتاب
تا کیش آن اختر عالم فروز — روے نماید که شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید — بانگِ دهل دم بهوا بر کشید
کاسه بروں زد شغبے کان دروست — گفت سخن کوس فلک را بپوست
ناگهی از دور در آبِ رواں — مشعلها شد چو کواکب عیاں
پرتو شاں نادرهٔ خوش نمود — کآب پر از شعلهٔ آتش نمود
عدلِ شه این تعبیه انگیخته — کآتش و آبے بهم آمیخته
دهر بنوعی فلک افروز شد — کاستر شب او رگئی روز شد

---

[۱] راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هردو در برج میزان بودند ۱۲

گشت چنان ظلمت شب کم فراغ — کش اثرِ دود نماند از چراغ
دیدهٔ سیارہ ز نورے کہ زاد — دادہ ہمہ سرمهٔ شب را بباد
روشنیِ گشت بعالم پدید — کاولِ شب صبحِ دوم در دمید
مشعلها هر چه درآمد به بیش — نورِ جهان گشت ز اندازه بیش
تا بچنین کوکبه آن آفتاب — نوردهِ خاک شد از برجِ آب
ریختنیها ز دو سو شد بکار — بسته شد از بارِ گهر جاے بار
ریزشِ زر کز زمیں آمیختند — خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند
آنکه همی چید بدامن گهر — دامنِ پُر چید ز لولوے تر
خلق سر از چیدن زر خم نکرد — سر چه کند خم که نظر هم نکرد
بسکه دُر و لعل بخواری نشست — کس بچناں آب نیالود دست
نورِ دو خورشید شده همقراں — انجمن انجم فگن از هر کراں
هر دو بیک تن چو دو پیکر شدند — بر فلکِ تخت چو مه بر شدند
گشت ببرجے دو قمر جاے گیر — گشت مزیّن بدو سلطان سریر
برج شرف کرده دو اختر یکے — سلک نسب کرد دو گوهر یکے
ملک بیک تخت دو دارا نمود — دهر بیک آب دو دریا نمود
روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت — چشمِ جهاں نورِ دو خورشید یافت
خاتمِ جم را دو نگیں دست داد — افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند — نوبتِ اقبال دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر — گشت یکے قصرِ شہاں را دو در

مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود — آینهٔ ملک دو صورت نمود

نور یکے داد دو لوحِ جبیں — لمعه یکے زاد دو نورِ یقیں

سایه یکے کرد دو فرِ همای — پایه یکے ساخت دو کشور کشای

شاخ بهم سود دو سروِ جواں — موج بهم داد دو آبِ رواں

گشت یکے باغ و فارا دو جوے — گشت یکے تیغ صفارا دو روے

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جهاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بدو ماهِ تمام — بزم یکے شد بدو دورِ مدام

گشت یکے غم زدو دل خاسته — گشت بیک جان و تن آراسته

بود دو سر آمده هر دو ببار — سر دو بدیپایش ایشاں چهار

صف زده از هر دو طرف صفدراں — انجمنے ساخته نیک اختراں

بر همه در رشتهٔ طاعت قطار — راست چو در رشته دُرِ شاهوار

سر بزمیں خانِ حظامی نهاد — خانِ مغل کاسه کجا می نهاد

بود گهِ سجده بروں از شمار — نقشِ بساط و رخِ مردم یکے

فرشِ زمیں داد ز صورت نشاں — از چه ز نقشِ رخِ گردنکشاں

زاں سرانبوہ کہ در گل نشست — کاسہ بہم خورد و سراسر شکست

گِردشدہ خاصگیاں ہر طرف — وزدو قمر یافتہ پروین شرف

گاہ نشستہ بمقامِ نشاط — گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط

جملہ کُلہ ور شدہ کہ تا بسہ — سر زکُلہ گشتہ سزاوارِ زہ

جبہتِ شاں از کلۂ بے بہا — گشت دُرافشاں چو مہ از ابرہا

از کُلہِ لعل و سپید و سیاہ — گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ

نقشِ قباہائے زخز آب گوں — موج بروں دادہ دُر دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر — تا بہ کمر غرق شدہ در گہر

قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست — تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت — خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلابِ نشاط — شستہ شد از وی ہمہ وی بساط

بوئے گلاب از تنہ و آستیں — کرد زگل جامۂ گل راستیں

عودِ قماری کہ ہمی داد دود — غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

عود ہمی سوخت چو عنبر مداغ — مشک ہمی گشت بگردِ دماغ

بس کہ شد آلودۂ عنبر زمیں — گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہائے زر — میوہ زہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود — خستگے داشت شکستی نمود

شد بطبق پستۂ شکّر شکن — بہرِ زمیں بوس لبِ لب دہن
چربیِ چلغوزہ از انجا کہ اوست — چرب زباں بود و لے زیرِ پوست
سرخیِ ما بود ز عنّاب کم[1] — سرخیِ خود کرد فزوں دمبدم
سایگی از پرتوِ مجلس بتاب — سایہ ہمی جُست در آں آفتاب
ہیچ کسے آب ز آبے نخورد — سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد
قہقہۂ بے ادباں کردہ نار — شد ہمہ دندانش بدامن نثار
بود ہم از میوۂ ہندی بسے — کاں مزہ را نام نداند کسے
موز کہ ہمسایگیِ بہی نمود — بہ بتری بود اگر بہ بنود
نقل ازیں گونہ دل آساؤ نغز — بادہ کزو پرورش آید بمغز

صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخۂ آبِ حیواں

مے کہ عرق از تنِ مژاں کشید — گوہرِ ہر مرد شد از وے پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ — کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
بس کہ ز ہر کف گہر انگیز گشت — معبرش از معبرِ دریا گذشت
تند کمیتے کہ بہنگامِ جوش — کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سُرخی بہی ۱۲

از سر جوشش همه گنبد نمود — گرچه که میدانِ وے از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست — آمده بر شیشهٔ مسکیں شکست
مے که از و صد هنر انگیخته — موے بمویش بهنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں — ساخته از لعلِ مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیرپاے — زانش دمید آبله[۵] سر تا بپاے
نام حرام ار چه بروشد دُبال — هر چه نمک خورد مداں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز — حرمتِ او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه — حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرم دخترِ زر
شیشه خانه است ببالاے سرِ شهرِ وشنداں

سینهٔ قرابه برآورد و شور — واز خس خم چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون دُرّ دروں — دُرّ ز درون داشته خس از برُوں
هر که گذر کرد گهی در رهش — غرقه شد از آب بزیر کمش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت — هم زمی و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب نمی و گشت مست — ریخته از سینه بروں هر چه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر — طرفه که در زیر قبایش کمر

---

۵ از آبله مراد حباب هاے شراب ۱۲

رنگ خضر داده ز سبزی برش — نایزه چشمهٔ حیوان سرش
می طلبی روی بخدمت نهد — هم بکند خدمت و هم می دهد
خونِ دلش گرچه بساغر خوری — هم نکشد سر ز تواضع گری
لعل که در سنگ دروں آمده — حل شده زاں شیشه بروں آمده
سنگ بسے هست که یاقوت داد — شیشه که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی که گر آں نازک را
در گلو دست زنی خونش برآید ز دهاں

بس که صراحیِ حلب گشت صاف — بادِ درو دیده شد اندر طواف
گوئی ازاو صافِ صفاش ازبروں — باده برونست و صراحی دروں
حاملهٔ و جز خلف از وے نزاد — گرچه پسش حمل کند بر فساد
کرده درو دائره دورِ شراب — خیمهٔ آں دائره گشته حباب
در شکمِ او کفِ صافی گهر — از هوسِ باده شده شیشه گر

سخن از وصف پیاله که زبس جنبشِ خوں
خونِ قرّا به سوی اوست همه وقت کشاں

شکل پیاله چو فلک گاهِ دور — زو همه بر مردم هشیار جور

گشت لبالب زمئ جان شکر — کرد حدیث از لبِ جوئے شکر
جاں بلبش تا نرسید از طلب — بر لبِ جاناں نرسانید لب
نوشِ لبش زاں مئ نوشیں کہ خورد — نوش لباں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد — تا نشکیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ — وآب بمے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ در و از صفا — ہست معلّق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ شہش زیر دست — رفت ز بُرستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ در خورد خویش — کردہ بہ پیشش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را بیک آمد شدِ خود بیش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب — برد بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بجنم آویختہ جعدِ ترش — یک خم و صد برشکناں بر شکر
نرگسِ نازندۂ او نیم باز — نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت — لیک گہی فتنۂ چشمش نخفت
عکسِ چناں نرگسِ مستِ خراب — ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گرد رے — خاستہ زو بر تنِ خورشید موے

مست رود چوں بسوی می پرست — عقل شود شیفتہ بیچارہ مست
ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد — بہ ہشیش ببیند و برتر دہد
مے دہد و خوں خورد از دل تمام — جرعۂ باقی نگذارد بجام
ور نشود مست حریف از شراب — رو بنماید کہ بیفتد خراب
مست در و بیند و او سوے می — او شدہ مست از می و مستان روے
بسکہ ہمہ جور بود دورِ او — ہر کہ بود خوں خورد از جورِ او
از کفِ او دور ما دم خوش ست — ور بمثل جور بود ہم خوش ست
چوں بدہد بادہ و گوید کہ نوش — مست بروز دگر آید بہوش
ساقی ازیں ساں و حریفانِ نغز — در شدہ آوازِ ترنم بمغز
حاصل ازیں مجلس فردوس وش — شاہ خوش و بادہ کشاں نیز خوش
صفِ حریفاں زدہ جانب قطار — ہر یک از ایشاں ملکے نامدار
جامِ مے آنرا کہ بلب باز خورد — بستد و چوں جرعہ زمیں بوس کرد
کرد سوے تخت بحرمت نگاہ — خورد بیادِ رخ میمونِ شاہ
بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا — باز رسانیدہ سخن بر سما
روزنِ ہر گوش پُر از بانگِ رود — گنبدِ سر بر ز صدائے سرود
مرد بیک رو ہمہ سازے بدست — ساختہ تا مجلسیاں گشتہ مست
زن ز دگر سوے بریشم زنے — رشتۂ جاں ریشۂ ہر دامنے

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ یکسار قشر
موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ — موے بمویش بہنر ساختہ
یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ — سی شب و سی روز در آمیختہ
نیم کمانے و زہش ہست چار — زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار
کشتیِ کاغذ برو بحرش گذر — کاغذِ او ناشدہ از رود تر
رشتہ کہ در گردنِ خود آورید — گردنِ او را شدہ حبل الورید
شیخِ عبا پوش بہ بزمِ شراب — پیرِ دلے ساختہ بہرِ شباب
گرچہ معشوق کشندش ببر — ہم دہد از نالۂ عشّاق اثر
بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں — رگ بزنی خونش نیاید بروں
زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی — لیک شکم تا بتہیگہ تہی
پردہ ز ابریشم و از موطناب — گاہ بریشم گرو گہ موی تاب
صد فنِ باریک چو مو بافتہ — زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ
ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں — ہست ز باریکی علمے نشاں
ہست لباسش ز بریشم مقیم — ہم نکشد پاے بروں از گلیم

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

کہ دراں کاسۂ خالی ست نغم چندا لواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نوازِ — بردہ دل از مردم و جاں دادہ باز
نبض بگیرندش و رنجورِ نے — پردہ بہ بندندش و مستورِ نے
زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت — حلق نہ کاواز خراشیدہ گشت
روے ورق ساختہ مسطر زرود — گرچہ نگنجد بکتابت سرود
زخمہ زناں گشتہ زہر فغاں — خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں
او چو زدہ راہِ حریفاں بسے — زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے
راہ زدن چوں ہمہ سازش بود — چوں زنیش زخمہ نوازش بود
گرچہ کہ دہ جاے گرفتش کنند — خود غلط افتند و رالبسگنند
چوں بہ بلندی کشد آواز او — پرّ ن در زہرہ شود سازِ او
در کند آوازِ حزیں بے خروش — نشنود آوازِ خود ار ہست گوش
کاسہ تہی و زنغمِ بیشِ او — دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او
بستہ چو خرچوب بزریں رسن — طرفہ کہ خر گنگ و رسن در سخن
خر شود از خوردنِ نشتر دواں — طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

معنی تهی کرد معلم مثال — طفل صفت ساخته با گو شمال
طفلِ بریشم گرو تارش چهار — پرده دوشش ساخته زان چار تا

صفتِ نای که هر لحظه زدم دادنِ او
کلهٔ مطربِ پرباد شود چون انبان

نای دهن بسته و بسیار گوی — نای مگو گوش بفسون مار گوی
مارِ سیه کرده بسوراخ ره — ماریکے بینی و سوراخ ده
مارِ شکر خواره و افسون پذیر — گشت بدستِ دگران پاره گیر
گاه بصورت شده زنگی سلب — گاه بمعنی شده زنگی طرب
طرفه سیاهی ز عراق آمده — سوختهٔ درد فراق آمده
نیست دهن تات نگوئی سخن — نیست سخن تات نبندی دهن
سر فرگند پیش تو گر دم زنی — دم نزند تا سر او نشکنی
چون هوس آید بسر و در ترش — دور کند هر چه بود در سرش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز — سر ز تنش کنده و پیوسته باز
گاهِ سخن گشته سراسر زبان — بهر نوا[1] بوده لبالب دهان
باز کند لب چو زبان آورے — لیک زبانش بلب دیگرے

---

[1] بمعنی آواز ۱۲

کردہ بہر دستے از آواز تر — زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں — تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب ازاں دم کہ دمادم بداد — دمبدم اندر سرش افتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کوبد پائے صحن کرد داشتہ و کوبشِ پابیں بچہ پساں

دائرۂ دف کہ حصارے زچوب — صحنِ وے از پنج عروسک[1] بکوب
زہرہ ز دورش بسرود آمدہ — چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے — چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
بر زبرِ دست گرفتہ نشست — گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دہاں — نغز سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت — آں ہمہ در پردہ و در پوست گفت
گشتہ دو رو لیک چو بر روی خود — دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم — گفتش ازیں روی و ازاں روی ہم
بر کفِ مطرب ز اصولِ لطیف — گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ زنمی لرزہ کند پوستش — کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[1] یعنی پنج انگشت ۱۲

گاه زخشکی چو شود گرم تاب　　تر دهد آواز نخواهد جز آب

صفتِ پرده و آں پرده شناسانِ شگرف

کہ بہر دست نمایند ہزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج　　پردہ برابر ریشمِ باریک رنج

تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ　　جاں زرگِ چنگ برانداختہ

ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ　　مرغ ولے چنگلِ بازش بچنگ

آں شدہ کنجشک بگاہ نوا　　مرغ درآوردہِ زروے ہوا

گاہ ترنّم بنوائے کہ خواست　　جانب چپ بردہ شد از راہِ راست

گہ بحسینی طرفے رود زن　　پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن

گہ زنوازن کہ نوازندہ گشت　　جانِ جہانے بنوازندہ گشت

گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۵۱]　　دل شدہ چوں درِ بریشم سلیک

گہ غلط[۵۲] انداز ہنرمندرا　　تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۵۳] را

گاہ بہ نغماتِ تراندودہ گاہ　　یافتہ درعرصۂ باخز زراہ

گاہ ببر چنگ چو معشوق تنگ　　درزدہ در پردۂ عشّاق چنگ

---

۵۱ بوسلیک نام پردۂ موسیقی وسلیک بمعنی روندہ ۱۲

۵۲ درفریب دادن ۱۲　　۵۳ نام سرود ۱۲

گه چو دلِ سوختگانِ فراق — نای فغاں کرده براهِ عراق
گه ز مخالف که نوازنده ساخت — دوست بگشتا رچه مخالف نواخت
گاه فروغِ دمِ نائی بکام — داده بفرغانه فراغِ تمام
بر دلِ عاشق که بگشتن سزاست — راست چو تیر آمده تیزیِ راست
نیزه زنِ چنگِ تهمتن مثال — رخش دواں کرد بزابل حوالی
بستگیِ بربطِ مشکل کشاے — جاے کشاده زپیِ بستِ پاے
نغمه چو در زیر و بم آهنگ برد — زیر کشید و بحسینی سپرد
زمزمهٔ سازگری در عراق — کرده بآهنگِ عراق اتفاق
سازگری را همه خواهاں شده — نغمهٔ او تا بسپاهاں شده
عقل مسافر شده زین کارگاه — تیزی باخر زکناں قطع راه
گشته ازاں قول که قوّال راست — گفت گهی راست گهی نیم راست
زخمهٔ زنگانه زبم تا بزیر — گشته زبے جاے گهے در نفیر
پیش چناں منطقِ طیر از قبول — فاخته در باغ نسازد اصول
بزم چو زینگونه شد از نای و نوش — واز شغبِ چنگ شد آسوده گوش
خاست دو مجلس بدو شه یکسره — دور زده میمنه و میسره
هر دو طرف ساقیِ برپاے خاست — داد مے از دستِ چپ و دستِ راست
دورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید — نوبتِ دوخورشید بکیواں رسید

دورِ قمر رفت فلک را ز سر — کز دو قمر یافت دو دورِ قمر
در سرِ شاں ساقیِ دوراں زدود — خواند هنیاً بشرابٍ طهور
هر چه تهی گشت زمی جامِ پر — باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تهی آید بشاه — دامنِ پر باز خر آمد براه
چون اثرِ باده در آمد بمغز — طبع کشاں شد بغذاهائے نغز

صفتِ مائدهٔ خاص که از خوانِ بهشت چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آں

گرم ترین کارگزارانِ خواں — مایده کردند ز مطبخ رواں
خوانچهٔ آراسته بیش از هزار — بر همه الوانِ نعم کرده بار
بانگِ درآورد که زاخر گزشت — بلک زنه خوانچه صلا بر گزشت
گشت علم از خورشِ ارجمند — خوانچه ازاں ساخت سپایه بلند
صد قدح از شیرهٔ آبِ نبات — در مزه همشیرهٔ آبِ حیات
کرد گزر سوئے حریفاں نخست — کامِ می آلوده ز جلابِ شست
شربتِ لبگیر کزاں آب خورد — جانِ گسسته بتواں وصل کرد
از پسِ آں دور در آمد بخواں — دائرهٔ مهر شده دورناں
نانِ تنک صاف براں گونه بود — کز تنکی رو بدگر سو نمود

نان نگویم که قرصِ خورست — عیسیٰ اگر خوان بکشد درخورست
نان تنوری زطرب قبلبست — زانک بخوانِ شہِ عالم نشست
کاک[1] دراں مرتبہ روترش کرد — لاجرمش روئے چناں ماندہ زرد
دید فلک گرمیِ ہر قرصِ نور — قرصۂ خورگرم زخوان کردہ دور
ماہ بکاہید کہ خود را بخواں — دید یکے قرص و دو سہ ریزہ ناں
یافتہ سنبوسہ زتثلیث اثر — بزّہ بریاں شرف از قرصِ خور
خواند زبانِ برہ پہلوئے بز — بر سر پولاؤ کہ منی اُرز
پہلوئے مسلوخ ہلالی کشاد — طرفہ کہ سی غرہ بیک سلخ زاد
چرب دمِ دنبہ دو من بیکسرہ (استخواں) — چرب تر از دنبکِ آہو برہ
خندہ بروں داد سرِ گوسپند — ہم بجوانی شدہ دنداں بلند
دنبۂ کوہی کہ بہر خوانچہ بر — دہ مہ رفتہ و دو قرنش بسر
صد نعم از ہر نمطے دیگ پز — مردم ازاں لب گزد انگشت مز
پختہ بسے مرغ بہر گونہ طرز — از وَلَج[2] و تیہو و دراج و چرز
صحنک حلوا ہمہ شکّر سرشت — چاشنیش از طبقاتِ بہشت
تخمۂ صابونیِ شکّر نوید — راست چو جامہ بسفیدی سفید
دادہ بسے طیب معنبر براں — خوردۂ کافور تر و زعفراں

---

[1] کاک نانیکہ اورا از خمیر ترش سازند [2] وَلَج سلویٰ (بیڑہ)

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ — ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرۂ خود برد چو کام از خورش — یافت لذت دل و جاں پرورش
چند سرانی بمیاں ایستاد — وز پئے ہر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد — صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں زمیاں رخت برد — نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق
بہ از آں نیست نباتی بہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ بست — چوں گلِ صد برگ بیامد بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں — خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز — صورت و معنی بصفت ہر دو تیز
تیزی از و یافتہ گوشِ دگر — داد بہر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جزام — قولِ نبی رفتہ[1] علیہ السلام
پُر رگ و در رگ نہ نشانی ز خوں — لیک ہم از رگ دودش خونِ دل
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن — خونش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الہند شجرۃ ورقہا کاذن الفرس من اکلا امن للجذام والبرص یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ ست ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند — سستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گر سنہ زردم شود — گرسنہ را گر سنگی کم شود
کس نخورد خوردہ دندانِ کس — وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از درِ تعظیم فتادہ بہ بند — صد درِ تعظیم کشادہ بلند
سُرخیِ رویش زسہ خد متگرش — چونہ وفوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ باایں سہ شریکش بہ پیش — مرتبہ ونام ہموں راست بیش
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش — کہنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو — لیک زززدیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ — زود شود خشک چو اُفتد زشاخ
برگ عجب بیں کہ گسستہ زبر — وزپسِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و پا لگاہ — ہم بگدا محترم وہم بشاہ
شاہ چوزیں تحفہ تہی کرد لب — باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص برآمد بترنم زناں — زمزمہ برخاست زمطرب زناں

صفتِ نغمہ گریہائے زنانِ مطرب
کہ بسے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری — انجمنی پر زمہ و مشتری

غمزہ زنانی ہمہ مردم فریب — سیب زنخ خال زنخ تخم سیب
چاہِ زنخ روشن و صافی چو ماہ — روئے نمائشتہ چو آبی بچاہ
پردہ برانداختہ چوں آفتاب — کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روئے چو خورشید برافروختہ — جانِ کساں زآتش خود سوختہ
از رُخ شاں کامدہ مقنع فرود — رفتہ بچہ ماہ مقنع[1] فرود
زابروئے خم لشت کماں ساختہ — تیرِ مژہ نیم کش انداختہ
ناوکِ شاں چوں شدہ بیروں زکیش — دیدہ سپر کردہ سیاہی خویش
بستہ بلا در[2] ہمہ درشن بلا — دادہ بہ بیہوشے عالم صلا
رشتہ دربستہ بروازدو سوی — چوں قطرات عرق از گردروی
سی مہ یکروزہ فگندہ بگوش — حلقہ بگوش یک مہ سی روزہ گوش
خوبی شاں بسکہ یکے صد شدہ — حلقہ بگوش رُخ خود خود شدہ
از کفِ خود آئینہ بنہادہ پیش — دیدہ رُخِ خود بکفِ دستِ خویش
موئے میانِ سرشاں فرق جوئے — شکل ہلال آمدہ بہ فرق موئے
جعد کہ پیچیدہ بپا در خرام — ماہیِ ساق آمدہ در پائے دام
برزمیں افگندہ چو گیسوئے خویش — رفتہ رہ خویش ہم از موئے خویش

---

[1] مقنع مکیم نخشبی کہ زضعف خود از چاہ نخشت ماہ برآوردہ بود [2] بلا دراروئے از سمیات است
کہ آنرا بہندی بھلاوہ گویند و نام زیور لیست کہ زناں بر سر بندند ۱۲

قامتِ شاں سرو و لے رستیں — پر زگل از ساعدشاں آستیں
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش — صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش
سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش — ہر نفس از تیزیِ آواز خویش
قامتِ شاں بود بپا کوفتن — گیسوئے مشکیں بزمیں روفتن
رقص کناں چوں بزمیں پا زدند — در حق ناہید لگدہا زدند
از روش جنبشِ دستانِ شاں — مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں
ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود — مست نہ از مے کہ ز دیدار بود
دور چو دوراں خوشی تازہ کرد — راہ تکلف سوئے دروان کرد
ہر کس از انجا کہ مزاج می ست — داد بروں ہر چہ مزاج وی ست
ایں لسخن سلک گہر کردہ صنم — او سخنِ خویش بروں داد ہم
چرب زباناں شدہ شکر دہن — چرب زباں گشتہ ز مغزِ سخن
رمز بہر حیلہ نمی گشت حل — بلک ہمی کرد حکایت بدل
وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ کش — وقتِ دو شاہ از خوشیِ وقت خوش
گفت زخاصاں بیکے شاہِ شرق — تارود از آب گذار اچو برق
آورد و پیش کشد از اختصاص — تختِ زر و تاج زر و پیل خاص
رفتہ شتابندہ با ورنگ گاہ — کرد دراں جملہ بفرمانِ شاہ
انچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد — در نفسے حاضر درگاہ کرد

صفتِ تاجِ مکلّل کہ پسر یافت ز شاہ
آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں

تاجِ مکلّل بدُر از ہر طرف — یافتہ ماہی ز ثریا شرف
جفت ندیدہ دُر ناسفتِ او — مہرۂ پیشانیِ شہ جفت او
گوہرش از شاہ شدہ سربلند — بلک ز شہ یافتہ گوہر بلند
فرق نشینِ شہِ والا شدہ — موج گہر بر سرِ دریا شدہ
ہر دُر و گوہر کہ براہ افگند — خود دہد و بر سرِ شاہ افگند
نیست سرش کو بدوم سر رود — یک سر ازاں بر سرِ شہ بر رود
بس کہ فشاندہ بسر شہ گہر — رشتۂ گوہر شدہ ہر موئے سر
سر شدہ بر فرقِ بلندِ افسراں — وآمدہ بر سرِ زہمہ سروراں
او سرِ شہ را گہر آرائے کرد — شہ بتبرّک بسرش جائے کرد
چوں ز سرِ شاہِ جہاں برگزشت — گرد جہاں رفت از و سر گزشت
شاہ بدولت بگہر باریش — تخت ستد تاج بسر باریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود
واز شہِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

تخت نگویم کہ سپہرِ بلند — ہفت سریر از شرفش بہرہ مند

بہرِ سرِ تاجوراں تکیہ گاہ — تکیہ بدو کردہ سرانِ سپاہ

اوج مکاں یافتہ زامکانِ ملک — چار طرف گردوی ارکانِ ملک

بازوے او دستگہِ شہریار — مملکت از دستگہش پائدار

پانکند عرش بہ پیشش فراز — گر ہمہ تا عرش کند پا دراز

ساختہ از چوب و گرفتہ بزر — چوب دلے یافتہ پالیش زسر

پاش چہار و نکند رائے گشت — کز لتِ ہر شاہ شکر پائے گشت

کردہ جہاں را بسکونت خدم — ثابتِ مطلق بہ ثباتِ قدم

صد قدم آید جم و خاقاں بہ پیش — او نرود یک قدم از جائے خویش

شستہ مربع بہ بساطِ زمیں — بر سرِ او شہ شدہ زانو نشیں

پایۂ او شاہ بجائے کشید — کوہم از انجائے بجائے رسید

منزلتِ ملک چو جا بیش داد — خویشتن از کبر بجائے نہاد

پیشِ شکوہی کہ شہنشاہ راست — کیست جز از وے کہ نہد پائے راست

صفتِ پیل کہ شہ داد بفرزندِ عزیز کہ شد از جنبش او کوہ چو دریا لرزاں

پیل چو کوہے کہ بود بے سکوں — چار ستوں زیرِ کہ بے ستوں

واں جُلِ زرنیش بفرو شکوه — سایه همی کرد ببالائے کوه
سود بگردوں سر شنگرف سائے — رنگ شفق زو شده شنگرف زائے
پیچش خرطوم بسانِ کمند — از درے اُفتاده زکوهِ بلند
از درِ آں کوه شده پاپیچ — مار ازو یافته در غار پیچ
در زمیں آنجا که سر افراخته — مار ز سر غار ز پا ساخته
گر بدلِ غار بود جائے مار — ز و بدلِ مار شده جائے غار
در دُم اورا بهوا خم فتد — باز بنش سلسله باهم فتد
(ذنب ستاره ۱۲)
بر شده بالا د و سوارش بلند — چوں دو پیاده به پسِ پیل بند
در تهِ پا کوهِ زمیں سائے او — پایهٔ کوهے بصفت پائے او
زاں سپر انگیز پئے سهمناک — در تهِ پایش سپری گشته خاک
شاه ز بندی که بپایش فگند — مات شده صد شه ازاں پیل بند
گر بمثل[1] پائے برآرد ز جائے — سلسله فریاد برآرد ز پائے
کشتی عاج ست تو گوئی رواں — گشته د و گوشش زد و سو بادباں
کشتی و د رمعبرِ ملکش گزر — لنگر کشتی شده صندوقِ زر
گوش که با چشم همی کرد لاغ — مروحهٔ بود به پیشِ چراغ
طرفه که آں مروحه ز آسیبِ باد — هیچ گزندی بچراغش نداد

---

[1] و در نسخهٔ دیگر بجائے مثل پیل بفتح سین بمعنی ناخن نوشته و ایں لفظ ثقیل است و توجه او بعید ۱۲

رویے چو در حملہ نہد گاہِ کیں
زآدمیاں حاملہ گردد زمیں

برکشد از تارکِ بدخواہ مغز
وز بنِ دنداں کند ایں کار نغز

در صفِ کیں کردہ بدنداں ستیز
خونِ عدو خوردہ بدندانِ تیز

خصمِ ترش را کہ بدنداں درید
زاں ترشی کندیِ دنداں ندید

گاہِ زیکیں کز سرِ دندانش جست
شیرِ فلک را زدو در هم شکست

چوں جرسش در روش آواز داد
گنبدِ گردندہ صدا باز داد

ور بفغاں برکشد آوا بلند
گوشِ فلک نشنود الا بلند

بانگِ بلندش زدہ بار عدکوس
ابرِ بلندش بقدم داد بوس

خوردہ زخم خانۂ دولت شراب
مست شدہ کردہ جہانی خراب

از می شبلس کہ رخش یافت رنگ
کرد فراموش خورشای بنگ

تازمیِ مجلسِ شہ مژدہ یافت
بنگ رہا کرد و بمجلس شتافت

الغرض آں پیل و ہماں تاج و تخت
کاں نرسد جز بخداوندِ بخت

دید شہنشہ چو مہیّا بہ پیش
روے کرم کرد بدلبندِ خویش

گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاہ
بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ

تا چو صلاحی بمیاں رہ برد
ہدیۂ ایں صلح ہمیں درخورد

نیست مرا بہتر ازیں ہیچ چیز
تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

ہدیۂ من جملہ زمن در پذیر
خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

شاه بنظارهٔ ایں هر سه جنس — ماند عجب بلکه همه جن و انس
صنعت لکهنوتی ازاں تخت و تاج — داد بزرگر همه چیں را خراج
پیل کسے خود چه تواند ستود — کس بصفت نیز چناں کم شنود
هست سه چیز آنکه چو آرند پیش — پیش کشد دل چو ببینند پیش
بوزنهٔ و طفل سخن گو و پیل — دیده ام ایں را بتجارب دلیل
هست خود ایں وصف بپیل اخص — خاص به پیلے که تواں پیل گفت
کس نشنودن کند ایں وصف را — من که بدیدم به ازیں شنراست
از پدر ایں جمله شه نیکنام — گشت پذیرنده بپیل تمام
هم بزمان تخت همان نقش بست — تاج همان بر سر سلطاں گرشت
تاجوراں بر سر آں تختِ زر — هر دو نشستند کمر با کمر
باز دو گنجینه گره کرده باز — گه سخن از رمز و گه از راز
کرد پدر روے بدلبندِ خویش — کار زویم جمله برآمد به پیش
لیک دو حسرت دگرم در سرست — گر بسر آید ز تو ام درخورست
اول آنست که چتر سپید — بر سرم آید ز تو دارم امید
دومیش آں شد که کلاهِ سیاه — هم تو نهی بر سرِ صاحب کلاه
از پدرست ایں دو مرا یادگار — زو بتو آمد تو بمن واسپار
من بتوانم که بجاے سری — زیں کله و چتر کنم سروری

لیک چو تختِ پدرم جای تست — از تو بدین سکه که گردد درست
تا سرم این هر دو بزرگی بسر — هم ز پدر یابد و هم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود — سوی سر و دیده اشارت نمود
آنچه دلِ شاه ز من چشم داشت — خاصهٔ شاه است که بر من گزاشت
نیست دگر آرزویم نیز پیش — کاں بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تا جور آں وعده که از شاه یافت — حاجتِ خود را بوفا راه یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز — دولتِ سرمست بگفتش که خیز
خاست بپا تا جورِ سربلند — وعدهٔ دیدار بفرد افگند
فلکِ فلک مرتبه را پیش جست — رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانهٔ دولت شتافت — شاه بدولت شرف از خانه یافت
نوش همی کرد مے دل فروز — در شبِ دولت همه شب تا بروز
روز و شبش خوردنِ می کار باد — روزِ بد اندیش شبِ تار باد
تیغِ ظفر توز سر اندازِ رزم — عود عدو سوز طرب سازِ بزم
این غزلِ بنده که بتواں شنود — حالِ منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بکشائے لعلِ میگوں را — مست کن عاشقانِ محزوں را
رخ نمودی و جانِ من بردی — اثر ایں بود فالِ میموں را

دلِ من کشتهٔ شد بقاے تو باد — چه تواں کرد حکمِ بیچوں را
از درونم نمے روی بیروں — در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلیٰ برآید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنوں را
گریه کردم نخندهٔ بکشادی — لبِ شکر فشانِ میگوں را
بیش گشت از لبِ تو گریهٔ من — شد هر چند کم کند خوں را
هر دم الحمدی دمم برخت — گرچه خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیرد ت ماناک — خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید
رفتنِ شبه بپدر روز و شبِ نو افشاں

صبح برآورد چو چترِ سپید — بست سیاهی بسپیدی امید
کالبدِ چرخ ز زرّیں کُلاه — دوخت زهِ زر بکلاهِ سیاه
کوسِ سحر گه فلک آوازه گشت — دبدبهٔ روز ز سر تازه گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ — رفت بروں آئینهٔ چین ز زنگ
تیغ کشید اخترِ عالم فروز — لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز
ابروے مه تا بسحر چشم داشت — کش فلک از دسمه بخواهد نگاشت
چشمهٔ خورشید ز موجے کراند — ابروے مه شسته شد و دسمه ماند

شب که سفیدیش درآمد بموی — هم نشدش رنگِ سفیدی ز روی

صبح سپیده که دریں حقه بیخت — حقه نگون بود سپیده برخت

زنگیِ شب کرده سپیده بروی — خنده زنان شد فلک از چار سوی

صبح چنان زلفِ ترِ شب بتافت — کآب چکید و نمِ شب نام یافت

طرهٔ شب را چو زنم یافت تر — شانه ز سر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانه صفت افسرش — شانهٔ آواره شده بر سرش

یعنی اگر نغرهٔ بیگه زنم — تو هم ازیں ازده ببر گردنم

بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت — مرغِ سحر نغمهٔ تر در گرفت

دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد — کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب که در دیدهٔ مردم نشست — شب بمیان کرد و زمرد کم ببست

صبح بیکدم که بروں زد بلاغ — کشته شد از وے بدمے صد چراغ

شمع هم از دوریِ شب جاں ببرد — سوخته شد اول و آنگاه مرد

خلق درآمد بنماز و دعا — قامتِ خود کرد مؤذن دوتا

دانه درانداخت شب اندر خراس — قرص شد آں دانهٔ ناکرده آس

مشعلهٔ صبح که شد نوردار — ساخت یکے شعله ز چندیں شرار

از تفِ آں شعله که در تاب شد — سیمِ کواکب همه سیماب شد

صبح ز بس دم که دمادم گرفت — آتشِ خورشید بعالم گرفت

مہر چو یک نیزہ ببالا دوید — نانش ہمہ کس بسرِ نیزہ دید
ناں نتواں گفت کہ قرصِ خورست — عیسیٰ اگر خواں کشدش درخورست

صفتِ چشمۂ خورشید بدریائے سپہر کہ کُند پرتوِ او ماہِ سما را تاباں

روئے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک — گاز ز آلودگیِ آب و خاک
چشمۂ آتش نشنیدہ است کس — چشمہ براں آب ندیدہ است کس
چشمہ کہ داد آب فراواں بود — آب خورد چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق — چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریائے نور — روشن و صافی بنماید ز دور
طفلِ کہن سال و لعابش دواں — دایۂ او چرخ و لے مہرباں
قرطۂ[1] زردش کہ ز خز بافتہ — جبۂ مسکیں ہم ازاں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست — یکتن و ہر جا کہ بجویش ہست
گرچہ کنجد ز فلک تا ثرے — لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں بررود — لیک بیک رخنہ دروں دررود
عالمِ نو را و شدہ روزن دروں — بلکہ بسوراخۂ سوزن دروں

---

[1] قرطہ لباس ۱۲

آہوئے پوینده ببالاؤ زیر — خانهٔ خود ساخته در کام شیر
مشرق و مغرب همه یکروزه گشت — یک مه یک برج نیارد گذشت
شاهِ جهانگیرِ بشمشیر تیز — چترِ سیاهِ شب ازو در گریز
لشکرِ انجم همه چرخِ کبود — او بکشد خنجر و گوئی بنود
لشکرش از حدِّ شمردن برون — لیک بگنجیده بروزن دروں
ماه هم از وے علم افراشته — غیبتش آنگاه نگه داشته
گرم شود بر همه بے هیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں
بیند اگر تیز بکوه اندروں — زهرهٔ کوه آب شود بلکه خوں
گر نظرِ گرمی و تیزی دروست — ریختنِ آب خودش آرزوست
گرچه کند تیزی و گرمی بسے — تیز درو دیده نیارد کسے
سینهٔ شام از شفقش خوں شده — شب بمیاں کرده و بیروں شده
مشرقیش[1] قبلهٔ خود کرده نام — سجده او جانب مغرب بشام
سجده کناں هند و ازاں سو گشت — روے بدو کرده سیه روے گشت
نورِ بصر هست معنی ازو — چشمه همه تیره بود بے ازو
بے رخِ خورشید بود تیر و داغ — شب که کند چرخ زمیں پُر چراغ
نور بچشمِ همه ازوے پدید — کوریِ خفّاش که او را ندید

---

[1] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

شمع و چراغے کہ بود شب فروز — کشتہ شود گر بروں آید بروز
الغرض آں بیلک گردوں گزار — رفت چو پرخ یک آماج وار
زاں علمے تا بفلک خاستہ — کوکبۂ روز شد آراستہ
شاہ کہ تا صبح بُد اندر صبوح — صبح بر و فاتحہ خواں از فتوح
بود خوش از خوردن آں آبِ خوش — کرد ز مستی نفسے خواب خوش
چوں ز سرش رفت خماری کہ داشت — بار بیارا ست بہنگامِ چاشت
فرش کشادند بساط افگناں — پیش ستادند سماطیں زناں
گفت بفرزانہ کہ در خورد شاہ — چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
حاجب درگاہ ز ایوانِ بار — شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار
جستۂ شہ کرد بر ایشاں درست — برد و رسانید بشاہ آنچہ جست
تاج و رآں چتر و کلاہِ سیاہ — کرد بمیعاد رواں سوئے شاہ
برد فرستادہ بحکمِ شہے — بر سرِ شرق آں دو نشانِ مہے
شاہ شد از دیدنِ آں سخت شاد — بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز — خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسے عذر ز پیوندِ خویش — شکرِ خدا گفت ز اندازۂ بیش
ہدیہ بسے بہرِ خداوندِ تاج — ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج
مردِ رساننده خوش و شادماں — آمده زآنجا بخوشی در زماں

پیش جهاں دار شد و هدیه برد — جمله بگنجینهٔ خازن سپرد
عذر زبانیش که در گوش بود — خواند بگوش شهِ آفاق زود
شه ز خوشی روی چو گلنار کرد — عزم می و بزم بگلزار کرد
بزم نشیں ساغر زری کشید — بدرهٔ دینار بسر می کشید
بر سر هر مست زر بے کراں — مست شده همه دگر گراں
مجلس شه را همه مجلس نشیں — مست پنهاں بود دگراں چنیں
شاه گراں سر زمی خوش اثر — بادِ مبادش گرانی بسر
دست سبک زخمهٔ مطرب ربود — عودِ گراں سر بنوای سرود
مجلسِ او زیں غزلم گشت مست — مست گراں سر شده هر کس که هست

غزل

آفتِ زهد و توبه شد ترکِ شرابخوارِ من — یار گرا وست کے بود توبه و زهد یارِ من
بادهٔ هجر خورده ام رنجِ خمار در سر ست — جز بحلاوتِ لبش نشکند ایں خمارِ من
بود قرارِ وصلِ وے گر بود ایں ست دولتے — ور ز قرار بگذرد نے من و نے قرارِ من
ای چو توئے نخاسته پهلوے من دمے نشیں — تا بنشیند از دروں آتشِ انتظارِ من
رغبت اگر بے کنی ساقیِ خونِ خود شوم — مطربِ رائیگانِ تو نالهٔ زیر و زارِ من
بے تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمه ام — سرمه گر از تو نایدم خاک بهر چهارِ من
چوں تو سوار بگذری دیده گهر فشاں کنم — خواه قبول خواه رد نیست جزیں نثارِ من

بس که پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم
خاک بر دیده افگند این دلِ پر غبارِ من

دولتِ روزگارِ من آه و فغانِ روز و شب
دولت اگر چنین بود وای بر روزگارِ من

رنجه مشو بگشتنم زانکه بر خصتِ غمت
فتنه تمام می کند محنتِ نیم کارِ من

لاغ مکن که خسته وا دامنِ خود ز من مکش
چونکه ز دستِ من بشد دامنِ اختیارِ من

شبِ دیگر ز پیِ عیشِ ملاقاتِ دو شاه
و ز پدر دادنِ پند و ز پسر گوش بر آں

مجلسِ انجم چو بیاراست شب
کشتیِ مه برد ثریا به لب

خاست ز گردابِ فلک موجِ دَے
ماه زد در کشتیِ خود کرد پَے

شاهِ جهاں باز بآئینِ دوش
کرد فلک زمزمه نای و نوش

تختِ خود آرایشِ دوشینه داشت
پایه شرف بر سرِ گنجینه داشت

از نمطِ مجلس و مے آنچه بود
بیشتر آراسته شد زانچه بود

شست صراحی بدو زانو به پیش
دختر رز شاند بزانوئے خویش

آئینه می چو بزانو نهاد
بر سرِ زانوش دو آئینه زاد

آتشِ مه گرچه جهاں برفروخت
پنبهٔ قرآبه ز آتش نسوخت

گرچه پیاله نفسے آرمید
خاست چو قُم قُم ز صراحی شنید

جامِ زمانے به نشستن شتافت
هم ز دمِ قهقهه شستن نیافت

گردشِ ساقی زسر آغاز شد — چنگِ سرافگندہ سرافراز شد
بانگِ مزامیر بنہ پردہ جست — ہفت ونہ زہرہ بہم در شکست
چون نفس چند زمی تازہ گشت — گوش زآوازہ پُرآوازہ گشت
باز نمود اختر فرخ جمال — خاست ہمہ قرعۂ اوّل بفال
موج زدریاے کرم شد باوج — کشتیِ اقبال درآمد بموج
تاجورِ شرق شرف باز داد — تارکِ خود در محلِ ناز داد
درکنفِ دولت وعونِ خداے — آمد وآورد وثیقت بجاے
بادۂ نوشیں بصفا خواست کرد — وعدۂ دوشیں بوفا راست کرد
ہر دو نشستند چو خورشید و ماہ — درخطِ شان نقش سپید و سیاہ
جام زبردستِ دو سلطان نشست — تا دو زبردست شدش زیردست
گرچہ کہ بد فرصتِ می پیش ازاں — فرصتِ دیدار نہد بیش ازاں
بادہ بخوردند مگر برقیاس — تا نرود عقلِ فراست شناس
کاں نہ گہِ عشرتِ می خوار بود — بلکہ گہِ دیدنِ دیدار بود
ہر نفسے کان بہزیمت گزشت — لذتِ صحبت بغنیمت گزشت
ہر مے گلگوں کہ ہمی شد بکام — دیدہ ہمی ریخت گلابی بجام
گرچہ لب آلودہ شدند از شراب — گریۂ شاں شست دہاں از گلاب
گاہ پدر دید بروے پسر — پردہ شدش گریہ بہ پیشِ نظر

گاه پسر در پدر خویش دید — مهر خود از حسرت او بیش دید
گاه پدر تنگ بر در گرفت — افسرش از گریه بگوهر گرفت
گاه پسر دست پدر بوسه داد — خاتم جم را بکف جم نهاد
گاه پدر پیش پسر داشت می — گفت که خوش باد حیاتت بوی
گاه پسر پیش پدر برد جام — گفت که باد آب حیاتت بکام
گاه پدر گفت بدرد فراق — کز تو چگونه شوم اے دیده طاق
گاه پسر گفت دلم چون بود — کز نظرم نقش تو بیرون بود
گاه پدر خواست که از وقت خویش — دیده کند پیش پسر پیشکش
گه پسر از ذوق چنان گشت مست — کش بزمین ریخت پیاله ز دست
زین نمط از هر دو سخن میگذشت — آرزوے دل بدهن میگذشت
چون بسخن رفت بسے داوے — دور در آمد به نصیحت گرے
چون پدران روے بد بلند کرد — پند پدر رهبر فرزند کرد
داد نخستش بدعائے پناه — کایزدت از حادثه دارد نگاه
ریخت بس آنگاه بمهر تمام — داروے تلخش ز نصیحت بکام
کاے پسر از ملک و جوانی مناز — ناز بدو کن که ندارد نیاز
کار تمامی چو ازو شد بکام — کار نخستینه دی او کن بتمام
گرچه سیاست ز تو شد دستیاب — دست ضعیفان بسیاست متاب

خشم بہر جرم میاور بکس — زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکہ بشمشیر سیاست سزاست — ہم بتامّل بتواں عذر خواست
در حقِ آں کش پرِ خود داشتے — دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکہ سزاوارِ خصومت بود — حکمِ تو بر وے بحکومت بود
ہر کہ زند در رہِ اخلاص گام — کار برد کن بعنایت تمام
وانکہ برآرد بخلافت سرے — سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خورد بمیں دشمنِ بد زہرہ را — آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خورد بنا ید شمرد — دریۂ دنداں[1] چہ کند سنگِ خورد
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہ تست — ہم بکنِ آں خار کہ در راہِ تست
ہر کہ بود نقشِ دوئی در سرش — سر کہ یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمن کیں توز را — گوش مکن گفت بد آموز را
روئے بیکبار بتاب از دورے — گو بود آں قبلہ کہ بینی دو سوے
خاص کن آنرا کہ خرد ہست پیش — راہ مدہ بے خرداں را بہ پیش
محرم سر ساز خرد پیشہ را — مصلحت آموز کن اندیشہ را

---

[1] یعنی تو میدانی کہ سنگِ خورد دنداں را چہ ضرر میرساند ۱۲

گرچہ دلت ہست فرہست شناس
گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست
تا ش نہ بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مہمیت روے
رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام
تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد
خویشتنت خرد بباید شمرد

در نگرائے دیدہ کہ ایں جاے کیست
دیدہ دریں راہ زمیں سایہ کیست

چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب
پایہ نگہدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جملہ چناں کن کہ اوست
گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش
بیش و کم از وے نہ کنی و نہ پیش

بیش کن آنہا کہ زیزداں بود
کم کن از انہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر
تا بود ت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے کہ بود سایہ دار
سایہ نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایۂ یزدانِ پاک
سایہ فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل کہ سرمایۂ شاہاں بود
مرتبۂ مرتبہ خواہاں بود

چوں تو دریں مرتبہ داری نشست
سود بدست آر کہ سرمایہ ہست

عدل بود مایۂ امن و اماں
بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز
از پرِ موریت بپرسند باز

دادگری کن که ز تاثیرِ داد
بس درِ دولت که تو انی گشاد

هر چه رسد بر تو ز کارِ کساں
از سرِ انصاف بآخر رساں

سایهٔ ظلمت ز مظالم بکش
غصهٔ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو (که با دا بسے)
نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نام تو شد بهره مند
کوش که آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست
جانبِ دیں کوش که آں هم تراست

دولتِ جاوید نه بر دهٔ کس است
نامِ نکو دولتِ جاوید بس

هر نفس از عمر غنیمت شمار
یاد کن از ملک و رانِ دیار

کاول شاں چرخ ببالا کشید
آخر شاں خاک بخارا کشید

قصهٔ ضحاک همیدوں بخواں
نامهٔ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے
نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن
نقشِ کژ از راستی آراستن

پیشهٔ نکوئی کن و از بد بترس
از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس

چشم به نیکی نه و ایں پیشه کن
تا نرسد چشمِ بد اندیشه کن

در همه تدبیر نکو کار باش
از بد و از نیک خبردار باش

بد کنی اوّل بملامت کشد
وآخر ازاں سر به ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا هر زماں
هر چه کنی باز بیابی هماں

هرچه کنی باز نشانت دهند — هرچه دهی باز ستانت دهند
بر سر هر کس که ترا دست هست — دست کش از سر هر زیردست
نیت خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن کیں خطاست
در عمل خیر توقف مکن — چون بکنی هیچ تاسف مکن
چون تو نه محتاج کسی در نعم — در حق محتاج همی کن کرم
کم مکن احسان دهش آور بجای — بیش دهی بیش رساند خدای
یافتی از کشت ازل خوشهٔ — راست کن از بهر ابد توشهٔ
دولت خود بین و مشو ناسپاس — شکر بکن بر کرم بے قیاس
نعمت تو گرچه ندارد همتائے — شکر کنی بیش کند کردگار
گنج خرد خاص تو گشت از صفات — واطلب از غیب کلید نجات
گرچه جهان داری و شاهیت هست — سوئے خدا بین و مشو خود پرست
باش دریں پرده بافگندگی — سر مکش از دائرهٔ بندگی
بنده شو و عاقبت اندیش باش — معترف بندگی خویش باش
ترس خداوند جهان کن بدل — تا ز خداوندی نمانی خجل
کار چناں کن که بهنگام کار — از در یزداں نشوی شرمسار
کم کن از آغاز پریشانیت — کار و ردانجام پشیمانیت
گرچه ز بیم تو کس از کن مکن ق — با تو نیارد که بگوید سخن

لیک ترا نیز بہر کار ہست — آئینۂ روشنِ فکرت بدست

ہر چہ مصوّر شودت در خیال — نیک بکن بد مکن اینک جمال

خود نفتد در فتدت کار سخت — فضلِ زحق جو و عنایت زبخت

چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد

گر بودت در دلِ مشکل کشائے — مشکلے از ملک طلب کن روائے

ور بدل از راے بود مشکلے — خواہ کلید از دلِ صاحبدلے

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک

مست مشو چوں بلب آری شراب — در چہ شوی مست مشو مستِ خواب

ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تات بغفلت نرود روزگار

غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خواب شبانست بلائے رمہ

شاہ بود از پئے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں

می بخزا ما نہ ز اندازہ بیش — تا نشوے بے خبر از کارِ خویش

کم خور از انساں کہ شوی مست ازو — ناشدہ از دست بکش دست ازو

کار جہاں جملہ ترا کردنی ست — خود غمِ ایں کار ترا خوردنی ست

چوں تو نوری بادۂ کافور بوے — پس غمِ گیتی کہ خورد خود بگوے

مست کہ از خود خبرش کم بود — کے خبرش از ہمہ عالم بود

گرچہ کمیتت بخوشی رہبرست — ہر چہ عنا باز کشی خوشترست

گرچه کرمی کرمِ بیحد ست — آں کرم از می شمر ندایں بد ست
بادہ حلالت نبود چوں مدام — ہر چہ مدام ست چہ باشد حرام
پیشۂ تقویٰ ست پسندیدہ فر — از ہمہ وزشاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند — ہر چہ ز سلطاں نگرند آں کنند
عشرتِ دایم شہِ اقلیم را — رہ بضلالت برد اسلیم را
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب — تا نشود در کنِ شریعت خراب
شاہ بریں گونہ بفرزندِ خویش — داد بسے زادِ نو از پندِ خویش
کرد زمانی بچنیں گفت و گوئے — کن مکنی را بخرد جست و جوئے
تا دلِ شب نزدِ جگر گوشہ بود — دانۂ اشکش بمژہ خوشہ بود
نیم شباں عزم سوئے خانہ کرد — دامن ازاں خوشہ پُر از دانہ کرد
گفت کہ فردا بوداع ست رائے — آیم ویں شرط بیارم بجائے
کرد رواں کشتیِ دولت شتاب — رفت بدولت بگذارائے آب
شاہ چوزاں دولتِ فیروز بخت — فرخ و فیروز برآمد بہ تخت
گریۂ قرّا بہ بیانگِ بلند — قہقہہ در حلقِ صراحی فگند
آبِ رواں کرد بجوئے نشاط — خاک شد از جرعہ معنبر بساط
بزمِ شبش گرچہ کہ فردوس بود — وعدۂ فرداش قیامت نمود
بسکہ بدش از غمِ دوری خمار — بادہ ہمی خورد نمی کرد کار

گرچه خوشی در دلِ شب پیشه کرد — لیک ز فردا بدل اندیشه کرد
تلخ تواں شربتِ دوری چشید — دردِ جدائی که تواند کشید
دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکه بیک جا نخواهد دو دوست
الغرض ازمے چو سرش گرم گشت — زانچه دلش برقدرے نرم گشت
رفت ز مجلس لبوے خواب گاه — شد تهی از باده کشان بزم شاه
جفت به بیداری بختِ جواں — دولتِ بیدار شدش پاسباں
خوابگهش باد ببالائے تخت — هیچگهے خفته مباداش بخت
مطربِ خوش نغمه بآواز نغز — زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جانا صبوری چوں بود — آنکس شناسد حالِ من کو همچو من درخوں بود
بربست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی که ایں عزم سفر در طالعِ میموں بود
گویند حالِ دلِ نهاں گویش مگر نا یدعیاں — ایں با کسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود
رنجم مباد ابر تنی چوں من مباد اد شمنی — من دانم و همچوں منے کاندوهِ دوری چوں بود
زیں دُر که از چشمِ افگنم پر گشت جیب و دامنم — چوں لیسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود
بندِ خطش جویم همے زیں تارِ موئے در خمے — خود عاشقاں را هر دمے سودائے گوناگوں بود
زلفش که در جانم گزد چوں مار پنهانم گزد — مارے کزینسانم گزد کے در خورِ افسوں بود
لیلیٰ و موے مشکبو آنکس که دیده مو بمو — داند که زنجیر از چه رو در گردنِ مجنوں بود

وه کاں شکروش ناگہاں نیں دیدۂ ترشد نہاں — از خسرو آموزد فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

در وداعِ دوگرامی کہ پدر را در اشک مردمِ دیدہ ہمیرفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد — صبحدم از مہر قبا پارہ کرد
کرد کنارہ شفق از خونِ خویش — چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش
قلبِ دو سلطان زد و سو کوچ کرد — بست دو پل روئے دو آب از دو گرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بو داعِ پسر — گریہ کناں کرد ز دریا گزر
دیں طرف اقبال مغربی بہ پیش — گشت شتابندہ بمیعادِ خویش
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چوترہ بایستۂ آرام گاہ
ہر دو دراں بقعہ مہیّا شدند — چوں مہ و خورشید بیکجا شدند
محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم — زحمتِ غیرے زمیاں گشتہ کم
خلوت ازاں گونہ کہ محرم نبود — ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز
کاں چمن از خار تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
در حقِ ایں شو بکرم رہ منوں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

دو رمیند از فلاں راز پیش — خاص مکن آں دگرے را بخویش
ہر چہ کہ ایں گفت بداں دار ہوش — جاے مدہ گفتۂ او را بگوش
سرورِ مشرق چو ازیں لعل و در — گوشِ جگر گوشۂ خود کرد پر
آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد — دلِ نتواں گفت کہ در جاں نہاد
از پسِ ایں ہر دو بپا خاستند — عذرِ بد و نیک ہمی خواستند
خستہ پدر از دلِ پر خون و ریش — دست در آورد بدل بندِ خویش
نالہ بر آورد کہ اے جانِ من — جاں نہ ازاں دگرے زانِ من
بے تو زیم گرچہ کہ در خوں زیم — لیک چو جاں میرود م چوں زیم
چوں بخصومت جگرم خون شود — حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود
دیدہ بماند چو ز روے تو دور — سوے کہ بینیم کہ بماند صبور
چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا — ویں بکہ گویم کہ بگوید ترا
سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم — دہ کہ نسوزد دلِ تو بر دلم
ہجرِ تو آمد کہ ز خویشم برد — کیست کزیں واقعہ بازم خرد
بے خبرم بہرِ تو شب تا بروز — گر خبرت ہست چنینم مسوز
غم بہ کمین ست کہ خاکم کند — ترسم از اندیشہ ہلاکم کند
سوختہ شد جانِ غم اندوختہ — تا چہ شود حالِ منِ سوختہ
کاش نبودے دو سہ روزِ وصال — تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال

اے زتو در دیدۂ تاریک نور
مردمِ کن مشو از دیدہ دور

جانِ عزیزی بجدائی مکوش
چند بود جانِ عزیزم بجوش

صبر مفرما کہ صبوریم نیست
دور زتو طاقتِ دوریم نیست

گرچہ ترا ہم کششے در دل ست
اینچہ کہ من میکشم آں مشکل ست

خویشِ توام ور تو نۂ خویشِ من
مرحمتے بر منِ بے خویشتن

با تو ام ار بیخود و گر با خودم
بے خودیم بیں دبر با خودم

بر سرِ راہی و منم خاکِ راہ
بر مگذر ہمچو صبا برگیاہ

چند کنی از پئے رفتن شتاب
یکدمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر ہمرہیم مشکل ست
اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست

بہرِ نثارِ تو سرشکم زدُر
آستن و دامنِ من کرد پُر

گر تو بگوئی بسرت ریزمش
باگہرِ تاج در آمیزمش

تا چو بدامانِ تو افتد زسر
یاد دہد از آبِ دو چشمِ پدر

خامۂ من زیں پس و تحریر درد
واشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

حالِ من از نامہ فرو خواں چو آب
باز نویس ار بتوانی جواب

گرچہ تو خوردی و فراموش کار
تات فرامش نشوم ہوش دار

ورچہ نیاری بدلم سال و ماہ
جانِ[1] تو کز دل نشوی ہیچگاہ

بذلِ اخوی م ۱۲

---

[1] جان تو اے قسم بجان تو ۱۲

گشت رواں چشمِ من خستہ وائے — دل نہ ہمانا کہ بماند بجائے
آہ کہ صبر از دل و تن میرود — خونِ من از دیدۂ من میرود
تشنہ اگر نیست سپہرم بخون — چوں کشد آخر جگرم را بروں
با خود از نیساں شغبے مے نمود — روز بخشمش چو شبے مے نمود
دیدۂ پر خون و دلِ ناصبور — چشم نمے شد ز جگر گوشہ دور
چوں شغب و نالہ ز غایت گزشت — گریہ و زاری ز نہایت گزشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت
واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفائے پدر — دیدہ ہمی سود بپائے پدر
وز مژہ در پایِ شہِ ارجمند — ریختنہائے گہرے مے فگند
اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک
سر چو ازیں بے خبرے برگرفت — دُرِ خود از خاک بافسر گرفت
باز بآغوشِ خودش کرد جائے — گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پائے
ہر دو بجاں شیفتۂ یکدگر — دوختہ بودند نظر با نظر
روئے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقشِ وداع ارچہ بہ جاں میگذشت — لیک ز اندازہ زباں می نگشت

عاقبت[1] الامر دراں اتفاق — چوں کہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخ از خوں شدہ عناب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پایے بہ کشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

شہ شد ازیں سو پسر دردمند — آہ برآورد بہ بانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راند ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ جگاہِ خویش

روے ز شرق اخترِ عالم فروز — تافت سوے غرب کہ نیمروز

رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست — وآمد و شد را زمیاں راہ بست

خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دُور — جز دو سہ از خاصگیانِ حضور

جامہ[2] بفریاد و فغاں می درید — جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

گشت دلِ تنگ ز غم شاخِ[3] شاخ — تنگدلی در دلِ تنگش فراخ

کرد چو انبوہی غم در ہمش — خواست شرابے کہ بشوید غمش

ساقی ازاں بادہ کہ با خویش داشت — پیشترک شد قدحے پیش داشت

شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید — جرعۂ آں را ز مژہ بر کشید

---

[1] آخر کار ۱۲ [2] جامہ کجا، خیال جامہ یکسو کن ۱۲ [3] پارہ پارہ ۱۲

گفت بمطرب کہ دمے بے درنگ — ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
نشست معنّی و براہِ عراق — کرد روان زمزمہاے فراق
دست و زبانش چو در آمد بکار — زیں غزل از دست بشد شہریار

غزل

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش — ماکہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیرِ ہجرانم مکش — من کہ وصلم چند گہ پروردہ در زنہارِ خویش
مردہ را حسرت ز مردن نیست ہست از بہر آنکہ — بازمے گیرند زو ہم صحبتاں دیدارِ خویش
ہر کہ روزے ناوکے خورد ست او داند کہ چیست — درد مجروحے کہ نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد — کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار ہم گفتن نمی آرم از انکہ — گوشہا می بینم از ہر سو پسِ دیوارِ خویش
گفتہ گہ گہ کہ خواہم کرد کارت را بہجر — کارِ من کردی و کردی عاقبت آں کارِ خویش
نا اُمیدم ترک گیریدم دمے اے دوستاں — تا چو نومیداں بگیرم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من شیں ساعتے دل دہ مرا — زانکہ دل می افتدم از گریہ ہاے زارِ خویش

صفتِ موسمِ باراں و برہ رفتنِ شاہ جانبِ شہر شدن از لبِ کہکہر بکراں

کرد چورہ در سرطاں آفتاب — چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ بالا کشید — سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

آب فرو ریخت بکارِ زمیں — زد ہمہ منشبت غبارِ زمیں

سیلِ عناں بس کہ بہ تندی گزاشت — باد بہ زنجیر نگاہش نہ داشت

چوں دہلِ رعد شد از آب غرق — گرم شد از آتشِ سوزانِ برق

گرم چناں شد کہ چو آواز داد — غلغلہ در گنبدِ گردوں فتاد

قوسِ قزح گشت کماں وار کوز — از دو طرف سبزہ پی و سرخ توز[1]

تاب کشید آتشِ برقش چناں — کش نمِ صد ابر نہ دارد زیاں

جوی کہ شد مست خوش و آبدار — آب گرفتش لبِ سبزہ کنار

صفوتِ آب ار تو مذاقی محال — زیرِ زمیں ابر نمود از خیال

تندیِ سیلاب ببالائے کوہ — از شغب آورد زمیں را ستوہ

ماند ہمہ وقت خطِ سبزہ تر — از کفِ خورشید نہاں شد اثر

ہر دمنے یک گل و صد آبجو — ہر چمنے صد گل و صد آبرو

برق بہ شمشیر در آورد تاب — گشت زرہ پوش سوارانِ آب

برق بہر سوئے بتابے دگر — دشت بہر جوی بر آبے دگر (حباب)[2]

پردہ نشیں گشت فلک سو بسو — با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو

جوئے کہ شد برہنہ سیمیں تنش — جامۂ غوکی شدہ پیراہنش[3]

[1] توز درختے ست کہ بر زینِ اسپ و کماں چند پر نگت سرخ باشند ۱۲ [2] جامۂ غوکی کاہو کہ بر آب باشد ۱۲

خاک زبی آبی اماں یافتہ — چشمہ زجوے آب رواں یافتہ
قطرہ درآورد زباں را فراز — آب شدہ از دُرِ او حلقہ ساز
چوں زمیں از آب شدہ سیم ناب — باد گرہ برزدہ بر سیم آب
جوے رسیدہ بہ بلندی زسیل — ہم بتواضع بہ نشیبش میل
زود زمستی بہ فغاں آمدہ — دورِ خرابی بکراں آمدہ
ماندہ بہر شہر عمارت در آب — گردہ غلامندران ۱۲ محتکراں را شدہ خانہ خراب
چرخِ نگوں طشت شدہ سیل بار — طشت نگوں آب نہ گیرد قرار
ابر ہوا خواہِ گلستاں شدہ — آب کشِ مجلسِ مستاں شدہ
باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ
برگِ درختانِ ترا زشاخسار — ہر ہمہ دُر بار و در آوردہ بار
ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغ کوہ
پر شدہ قرابۂ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بدہانش سحاب
حوضِ مدور کہ شدش آب پیش — آب کشاں گرد بگرد آبِ خویش
جفتِ زمیں را ہمہ بشگافتہ — گاوِ زمیں جفت بسے یافتہ
بزرگراں در گلِ لغزاں اسیر — تکیہ شاں بر کرمِ دستگیر
مزارعین ۱۳ دانہ کہ سر تیز چو سوزن کشد — سوزنِ او آبلہ روشن کشد
شالی سرسبز ندانم کہ چیست — کآب گزشت از سر و انگاہ زیست

سینهٔ کبخشک ز شاماخِ نو — پر شده از آب و علف جو بجو
خاک یکے بیضهٔ طوطی شمار — بیضه یکے بچّهٔ او صد هزار
سبزهٔ نورسته تو گوئی مگر — بچّهٔ طوطی ست که شد سبز پر
سبزه بصحرا شده چون نوخطاں — ملکِ جهاں گشته بکامِ بطاں
ژاله زناں بر سرِ کلمُرغ[1] سنگ — با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ
غوطهٔ مرغابیِ رعنا بجوے — از سرِ طوفاں شده پایاب جوے
نولِ حواصل شده مقراض پر — جامهٔ او نقره و مقراض زر
جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا — روز بیکجا و شب از هم جدا
جرعه که طاؤس ز باراں بخورد — هم بسرود آمد و هم جلوه کرد
یافته در تاج خوشی در هوا — شیر و شکر داد بروں از نوا
سرخ شده آب ز سرخابگاں — شسته بخوں ناخنِ قصابگاں
مرغ بسے ساخته در آب جاے — بر سرِ آں نقره شده نقره پاے
لرزه کناں آب ز نرمی چو خز — مرغکِ کز پاش بپا کرده کز
ز آب زمیں شوے بهر شاخِ بید — زاغ شده قمریِ جامه سپید
میوهٔ ایں فصل رسیده بشاخ — گرد چمن طعمهٔ مرغاں فراخ
خوشهٔ انگور بداں چابکی — آبله بر پا شده از نازکی

---

[1] بکاف عربی قسمے از کرکس که بر سرِ او موے نباشد ۱۲

دانهٔ او کرد طراوت درو — گرد شده جملهٔ حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما ز خار — خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ — برگ از و گشته بدستان فراخ

گرچه که با خوره پزه زد پهلوئے — صلح همی کرد بشفتالوئے

نغزک خوش نغز کنِ بوستان — نغزترین میوهٔ هندوستان

طفل که همشیرهٔ او شد نبات — خضروشی شسته بر آب حیات

میوه بباغ ار ز یکی ده بود — پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر — تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایهٔ او بر درم از آفتاب — مایهٔ مستان ز برائے شراب

آبِ رواں گشته بهر سایه — یافته از میوه زمین مایه

نغزکِ پخته بچکیده زبر — گشته نباتِ زمین از شیره تر

گاه تماشائے جواناں بباغ — زیرِ درختاں شده مستاں بلاغ

وقت چنیں میوه پرو گرمتاب — وز مددِ ابر جهاں غرقِ آب

ابر دُر افشان شه دریا نوال — ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فرائے همه را تا به گنگ — وآمده لشکر همه از آب تنگ

لشکرِ انبوه چو دریا بجوش — سیل ز جنبیدنِ آں در خروش

بود سراسر زمیں از آب پُر — هم ز هوا سوخته می شد شتر

گرچه که بود آبِ رواں تا شکم — اسپ نکرد آتشِ خود هیچ کم
پایِ ستوراں به زمیں رشدہ — گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ
بود بهر جا که نزولِ سپاه — تنگی جو بود فراخیِ کاه
خیمهٔ لشکر همه بر روے آب — راست چو دریا که برآرد حباب
با علمِ فتح دراں راهِ دور — سایه فشاں شد بجدِ کنیتور
خانِ جهاں حاتمِ مفلس نواز — گشت باقطاعِ او وه سرفراز
از کفِ جود و کرمِ حق شناس — کرد فراهم سپهِ بے قیاس
من که مدم چاکرِ او پیش ازاں — کرد کرم زانچه که بُد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب — بنده شدم لازمهٔ آں رکیب
دراود هم برد لطفے چناں — کیست که از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چنانم گرفت — کم وطنِ اصل فراموش گشت
دراود از بخششِ او تا دو سال — هیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفته زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحه سنج — مانده بدهلی زفراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوخته داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم — نامه نویساں زپئے خواندنم
گرچه دلم هم زغمش بود ریش — چندگے راه ندادم بخویش

چون کششِ سینه زغایت گزشت | باعثهٔ دل ز نهایت گزشت
حالِ خود و نامهٔ اُمید وار | باز نمودم بخداوندگار
او خود از آنجا که بزرگیش بود | خُردیِ من دید بزرگی نمود
داد اجازت برضاے تمام | تا نهم اندرهِ مقصود گام
خرج زنم زان کفِ دریا اثر | گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناه | شکر کناں پاے نهادم براه
شوق کشاں کرد گریبانِ من | گریه زده دست بدامانِ من
حامل خوں کرد غمِ مادرم | زاد همیں بود براه اندرم
قطع کناں راه چو پیکانِ تیز | بلک چو تیر آمده اندر گریز
یک مهِ کامل به کشیدم عناں | راه چنیں بود دو کشش آں چناں
همچو مهِ عید خوش و شاد بهر | در مهِ ذی القعده رسیدم بشهر
خنده زناں همچو گلِ بوستاں | چشم کشادم برخِ دوستاں
یافتم از لذتِ دیدار کام | وز مئی مقصود شدم سیر جام
مرغِ خزاں دیده به بُستاں رسید | تشنه بسر چشمهٔ حیواں رسید
مرده دل از حالِ پریشانِ خویش | زنده شد از دیدنِ خویشانِ خویش
دیده نهادم بهزاراں نیاز | بر قدم مادرِ آزرم ساز (مهربان)
مادرِ من خستهٔ تیمارِ من ق | چون نظر افگند بدیدارِ من

پرده زروے شفقت برگرفت　　اشک فشاناں ببرم درگرفت
داد سکونے دلِ آشفتہ را　　کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را
بعد دو روزے کہ رسیدم زراہ　　زآمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابا بندگی　　داد نویدم بصفِ بندگی
خاستم و برگِ شدن ساختم　　محمدتے تازہ بپرداختم
رفتم و رخسارہ نہادم بخاک　　تن ادب آموز و دل اندیشہ ناک
نقشِ طرازیدہ کشادم زبند　　کردمش انشاد بیانگِ بلند
شہ کہ درچیدۂ من دیدہ تر　　مہر بجید از ندماے دگر
داد باحسان رہے بر درم　　جاگی[1] خاص و دو بدرہ درم
یافتم اندر محلِ اختصاص　　مرتبہ در سلکِ ندیمانِ خاص
چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد　　خانۂ فقرم بزر آباد کرد
گفت کہ اے ختمِ سخن پروراں　　ریزہ خورِ خوانچہ تو دیگراں
از دلِ پاکت کہ ہنر پرورست　　ہمتِ ما را طلبی درخورست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست　　وز تو شود خاستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم زگنج　　کز پئے خواہش نبری ہیچ رنج
من کہ عطاے شہم ایں مژدہ داد　　سجدہ کناں پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینہ کہ آنرا ہندی پٹہ گویند ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب — بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
منکہ بوم داعیِ مدحت طراز — تا چو تو ئی را بمن آید نیاز
چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے — حاجتِ تو چیست بچوں من کسے
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے — ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
شہ کہ جہاں بندۂ فرمانِ اوست — گر بمثل جاں طلبد زآنِ اوست
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست — نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ بر آید بداں — دواتِ من روے نماید بداں
بندہ چو بنمود بشاہِ زمن — عذرِ تہی مائگیِ خویشتن
شاہ زباں را بہ سخن برکشاد — قفل ز گنجینۂ گوہر کشاد
گفت چناں باید مے سحر سنج — کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی — شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں — قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگر م ہجر در آرد ز پاے — آیدم از خواندنِ آں دل بجاے
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود — از نظرِ لطف اشارت نمود
برد مرا خازنِ دولت چو باد — مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد
من شدہ مخصوص بجودے چنیں — مایہ بدستم نہ و سودے چنیں
نے قلم را ز ہنر بہرۂ — نے ورقم را ز گہر مہرۂ

از درِ شه با همه شرمندگی — آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شده از بارِ کرم گردنم — فرض شده خدمتِ شه کردنم
گوشه گرفتم ورقِ دل بدست — عقل سراسیمه و اندیشه مست
روے نهان کردم از ابنائے جنس — نے غلطم بلکه خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود — دانشِ طبعم بقلم داد دود
چون بتوکل شدم اندیشه سنج — سینهٔ خاکیم بروں داد گنج
خامه بیاراست سخن را جمال — پرده برانداخت عروسِ خیال
حجلهٔ خط را ز سر اپرده یافت — واں ز زبانِ قلم در سکافت
من زده بر عرش ز فکرت عَلَم — محرم فکرم شده لوح و قلم
خواهست مدد خاطرِ اندیشه زاے — زیں سه هنر سنج و معانی فزاے

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ
هست اوّل صفتش ما خلق[1] الله بخواں

سوے قلم دست کشیدم نخست — کاوّل از و شد خطِ هستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں — کرده رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسله جنباں شده در بابِ علم — داشته سر بر خطِ ارباب علم

---

[1] اشاره بجانب حدیث اول ما خلق الله القلم ۱۲

علم جهانش همه طرف اللسان — هیچ خطائیش نه اندر زبان

ور ذللی زاد بمعنی ازو — آن ز نویسنده بود نے ازو

بر ورقِ اهل هنر کرده داغ — روز و شب از خوردنِ دود چراغ

در هنر از بس که رواں کرد دست — دستگهی یافت بهر کس که هست

راست بهر دستگهی همچو تیر — راستیِ او همه را دستگیر

گفت خبر بر همه از خیر و شر — نامه سیه کرد و لے باخبر

هم زده در خشکی و تریِ قدم — هم بسیاهی و سپیدی علم

در طلبِ صوف تراشیده سر — گرچه همه جعد کندش ز بر

راکع و ساجد شده در هر مقام — در دلِ شب کرده بیک پا قیام

هیچ بنوده بقیامش قعود — طرفه که در عین قیامش سجود

روزیِ او یک شبه با صد هنر — گر همه سر زیر کند یا ز بر

سر زده در رفته درونِ دوات — یافته در ظلمتش آبِ حیات

دودهٔ او قبلهٔ دانندگاں — خوانده شده بر همه خوانندگاں

آهوے مشکین و سرش باد و شاخ — وز دم او مشک بصحرا فراخ

تیرِ سپر دار ازو در خراش — تیغِ گهر بار ازو در تراش

کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف — بلک ز شمشیر رسیده بحرف

آبِ سیه خورده چناں گشت مست — کش چو نگیرند بیفتد ز دست

ور بمثل خفت بجاے کہ خواست — خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست

ور بصر پر آمدہ چوں مرغِ باغ — نغمۂ بلبل زدہ از نولِ زاغ

قار چکاں گشتہ زمنقارِ او — تا ہمہ قاری شدہ از قارِ او

خواندہ وراتیر سپہر از صواب — نام قلم نیزۂ خطّے خطاب

ورزدم ایں خامہ بسودائے خام — مجمرۂ سوختہ دل را بکام

صفتِ مجمرہ کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختۂ دودِ فراقش قلم — وآبِ حیات و ظلماتش بہم

مطبخِ سودا و دروں حجرہ وش — روزنش از سوے درون دود کش

ہم ورق از روزنِ او بردہ دود — ہم قلم از مایۂ او کردہ سود

زادہ بہیں دودۂ او ہر زماں — ہر خلفش بر سرِ خود دودماں

دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں — خامہ چو کفگیر مہیّا براں

خانۂ روئیں و زچوبش ستوں — گشتہ بروں روشن و تار از دروں

دیدہ چنیں نادرہ کس در جہاں — خانہ بجا ماند و ستونش رواں

کردہ چے ژرف بصد نیکوئی — چوں چہ بابل ہمہ پُر جادوئی

کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست — سایۂ ایں چہ بہ کشد ہر کہ ہست

کرده در و خامهٔ مصری پناه　　یوسفِ مصر آمده در قعرِ چاه

مکحلهٔ دیدهٔ روشن سواد　　میلِ در و خامه و کحلش مداد

بسکه فزوں یافته زرقِ قلم　　آبِ سیه رانده بفرقِ قلم

شستنِ او با همه دانندگاں　　رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

هرچه سوادِ ورقِ مشکلش　　حل شده چوں آب درونِ دلش

در شکم از خشک و ترش مایه بیش　　کرده قناعت به تر و خشکِ خویش[1]

بلکه شکم کرده پر از بیش و کم　　مانده دهاں باز برائے شکم

گه گهے از زحمتِ مشکی بناب　　دافعِ مشکیش دو سه قطره آب

معتبرِ عالم و جاهل شده　　گرچه دروں تار و سیه دل شده

من چو ازیں حقه کشیدم قلم　　برزدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں که پئے دودِ قلم سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام　　آنکه شد آرائشِ صبحش ز شام

ساده حریرے ولے اصلش ز خویش　　با قصب و خز نشده پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعهٔ اول بمعنی کتان و در مصرعهٔ ثانی بمعنی قریب و رشته دارد ۱۲

ناے حریر آمدہ اندر نورد — طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد

آمدہ از جاش فراہم ز آب — لیک پراگندگیش ہم ز آب

بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست — پشت دو تا گردش از یک شکست

گہ بود از دستۂ تیغش گزر — گہ دہد از تیغ بقراض سر

گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد — گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد

گہ ہدفِ تیر شود از ہوس — الغرض از دوستیِ کلک بس

گہ کند اندر کلہِ شہ نشست — تا رقمے یابد ازاں سر بلند

برزدہ از روے سپیدی علم — لیک سیہ روے شدہ از قلم

نامِ خدا یافتہ بروے گزر — زانش ببوسند و نہندش بسر

عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل — مے برینش گردن و در بند وصل

با خطِ عارض نگزارد وفا — گرچہ کنی بندِ زبندش جدا

ہیچ کہ از حرف نداند گزشت — حرف رواں ز و نتواند گزشت

حرف بحرف از قلم آرد سخن — لیک بہ پیچید ہمہ بر خویشتن

ہر کہ کہے قصہ فرو خواند پس — عاقبت الامر بہ پیچاند بس

کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش — پیچشِ او از خود و از کارِ خویش

قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک — واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

لہ ناے حریر طاقہ جامہ (یعنی تہان)،

خامه که صد نامه پیاپی نبشت — علم جهان را همه بروی نبشت
آنکه مهین مهره او با گهر — وآنکه کهین پیش او با شکر
آئینهٔ دیدهٔ صورت گران — صورت هر نقش که جوئی دران
من چو بریں آئینهٔ رو نمائے — مورچه ریختم آئینه زائے
همتِ مردانه به بستم بکار — ریختم از خامه دُرِ شاهوار
باز نیامد قلمم تا سه ماه — روز و شب از نقش سفید و سیاه
تا ز دلِ کم هنر و طبعِ سست — راست شد ایں چند خطِ نادرست
ساخته گشت از روشِ خامه — از پسِ شش ماه چنیں نامه
در رمضان شد بسعادت تمام — یافت قراں نامهٔ سعدیں نام
آنچه بتاریخ ز هجرت گزشت — بود سنه ششصد و هشتاد و هشت
سالِ من امروز اگر بر رسی — راست بگویم همه شش بود و سی
زیں نمط آراسته بکرمی چو ماه — باد قبولِ دلِ دانائے شاه
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش — ایں غزلِ بنده بخواند به پیش

غزل

باز ابر تیره از هر سوے سر بر می کند — سبزه را در هر چمن بر آب دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم که از امساکِ ابر — گاه بخشش عالمے را در زماں تر می کند
سر بهر باغی دروں کردند مستاں تبرِ عیش — سروِ من تا در کدامیں باغ سر بر می کند

ابر کردم چشم را کاں لالۂ رنگین من
بیشتر در روزِ باراں مے بساغر می کند

ماؤ تنہائی و روزِ ابر بارانی ز اشک
اے خوش آنکس کو خوشی با آں سہ بر می کند

ابر بر من می بگرید کش حیائے ہست و برق
خندۂ دزدیدہ ہیں کز زیرِ چادر می کند

خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند
من ہماں گویم ولے از من کہ باور می کند

شہسوارے ہر زماں کاندر دلم می بگذری
صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند

دیدہ کز خاکِ درت سرمہ کند دانی کہ چیست
از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند

چشمِ من ہر چند افزوں تر ہمی بارد سرشک
ایں غبارے را کہ من دارم فزوں تر می کند

وقتِ باراں خوش کہ میبارد گہے در وقتِ خویش
ما جرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاہ بدولت گہ شہر

ہمچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبحِ دماں چو علمِ آفتاب
کرد بدروازۂ مشرق شتاب

خرگہِ مہ گشت نہاں در پرند
قبۂ خورشید بر آمد بلند

رخشِ طلب کرد شہِ کامگار
شد بگہِ چاشت بدولت سوار

کرد رواں کوکبۂ فتحیاب
سوے درِ دولت ازاں فتحباب

باد شد اندر سرِ زرینہ نائے
بادِ رواں گشت سم بادپائے

از روشِ پیل گراں تا گراں
سر لبسرا اندامِ زمیں شد گراں

بسکه شد آوازِ جرس چند میل — هر طرفے گشت گراں گوشِ پیل
بسکه علم های سیه شد بماه — ماه نهاں گشت در ابرِ سیاه
یافت ازاں رایتِ شبرنگ داغ — شد پرِ طوطیِ فلک پرِ زاغ
صفِّ سپاه از علمِ سرخ و زرد — نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد
از علمِ لعل که بر چرخ سود — طاسکِ خورشید پر از خوں نمود
نوکِ سناں کرد ببالا گذر — گشت کبوتر بهوا سیخ پر
در تهِ پرچم که سناں گشت گم — نیزه شد از نوکِ سناں گاؤدم
کرد سناں گاوِ فلک را زبوں — شد زدمِ گاؤ هوا گاؤ گوں
شه بتهِ چترِ سیه مے چمید — اوّلِ شب صبحِ دوم میدمید
بود دراں دائرهٔ شام گوں — مردمِ دیده بسیاهی دروں
تیغ به پیرامنِ چترش قطار — ابر یکے قطرهٔ آبش هزار
بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر — همچو نیستاں بلبِ آبگیر
بانگِ روا رد که برآمد بلند — غلغله در گنبدِ گردوں فگند
پرّه زده تیغ زناں سر بسر — پرّهٔ شناں گشت کلیدِ ظفر
زاں همه لشکر که زمیں می نوشت — کرّهٔ کل مرکب زیں پشت گشت
شد زمیں از لعل نبقش و نگار — چوں شکمِ ماهی و اندامِ مار
گرد که برشد ز زمیں هر زماں — کاسهٔ کل شد طبقِ آسماں

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال — گشت گِل آلوده چو چرخِ کُلال

خنگِ سما روے بجولاں نہاد — گردِ زمیں بر شد و میدانش داد

مقرعہ بر بستۂ ہر چابکے — تازکناں بر سرِ ہر تازکے

شائۂ اسپاں کہ بہم سود روے — یافت بہم از سرِ ہر شانہ موے

کوکبۂ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بفلک خاستہ

شاہ بدروازۂ دولت رسید — داد بدروازہ کشادیکہ یافت

توسنِ شہ را ز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں

نعل کہ بر پشت بگوہر دروں — گوئی از آہن گہر آمد بروں

چترکہ در چرخ شد از جاے خویش — چرخ رواں گشت سرِ پاے خویش

زاں عجبے کو زبرش می نگشت — از عجبِ خویش سرش می نگشت

شد چو عروسے بہماؤ بہی — جلوہ کناں پیشِ شکوہِ شہی

کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بے خبری یافت گوش

بانگِ دہل خاست کراں تا کراں — تعبیہ شد کاسۂ گردوں دراں

نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز

زہرہ دراں انجمنِ اختراں — رام شدہ از دم رامشگراں

ماہ وشاں چرخ زن و پاے کوب — گشتہ بموازرہ شہ خاکروب

شمع شکردشنہ بزباں آوری — سوختہ جانہا بحرارت گری

ملک بپا کوفتن بوالعجب — پا بزمین شان نرسید از طرب
پیکرِ شان طرّه چو بالا فشاند — صورتِ قبه بتحیر بماند
گرچه که صورت نزند چشم لیک — چشم زدا زدیدنِ رویِ نیک
شاه بنظاره آن کارگاه — نرم ترین راند فرس را براه
نرم همی راند و عنان می کشید — تا بشرف خانهٔ دولت رسید
از سمِ اسپش فلک آوازه یافت — خانهٔ دولت شرفِ تازه یافت
رفت چو در بارگه از بارگی — بنده شدش بخت بیکبارگی
بسکه فشاندند زهر سو نثار — فرشِ زمین شد زدرِ شاهوار
خاک نهان گشت بدر ثمین — کس نتوانست که بوسد زمین
بزم بیاراست شهِ بزم ساز — بست زمین را بجواهر طراز
جشنِ فریدون و طرب گاهِ جم — تازه شد از مجلسِ شاهِ عجم
از دلِ خواهنده بتاراجِ گنج — خواسته می داد و همی برد رنج
از شب تا روز سحر تا بشام — بزم نه گشتش تهی از رود و جام
باد مدامش بطرب دستگاه — رود زنش زهره و ساقیش ماه
مطرب او را بنوای سرود — این غزل از آبِ دوان تر برود

غزل

عمر نوگشته مرا باز که جان باز آمد — وز پسِ عمرِ من آن جانِ جهان باز آمد

رہ دہ اے دیدہ و خارِ مژہ را کیسو کن
کہ خرامان و خوش آں سروِ رواں باز آمد

جاں کہ بگرختہ بود از غمِ ہجراں بعدم
خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد

جانِ من چشم ازاں گہ کہ بروے تو فتاد
جز تو در ہر چہ تواں دید ازاں باز آمد

ظن نبود ایں کہ ز خوباں دلِ من باز آید
تا ترا دید نگہ کرد کہ چساں باز آمد

باز ناید دلِ من گرچہ بگویت صد بار
شاد ماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد

چوں بکوے تو رود خلق برآرد فریاد
کاینک آں عاشقِ بیچارۂ جاں باز آمد

ہر کسم گوید باز آئی از و تا برہی
گر دل ایں ست کہ دارم نتواں باز آمد

بندۂ خسرو ز تو دیدہ بپوشید و برفت
چوں میسر نشدش دیدہ کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ عذر کہ بجویند خطا را بدرستی برہاں

من کہ دریں آئینۂ پرخیال
بکر سخن را بنمودم جمال

کس چہ شناسد کہ چہ خوں خوردہ ام
کیں گہر از حقّہ برآوردہ ام

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر
از خوے پیشانیِ و خون جگر

تا نہم از فکرتِ پنہانیش
گہ بجگرگاہ بہ پیشانیش

ہر گہرے بیتے و کانے درو
ہر ورقے ملک جہانے درو

درتہِ حرفش ہمہ باریکی ست
آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

حرف نشیں معنیِ خورشید تاب — رہت چو اندر دلِ شب ماہتاب

شپّرہ را مہرِ منور مدام — مورچہ را ملکِ سلیماں بکام

گنجِ گہر در شبہ داشتہ — شب زکواکب علم افراختہ

ہر حبشی پیکرے رومی جمال — رومِ سخن را زحبش داد خال

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز

ہر رقمِ نعت رموزش بجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطۂ ہر حرف بزیبِ ترین — مردمکِ چشمِ معانی یقین

ذوقِ خیالات زمستی پُر — داروے جرّاح[1] ودم بخیہ بُر

ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کُش — پیش کہ بکشند زدروں پردہ پُش

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلک گزشتہ زسمٰوات سبع

دید چو ایں مثنویِ بیش را — تیر قلم کرد سرِ خویش را

ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش ست — شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست

چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند — حیف بود زود کہ یکے کم کنند

من چو نکردم عددش از نخست — کم شد و سرمایہ نمانش درست

---

[1] یعنی ذوق خیالات من از مستی بسیار مانند داروے بیہوشی جرّاح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسوس طراران ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من دشنۂ عشاق کش ست روبروے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحب خبر باشد ۱۲ اش

گشت ضرورت کہ کنونش بعقد
بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو دریں بنگری اے ہوشمند
بیش و کمش باز شناسی کہ چند

بیزشِ ایں حرف کن از فکرِ تیز
خواں تو قراں نامۂ سعدین نیز

در زحل باز کشائی شمار
نہصد و چار و چہل و سہ ہزار

خواہمش از خامہ زنانِ گزیں
آنکہ نہ گردد در قمے کم ازیں

زانکہ خراشیدۂ مردم بود
آہ کسے کش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے نامہ را
دودہ ازیں بہ نبود خامہ را

خامۂ من گرچہ تراش افگن ست
زو چہ گرہا کہ تراشِ من ست

زاغِ[1] زبانی کہ بفرّ ہمائے
کبکِ دواں را بزند زلعِ پائے

ہم زنیِ خشک نباتم دہد
ہم ز سوادِ آبِ حیاتم دہد

ہر سخنے کز رقمش یافت داغ
طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زیں ہمہ سودا کہ فرو ریختم
چیست ز معنی کہ نا نگیختم

چند گہم بود بدل کیں خیال
تازہ کنم ہر صفتے را جمال

بود در اندیشۂ من چند گاہ
کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آیش دہم
مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز نمایم صفتِ ہر چہ ہست
شرح دہم معرفتِ ہر چہ ہست

---

[1] زاغ زبان کنایۃ از قلم سیاہی زدہ ۱۲

بنگنم از جیب گهرها به پیش — تاج خودش سازم و دامانِ خویش
طرزِ سخن را روشِ نو دهم — سکهٔ این ملک بخسرو دهم
نو کنم اندازهٔ رسمِ کهن — پس روی پیشِ روانِ سخن
در نگرم تا چه دُر افشانده ام — تا بچه ترتیب سخن رانده ام
آنکه به بینم به هنر پیشتر — کوششِ آن راه کنم بیشتر
آنچه هنر هست بگیرم نکو — وانچه جز این ست نگیرم ازو
کحلِ بصر نو کشتم از هر مداد — نورِ بصر نو کنم از هر سواد
اوّل ازانجا که بر انگیزمش — بر کشتم آنگاه فرو ریزمش
سکهٔ خود زین منِ اندیشه رای — تا نه نشانم نه نشینم ز پای
آنچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند — معنی نو بود خیالِ بلند
موی بمویش به هنر بیختم — پخته و سنجیده در و ریختم
وصف نه زان گونه شد از دل برون — کان دگرے را بدل آید که چون
زین پس اگر عمر بود چند گاه — کم هوس آید به سفید و سیاه
رنگِ نیادت ندهم خامه را — ساده ترین نقش کنم نامه را
کانچه همی شد بدلم خار خار — یافت درین گلشنِ رنگین نگار
گرچه شه از بهرِ چنین نامه — داد مرا گرمیِ هنگامه
کرد نکوئی که نکوئی کنند — بر چو منی انچه تو گوئی کنند

نز پئے آں شد قلم سحر سنج[1] — کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
منکہ نہادم زسخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک
گرد ہدم تا جورِ سر بلند — دُر نتواں باز بدریا فگند
در ندہد زانِ خودم رائگاں — رنجہ نگردم چو تہی مانگاں
یک جو ازیں فن چو بدلماں نہم — وہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ہر چہ کہ پنہاں کنی از محرماں — سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں
مار کہ گنجش بود اندر مغاک — حاصلِ او چیست ازاں گنج؟ خاک
زیں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام — کآب زدریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نہ فشاند بدو سہ بدرہ زر
در دہدم گنج فریدون و جم — ہدیۂ یک حرف بود بلکہ کم
کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے — نامِ بلندست کہ ماند بجاے
کانچہ درین ست چو بیند کسے — یاد کند از منِ مسکیں بسے
ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلواے کس
گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام — مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

---

[1] یعنی ایں کار (شاعری) از برائے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

نیست زرکس لولوے لالائے من
ژرف بہ بیں در تہِ دریائے من

نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست
زآنِ کسے نیست از آنِ من ست

دزد نہ ام خانہ برِ دیگرے
خانہ کشادہ زدرِ دیگرے

مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست
گرچہ فزون ست بقیمت کم ست

ہرچہ کہ از دل در مکنوں کشم
زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم

زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں
ایمنیم نیست زغارتگراں

قلبِ زنے چند بہر گوشہ ہست
کز زرِ من پارہ دہندم بدست

نقب زدہ گنجِ نہانِ مرا
مرغ شدہ ریزۂ خوانِ مرا

دزدِ متاعِ من و با من بجوش
شاں بزباں آوری و من خموش

خانۂ فکرم ہمہ روزن کنند
جستنِ احسنت ہم از من کنند

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست
من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم
با من و من ہیچ نگویم ز شرم

طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک
صاحبِ کالا من و من شرمناک

باز کشایند خیالے کہ ہست
در چہ کشایند ندانند بست

پرفنِ شاں گرچہ روائی دہد
سستی ہر بیت گوائی دہد

آنکہ دریں گنجِ نہاں جوہری ست
باز شناسد کہ گہر زانِ کیست

ور کہ فتد زافسرِ شاہِ جہاں
سفلہ اگر یافت نماند نہاں

کے شود ایں مایہ از آنِ کسے
گنج نہ گنجد بدہانِ کسے

درخورِ ہر لب نبود ایں زلال
کیست کہ اینجا برساند خیال

جلوہ گرِ من کہ رخ آراستست
جلوہ کناں پیش تو برخاستست

در نگر از مقنعہ تا دامنش
عاریتے نیست بہ پیرامنش

زیورِ نو کردہ نگارِ چنیں
نغز بود دیدنِ یارِ چنیں

لیک بہ نظارہ گہِ زلف و خال
ہدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس
ہدیۂ ایں روے ہمیں ست و بس

ورچہ ترا گفتنِ بد فن بود
آں بدِ تو نیکوئی من بود

آنکہ بہ نقصانِ خیالِ من اند
جملہ گواہانِ کمالِ من اند

بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس
بے ہنراں را نہ کند یاد کس

در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ
چوں سخنے نیست چہ گویند ہیچ

چوں عملے لازمِ صورت بود
نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش
زخم زناں بر وے از اندازہ بیش

ہر گل و خارے کہ رسد زیں خزاں
نے خوش ازاں گردم و نے رنجہ زاں

ہر چہ ستایش کندم مردِ ہوش
گرچہ بود راست نیارم بگوش

زانکہ چو زیں فن بغرور اوفتم
ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم

چرب زبانی نہ بود سود مند
طفل بود کش بفریبی بقند

آنکه ثنا سندهٔ این گوهرست — گر همه نفرین کندم درخورست
وآنکه به تقلید نشست اندرین — نشنوم ار خود کندم آفرین
مردم دانا که بود نیک جوی — نیک شنو گفت بد از وے مجوی
وآنکه به بدگفت گرفت ست خو — نیک نگوید که نیاید از و
بدنتوان گفت نکو را چو نیست — یا بدو یا نیک بروں از دو نیست
هست اگر سگهٔ نیکو ئیش — نیک نگویند چو بد گو ئیش
ور زبدی خال بود بر خدش — خود نتواند که بپوشد بدش
گیرکه پوشی همه عیبش به زور — چند تواں داشت نهاں چشم کور
باز کسے را که حسد ره زند — زخمه دریں ره نه یکے ده زند
گر بمثل صد هنر آرم ز غیب — هیچ نگاهے نکند جز به عیب
از هنر خود همه کس دم زند — آنکه کم ست او همه را کم زند
جوهر هر مرد که در عالم ست — کم زن او از زن[1] حائض کم ست
کم نه زند مرد کسے را و لیک — بد همه جا بد بود و نیک نیک
صد سخن راست نه گیرد به هیچ — یک رقم کژ کند انگشت پیچ
گر به ازیں نیست گهر سفتنش — عیب بود عیب کساں گفتنش
ور کم ازیں مایه رسیدش ز غیب — طفل رهِ ماست ز طفلاں چه عیب

---

[1] زن حائض چنیں خود را می پوشد ۱۲

من بدِ کس ناورم اندر زباں — وانچہ بود راست ندارم نہاں
چونکہ جہاں پر زخسیست و خس — روے نمی تابدم از ہیچکس
گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے ازیں شیوہ بہ تنگی شوم — بے غرض آماجِ خدنگی شوم
نامِ گدائے کنم اسکندرے — خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بزرانند و ندہ ناقص عیار
کور دل از دولتِ کوتہ نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر
گوش کرانی ہمہ ناموس جوے — سفلہ وشِ دوں صفت و تنگ خوے
لازمِ شاں گشت ز نقصانِ ہوش — کوتہیِ[1] چشم و درازیِ گوش
حاتم و رستم شدہ در جاے لاف — چوں زنِ حائض کہ بود در مصاف
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیارند پیش — پیش[2] رسانند بدانجا کہ بیش
شاخِ[3] گلے تحفہ مراورا کنند — کز پیِ باغیش تقاضا کنند
گر کسے باشد و شاں خواں نشیں — سر کہ دہند و طلبند انگبیں

---

[1] یعنی ہر چہ کسے گوید مے شنوند و از کوتاہ چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی مصرف حق بقدر نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفہ برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

بیش ستانند و دہند اندکے — تا ندہی دہ۔ ندہندت یکے
گر برسانند مثل برگدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پے اخترہ صحبتِ اربابِ جہاں

برد زسرمایۂ خود مدخلے — بدرۂ دینار بصاحبدلے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن — تا شودم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو پیشت ہواست[1] — آنچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آزمائے — کآنچہ دہم سود بجویم بجائے
مردِ پذیرندۂ بیخواب و خورد — ق — بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز پذیر ایں زچو من مفلسے — زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چوں ہمہ میلِ تو بہ بیشی درست — ایں کم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی — نیست برآدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ ہمت کم اند — ظن نبرم کز نسبِ آدم اند
ایں سخنِ چند کہ بیخواہست ست — شاعری نیست ہمہ راہست ست
گرچہ چنیں راہست نباید نہفت — راہست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — ق — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم زکسم باک نیست — زہر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیتِ آں دارم ازیں پس نیاز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

---

[1] ہوا بمعنی خواہش۔ مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

پشت بخویم نہ پناہے زکس — چوں بخداوند کنم روے وبس
تا بطمع بر درِ ہر کم زنے — ننگِ خیساں نہ کشد چو منے
خسروِ من بگزرا زیں گفتگوے — نیکی خویش و بدِ غیرے مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست — از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست
چشمِ بخود باز مکن چوں خساں — بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں
چیست نظر سوے خود انداختن — صورتِ خود قبلۂ خود ساختن
زیں دو سہ ادراقِ مزخرف نورد — چند تواں نارشِ بیہودہ کرد
تا کے ازیں مایۂ بے پائگاں — بانگ برآری چو فرومائگاں
چوں جرست چند فغانِ تہی — خشک زبانی و میانِ تہی
کام جلاجل[1] کہ بداں تنگی ست — بانگِ نفیرش نہ سبک سنگی ست
زورِ جوانی برہ آورد پاے — وز تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے
نامۂ ہستی بسوادے گزشت — عمر بہ پیمودنِ بادے گزشت
شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں — وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں
ہر چہ دریں تختہ قلم نقش بست — زاں ہمہ جز باد نیامد بدست
سوخت دلم زیں رقمِ دو دوام[2] — تختہ شدی[3] اے پسرِ سودائے خام

---

[1] مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند و دہن شاں تنگ باشد ۱۲

[2] دو دہ دام سیہ فام ۱۲ — [3] تختہ شدی اے پیر شدی ۱۲

سر بر هی باز نبردی دریغ — راه بجائے نہ سپردی دریغ
زانچہ بگفتی بخطا و صواب — چونت بپرسند چہ گوئی جواب
از پئے نامے کہ مبادش اُمید — نامہ سیہ کردی و دیدہ سفید
گرچہ شد آوازہ بچرخ کبود — چون تہی شدی نام بلندت چہ سود
صورِ قیامت کہ بر آید بلند — نامِ بلندت نہ بود سودمند
ایں رقم امروز کہ سودائے تست — سلسلۂ گردنِ فردائے تست
چند پوئی در پئے ایں ترہات — چند بغفلت گزرانی حیات
گیر کہ نظمت سخن از دُر کند — پس بدروغے چہ تفاخُر کند
یک ہُنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم کہ نگوئی دروغ
حاصلِ تزویر کم و کاستیست — رستنِ مرد از سببِ راستیست
راستی آور کہ دروغت بسست — ہر کہ چنین ست چگوئی کسے ست
تا بود اندر فنِ شعرت ہوس — جز بدروغت نبرد نام کس
پائے ازیں دائرہ یک سوے نہ — پشت بدو کن بخدا روے نہ
ہیچ خبر داری از اندیشۂ ما — کآوردت باز بہر پیشۂ ما
ہیچ نگوئی بکس از ہمداں — ہیچ نگنجد بدلت جز ہماں
از ہمہ جا دل بگراں داشتہ — ہمتِ دل جملہ برآں داشتہ
بس کہ دلت گرد از اندیشہ خوں — تا سخنے را ز دل آری بروں

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند — بیہدہ باشد و ناسودمند

ایں قدر اندیشۂ خاطر زدلے — ق — گر شودت صرف بیادِ خدلے

گرچہ نہ در عالمِ رازت برد — بارے ازیں بیہدہ بازت خرد

جان و دلِ غائبِ تو از حضور — دور نباشد کہ نباشند دُور

کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت — کیست کہ آں رزد و بارے نیافت

صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست — مگزر ازیں کار کہ کارِ قوی ست

ہست چو در سکۂ پیرانت روے — ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے

شعر چو با دست نہ بادِ بہار — بادِ خزانے کہ برآرد غبار

کم کن ازاں باد کہ گرد آورد — وآخر کارت دمِ سرد آورد

پیشۂ خموشی کن و دمساز شو — بلبلِ باغ آمدۂ باز[1] شو

در ہوسِ مثنویت دردِ دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر

پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف — دُرشمری مہرۂ خویش از گزاف

چیست دراں کم کہ بجویش باز — تا چہ نہ گفت ست کہ گویش باز

پختہ از و شد چو معانی تمام — خام بود پختنِ سودائے خام

---

[1] باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

زیں دو خیالی کہ ترا کژ مژ[1] ست — جستنِ آں مایۂ خیالِ گزست
بگزر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست — ویں رہِ باریک بپائے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندروست — ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندروست
تا بود ایں[2] سکہ بعالم درست — بر تنِ تو کے بود ایں شقہ چست
بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزماے — سر نہی اوّل و انگاہ پاے
گفتۂ او را شنود گوش باش — گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ درودیدہ اند — خامشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او رہت ثنائے بگوے — بشنوش از دور درود دعائے بگوے
ایں ہمہ ز انصاف نگر زور نیست — گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گر نہ بدی ایں نمطِ جاں نواز — بو کہ دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش ست — عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش ست
تا بود آوازۂ قمری بباغ — کس ندہد گوش بآوازِ زاغ
آنکہ چشیدہ ست مے خوشگوار — دُرد کشد در دِ سر آرد خمار

---

[1] کژ مژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلہ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز ست ۱۲

در هوست می نگزارد عناں ق می کشدت دل به خیالِ چناں
کوششِ آں کن که دریں راهِ تنگ زاں گلِ تر بوئے دهندت نه رنگ
از پئے بخشش بخدا آرزوے لیک غنایت ز بزرگاں بجوے
رنج بنه بر دلِ گویائے خویش لیک مدد جوئی ز گویائے خویش
سوزِ سخن را نه بخامی طلب پختگیش هم ز نظامی طلب
سوزِ تکلف خس و خاکستر ست چاشنیِ سوختگاں دیگر ست
لیک اگر پندِ من آری بگوش مصلحت آنست که مانی خموش
چل شد و در نیچبت آمد نشست پیش مبیں پیش که افتی بشست
نوبتِ تو به ست گرانی مکن روے به پیری ست جوانی مکن
در غزلت یادِ جوانی دهد ق وز خوشی طبع نشانی دهد
تن زن ازاں هم که کساں گفته اند هر چه تو گوئی به ازاں گفته اند
نوبتِ سعدی که مبادا کهن شرم نداری که بگوئی سخن
ترکِ هوس گیر و رهے پیش گیر ره بسوئے مصلحتِ خویش گیر
آں کن و آں ساز کزیں کوچگاه چوں بروی توشه بخوئی براه
تا که بغزلت[1] نه نشانند خیز پیشتر از مرگ بغزلت گریز
چند کنی خواب دریں رهگزر خوابگهت هست بجائے دگر

---

[1] غزلت اوّل قبر و غزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا ۱۲

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش — بنگر و پوشیدۂ بر خود مپوش
مرحمتے نیست جہاں را چناں — کامدہ را تافت ز رفتن عناں
ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست — شربتے از جامِ اجل خوردنی ست
گرچہ کسے زندہ نماند بسے — زندۂ جاوید بماند کسے
خاک بسے خورد تنِ پاک را — سیر نکردہ ست کسے خاک را
جاں بشتاب و دل ایسیرِ ہوس — غفلت ازیں بیش نکردہ ست کس
عمر چنیں آدمیِ بے خبر — باد بسر کردہ کہ خاکش بسر
ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست — کامدنِ ما ز پئے رفتن ست
رفتنیانیم ازیں راہِ دور — در چہ ظلمت نہ بصحرائے نور
گنبدِ گردندہ وفا کے کند — وائے بروکیں طمع از دے کند
زیں گزرِ راہ رواں برگزر — چوں گزرندہ ست رواں برگزر جان ۱۲
ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست — کاسۂ خونش ز سرِ مردم ست
بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ دش — از نمکِ او چہ کنی کام خوش
ناں دہدت لیک بخونِ جگر — تو ہم ازو ترکن و انگہ بخور
گر بودت خوش خور و بد خو مباش — ور نبود رنجہ مشو گو مباش
تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ — کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

لہ اے غرور در سر پیدا نمودہ۔ خاک بسرش باد ۱۲

هرچه رسد بیش خور و کم مخور — ور نرسد هم برسد غم مخور
وانچه به قسمت به ازل زان تست — رنجه مکن دل که بدامان تست
وانچه قضا نیست بداں یافتن — گرچه بجوئی نتواں یافتن
ور چه بگردی همه بالا و پست — روزی ازاں بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی و نیابی مرنج — زانکه نخواهش نتواں یافت گنج
چند چو موران سر سیمه گرد — کم خوری و بیش نهی بهر خورد
عاقبت آں مور بهر خانه — جاں دهد اندر طلب دانه
گرچه که زر جانست مجویش بسے — ور همه عمرست مخواه از کسے
جوهر هر چیز که زیبنده تر — نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جاں که همه در پئے این خاک رفت — پاکی آں کس که ازیں پاک رفت
طفل شود فتنه بریں خاک زرد — مردی آں کس که غرورش نخورد
این گل رنگین که فریب دل ست — هر که فریبش نخورد عاقل ست
عقل کسے راست که گردش گشت — آخر ازاں گونه که آمد گذشت
تا عدسے میرسدت زیں خراس — دل مفگن از پئے گندم در آس
قرص جواں کس که بدنداں گند — مرد نه آں کز پئے زر جاں گند
آنکه تنکیبش بقناعت درست — قرص جو از قرص زرش بهتر ست
کاں بغذا لذت کامش دهد — ویں بطمع خستهٔ نامش دهد

مردِ رہ از خود خورش او جوست — گر زرش از رہ نبرد رہرو ست

مور کہ بر سقفِ ودِ بتیاس — پاش بلغزد چو درافتد بطاس

مال چہ جوئی حشمے نیستش — بہرہ فزوں از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار — تا نہ شوی چوں خجلاں شرمسار

دست مکن کپنہ کہ روزی بہ است — روزی از و خواہ کہ روزی دہ است

گر سنہ زآنی کہ درین تنگنائے — نانِ ز ملک میطلبی نہ از خدائے

گر بود صدق کہ روزی دہ اوست — منتِ دشمن نہ کشی پیشِ دوست

غرہ بہ نزدیکیِ سلطاں مشو — بلبلِ باغی مگسِ خواں مشو

ہست وے از خرمنِ ہستی خسے — تا تو چہ باشی کہ کمی زو بسے

گرچہ پرد بلبلِ بستاں بلند — بازیِ طفلاں شود از بہرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست پیش — تات زکوئے دہد از ملکِ خویش

گر یہ کنی ہر چہ بضاعت کنی — ملک تو داری چو قناعت کنی

تشنہ بمیر آب زدوناں مخواہ — خوں خور و از خوانچہ نشاں ناں مخواہ

دل بقناعت نہ و خورسند باش — مملکت این ست خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش — از پئے نانے چہ بری آبِ خویش

دل زوفا جوئی دوتاں بکش — خوز علف گاہِ حروناں بکش

اہل مجو گردِ جہاں زانکہ نیست — ترک جہاں گیر و جہاں دار کہ نیست

گوشہ نشیں تا بخیالت بوند — ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
راہ طلب در روشِ بیگماں — تا رہی از کنِ مکنِ مرد ماں
بوم بویرانہ ازاں شد زباغ — تا نہ کشد رنجِ لگد کوبِ زاغ
دُر کہ نہاں در صدفِ آبی ست — بیش بہا از پئے کم یابی ست
گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست — در ہمہ جا دیدازاں کم بہاست
چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے — زود کنی روے زہر خسے
بازِ سفیدی - بہوا کن شکار — زاغ نہ جیفہ بکرگس گزار
چوں ببریدی طمع از ناکساں — صرف مکن گوہرِ خود باخساں
مردمیٔ نیست چو در چشمِ کس — چشم نگہدار زرآسیبِ خس
گل بچراگاہِ ستوراں مبر — آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا کہ طمع خوے تست — ملکِ قناعت نہ بباز وے تست
از تنِ گاز رنتواں شست داغ — پرِّ حواصل نشود پرِّ زاغ
بیہدہ با تو جدے می کنم — در نہ کشائی تو دے می زنم
ہرچہ دمیدم تو دودے نداشت — پند بسے دادم و سودے نداشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش — من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع — ق طبعِ پراگندۂ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاہیم — عمر بسے رفت بہ گمراہیم

بو کہ بہر گرمیِ ہنگامہ — یاد کنندم زچنیں نامہ
سر کہ بسے ہست شکر نیستش — جز صفتِ چیز دگر نیستش
چوں سخن از لطف نشانے نداشت — کالبدش صورتِ جانے نداشت
وصف براں گونہ فرو راندہ ام — کز غرضِ قصہ فرو ماندہ ام
خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال
دیو بود۔ یا فتہ رہ در بہشت — بستنِ پیرایہ بخاتونِ زشت
عیب چناں نیست کہ ہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش — ق معترفِ عجزِ بہ نقصانِ خویش
ہست اُمیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں
عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خردہ نہ گیرند۔ بزرگی کنند — دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند
بارِ خدایا منِ غافل بہ از — ق ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست — عاقبت الامر وبالِ من ست
ہر چہ در و شد رقم از خوب و زشت — ایں ہمہ تقدیرِ تو بر من نوشت
عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست — توبہ دہ از ہر چہ برائے تو نیست
چوں کرمت ہست۔ زجرمم چہ باک — تیرہ نہ شد بحر بیک مشتِ خاک
گیر کہ سفتم دُرِ ناسفتنی — یا سخنے بود کہ ناگفتنی

چون ز تو شد ایں همه ناچیز چیز — هم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند — بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش — در نظرِ عیب شناساں بپوش
سرمۂ انصاف بہر چشم سائے — بکرمِ من آنگاہ برایشاں نمائے
داغِ قبولی بکش اندر سرش — تا نکند باد خزاں ابترش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام — بر درِ شہ خدمتِ من والسلام
در نظرِ شاہ مباد الکحسن — ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد — پیغامِ کالبد بسوئے جاں کہ می برد
ایں خطِ پر ز مہر بدیں لب کہ می دہد — دیں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد
ایں نامہ نیست پیرہنِ کاغذینِ ماست — پُر خون ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق — ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد
زیں تن رمیدہ چوں دل و جانِ من از فراق — کشتہ شدیم۔ قصۂ سلطاں کہ می برد
گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتۂ — اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد
جاناں مرا بہ ہجرِ تو ہر مو نئے کہ ہست — غم می برد ولے غمِ ہجراں کہ می برد

گفتی نگاہدار بفرمانِ خویش دل — دارم ولے بگوے کہ فرمان کہ می برد

دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود — وآگاہ نے ز بردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدایش دادہ است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمت

RR ۸۹۱۰۵۱۳۵
F. 891.5135
خ - ق
Kh - ?
آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔
J. 4141

کتب خانہ

جامعہ کے قواعد

۱۔ اراکین مجلس کا

۲۔

۳۔

۴۔

۵۔

۶۔

۷۔

۸۔

۹۔

۱۰۔

۱۱۔

۱۲۔